بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میلاد نامہ

...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین میلاد نامہ

عنوانات

☆ **فصل : 8** = حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دیگر انبیاء کی عظمتوں سے تقابل۔

☆ **فصل : 9** = اتباع اور پیروی کے لئے ہم جنس ہونے کی ضرورت۔

☆ **فصل : 10** = حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی خاطر تکالیف اٹھانا۔

☆ **فصل : 11** = امت مرحومہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بننے، اور کامل پیروی کی ترغیب کے لئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا وآخرت میں شفقتوں کا بیان۔

☆ **فصل : 12** = حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت پر حقوق۔

☆ **خاتمہ :** = حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت کے ثبوت اور برکات۔

شجرۂ حضرات نقشبندیہ

شجرۂ حضرات قادریہ

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ -

(سورۂ انعام پ ۷ ع ۱۸)

اور وہی قادر مطلق ہے جس نے تم سب کو ایک تن واحد (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، پھر (ہر ایک شخص کیلئے) ایک وقت مقرر رہے (کہ اس وقت تک دنیا میں

رہے) اور مرے پیچھے سونپے '(یعنی دفن کئے جانے کی جگہ) جو لوگ (بات کو) بوجھتے ہیں ان کیلئے تو (ہم اپنے قدرت کی) نشانیاں) خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں (

اللہ تبارک وتعالی نے آیت مذکورہ میں معرفت حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے، آئینہ رکھا ہوا ہے جس کا جی چاہے منھ دیکھ لے 'اس پر بھی اگر کوئی نہ دیکھے تو اس کا قصور ہے آئینہ کیا کرے۔

ایسا ہی تمام مخلوق آئینہ ہے اس میں خدائے تعالیٰ اپنا جلوہ دکھاتے ہیں 'اگر کوئی نہ دیکھے تو اس نہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔

دور کیوں جاتے ہو، ایک انسان ہی کو دیکھ لو ' بے گنتی خدا کے بندے آئے گئے اور آئیں گے۔

وَہُوَ الَّذِی اَنۡشَاَکُمۡ مِنۡ نَفۡسٍ وَاحِدَۃٍ۔
ان سب بندوں کو ہم نے ایک ذات آدم علیہ السلام سے بنایا۔

انسان کے حالات پر غور کرو کس قدر مختلف ہیں 'کوئی گورا 'کوئی کالا 'کوئی دبلا 'کوئی موٹا 'کوئی لانبا 'کوئی کوتاہ 'کوئی عقل مند 'کوئی احمق 'کوئی امیر 'کوئی فقیر 'غرض ہزارہا احوال ہیں۔

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۔

پھر ہر ایک شخص کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔

پھر کوئی باپ کی پیٹھ میں بطور امانت رکھا گیا ہے' تو کسی کو ماں کے پیٹ میں ٹھیرایا ہے' اگر کسی کو دنیا میں چند روز کیلئے رکھا ہے تو کسی کو مدت دراز کیلئے قبر میں سلایا ہے' ان سب میں اسی کی قدرت کا جلوہ نظر آئے گا' اگر یہ اس کی قدرت کی کاریگری نہیں تو اور کیا ہے' اللہ تعالی پھر فرماتا ہے :

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۔
یہ سب سمجھ دار لوگوں کے لئے ہے بے سمجھوں کیلئے کچھ بھی نہیں۔

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ تمام انسان ایک ذات آدم سے نہیں بنے ہیں بلکہ آدم اور حوّا علیہما السلام دونوں سے بنے ہیں' پھر خدائے تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے سب انسان کو ایک ذات سے بنایا ہے اس کا کیا مطلب ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سب انسان ایک آدم ہی سے بنے ہیں وہ اس طرح کہ جب آدم علیہ السلام بن چکے اور جنت میں ان کو رکھا گیا کوئی ہم جنس نہ ہونے سے بے لطفی ہو رہی تھی ایک روز آدم علیہ السلام پر نیند کا غلبہ تھا' آدم علیہ السلام سو' رہے تھے کہ آپ کی بائیں پھسلی سے حوّا بنیں' اس طرح اصل میں تو ایک ذات آدم ہی کی ٹھیری' حوا بھی آدم علیہ السلام ہی سے بنیں' آدم اور حوا علیہما السلام کے ملنے

سے تمام انسان بنے مگر اصل پر غور کریں تو سب آدمعلیہ السلام ہی سے بنے ہیں ٗ اسی لئے اللہ تعالی فرماتا ہے ''ہم انسان کوایک ذات آدم سے بنائے''

انسان کی تخلیق اور بناوٹ کے اقسام اوپر بتادیئے گئے ٗ اللہ تعالی کی اس کاریگری پر غور کرنے کے بعد اب اللہ تعالی کے انسان پر احسانات اور انسان کی ناشکری پر غور فرمایئے :

انسان سے اللہ تعالی کا خطاب :۔

او بھولے ہوئے انسان ! جیسا تو ہم کو بھولا ہے ایسا ہی اپنے کو بھی بھولا ہے اگر تو ذرا غور کرتا تو تجھ کو میرا پتہ لگ جاتا اور میری قدرت اور عظمت کی تصویر تیرے آنکھوں کے سامنے کھچ جاتی ٗ تجھ کو معلوم ہو جاتا کہ ہیں کیسا قدرت
والا ہوں اور کیسی عظمت والا ہوں۔ایک ''کن'' سے ساری کائنات بنایا اور خاک سے تیرا پتلا بنایا ٗ اور جس جس کی ضرورت تھی وہ سب کچھ دیا۔اس سے میرے علم کا پتہ لگتا ہے کہ میں کیسا علم والا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کیسا قدرداں بھی ہوں کہ تجھ جیسے کو اپنا دوست بنایا اور میں خود تیرا دوست بنا ٗ مگر افسوس کہ تو بڑا ہی ناشکرا نکلا۔

جس طرح کہ کوئی نالائق غلام اپنے مالک کی مہربانی دیکھ کر جرأت کرنے لگتا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ برابری پر آجاتا ہے مالک کے حقوق کو پائمال کرتا ہے اور مالک

کا کوئی حق ادا نہیں کرتا۔ ایسا ہی تو ہماری اس مہربانی کی وجہ ہمارا انکار کرتا ہے اور ہمیشہ ہمارے خلاف پر تلا رہتا ہے۔

او بے کس و بے بس انسان! معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی ہستی بھول گیا' تجھے اپنی ناچاری اور مجبوری یاد نہ رہی' کیا تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی عاجز ہے؟

ذرا اپنی اصلیت کو تو دیکھ تو خاک تھا اور نطفہ' جب دنیا میں آیا تو مجبور ایسا کہ مکھی تک اڑانے کی قدرت نہ تھی' اور جب جوان ہوا تو سمجھا ہم بھی کچھ ہیں' لگا مالک ہی کا انکار کرنے اور ہمیشہ اس کی مخالفت کرنے۔

اب بھی انسان کے اندر ذرا دیکھو' پیٹ میں گوہ بھرا ہوا ہے اور مثانہ میں پیشاب' رگوں میں خون' ناک میں ریٹ' کان میں میل' منہ میں تھوک' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک نجاست پر چمڑا مڑا ہوا ہے۔

اے انسان! تیرے سے وہ چیز نکلتی ہے اور تو اس کو اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے جس کے دیکھنے سے کراہت آتی ہے اور اس کی بو جان لیتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ عورت تیرے لئے طرح طرح سے آراستہ ہوتی ہے اور تو سب چھوڑ کر اسکی نجس جگہ کا ارادہ کرتا ہے۔ اے انسان حضرت کے اس مقولہ سے اپنے پر غور کیا کہ تیری ذہنیت میں نجاست اور نجس مقام کس طرح جم گیا ہے۔

طرح طرح کی بیماریاں تیرے پیچھے لگی ہوئی ہیں 'اگرایک رگ میں درد اٹھے تو تجھ سے سدھار نہیں ہو سکتا 'اور تو مجبور ہو جاتا ہے ' دیکھ یہ تیری ظاہری حالت ہے۔

ذرااپنے باطن پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ یا تو جانور ہے یا درندہ ' جانوروں جیسے کھانے پینے ' جماع کے خواہشات اور جسمانی لذات کے ظلمات ہیں ' یا درندہ پن کے عادات۔ البتہ ایک چیز تیرے پاس ہے جس کے سامنے فرشتے بھی ہیچ ہیں 'اسی کے سبب سے ایک عالم میں تیری دھوم مچی ہوئی ہے وہ کیا ہے ؟ وہ دل ہے مگر ہائے تو اسیکو جس سے تیری چاہ ہے ' سیاہ کوئلہ بنادیا ہے 'خدا کے طرف سے منھ پھیرا ہوا ہے ' دنیا میں تیرا دل پھنسا ہوا ہے 'جب تو خدا کے سامنے آتا ہے تو اس طرح آتا ہے۔

اذالمجرمون ناکسوارء وسھم عندربھم (سورۂ سجدہ پ۲۱رکوع ۲)

جب مجرم ہمارے سامنے آئیں گے شرم کے مارے سروں کو نیچے جھکائے ہوئے رہیں گے۔

نعت

ہائے انسان ! تیری یہ ذلیل حالت دیکھی نہیں جاتی ' اس لئے غافلوں کو چونکانے جانوروں کو آدمی بنانے ' درندوں کو صلح کل ' سیاہ دلوں کو نورانی دل بنانے۔

آمنہ کی گود سے ایک چاند نکل کر سوتوں کو جگایا ' غافلوں کو چونکایا کہ لوگو ! تم جانور نہیں ہو ' تم جانور نہ بنو ' تم درندہ نہیں ہو ' تم درندہ پن چھوڑو۔ تم سیاہ دل لے کر نہیں آئے ہو ' تمہارا دل سادہ تھا ' دل کو جلادے کر ' اس کو نورانی بناکر ' مظہر تجلیات بنانے کے لئے آئے ہو تو دل کو مظہر تجلیات بناؤ۔

توآں دست پرور مرغ گستاخ

تو وہ ہاتھوں پر پلا ہوا گستاخ پرندہ ہے

کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

تیرا گھونسلا تو اس محل سے باہر تھا

چرازاں آشیاں بے گانہ گشتی

کیا ہوا تجھ کو تو اپنے اصلی مقام کو کیوں بھولا

چو دوناں چغداں ویرانہ گشتی

چغد کی طرح اس ویرانی دنیا میں پھنس گیا

جس کے تم پہلے مونس تھے یہاں بھی اسی کے مونس بنو۔
فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (سورۂ قمر پ ۲۷ ع ۳)
(سچی عزت کی جگہ پادشاہ دو جہاں قادر مطلق کے مقرب ہو جاؤ گے

قَدۡ جَاءَکُمۡ مِنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَکِتَابٌ - (سورۂ مائدہ' پ6ع3)
(غرض کہ اللہ تعالی کی طرف سے تمہارے پاس نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن آ چکا ہے)
پہلا باب : نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض ہونے تک کے بیان

فصل 1 : تمام کائنات کی تخلیق سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے بیان میں -
وَہُوَ الَّذِیۡ اَنۡشَاَکُمۡ مِنۡ نَفۡسٍ وَاحِدَۃٍ -
اس سے پہلے اس آیت کے جو معنی بیان ہوئے اس سے صاف اور صریح معنی جو بے دقت جمتے ہوں اور بے تاویل بنتے ہوں وہ اور ہی ہیں' اگر سچ پوچھئے تو اس آیت کے اصلی معنی وہی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ : وہ قدرت والا خدا جس نے تمام عالم کو' خاص کر انسان کو ایک نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بنایا۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں " اول ما خلق اللہ نوری "
(سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی وہ میرا نور ہے)

جب اللہ تعالی نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تو اس وقت سوائے اللہ تعالی کے کچھ نہ تھا، نہ عرش تھا نہ فرش، نہ آسمان نہ زمین۔ سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو پیدا کیا، پھر اس نور مبارک سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ نور مبارک نے کہا: الہیٰ! میں بندہ ہوں اور آپ "وہاب" ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا بندہ کی تعریف کیا ہے اور وہاب کی تعریف کیا ہے؟
نور مبارک نے کہا: بندہ وہ مملوک ہے جس پر اپنے مولا کی اطاعت واجب ہے وہ میں ہوں اور وہاب وہ ہے جو اپنے بندہ کو جو چاہے عنایت کرے وہ آپ ہیں۔
اللہ تعالی نے فرمایا جو کچھ تم چاہو مانگو! نور مبارک نے عرض کیا میرا یہ مطالبہ ہے کہ آپ مجھ کو یہ بتلائیے کہ میں آپ کو کس نام سے یاد کروں اور کس طرح آپ کی عبادت کروں؟ خدا تعالی نے جس طرح چاہا بلاواسطہ اس نور کو تعلیم فرمایا، اسلئے فرماتا ہے " وعلمک مالم تکن تعلم " (سورۂ نساء، پ ۵ رکوع ۱۷) اللہ نے آپ کو وہ وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اس خلوت میں جس قدر عرصہ تک خدا کو منظور تھا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم رہا، ایک زمانہ دراز کے بعد پھر وہ نور عرض کیا: الہی! عبادت کی کیفیت بتائیے، اور ایک مکان میرے واسطے بنائیے تا کہ میں اس مکان میں آپ کا نام لیتا رہوں، اور آپ کی عبادت کرتا رہوں۔

خدائے تعالی نے ایک آئینہ خانہ بنایااور ''مصباح العزۃ'' اس کا نام رکھا۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں رہنے لگا' اس کے بعد اس آئینہ خانہ کے اوپر عرش کو پیدا کیا' اور اس آئینہ خانہ کو مثل قندیل کے عرش پر لٹکا دیا۔

عرش بننے سے پہلے ہی نور مبارک اس قندیل میں داخل ہو چکا تھااور حضور کا نور مبارک اس آئینہ خانہ میں رہنے لگا۔ دوہزار برس تک اللہ اللہ کہتا رہا' پھر دوہزار برس تک رحمٰن رحمٰن اور اسی قدر مدت تک رحیم رحیم کہتا رہا۔ اللہ تعالی کے نام جو ہزار سے زائد ہیں' ہر نام کو دو دوہزار برس ذکر کرتا رہا۔

اس اثناء میں جب اسم " قَہّار " پر پہونچااور اس میں فکر کیا تو کہنے لگا کہ اس اسم کے معنی تمام اشیاء کی ہلاکت کو چاہتے ہیں' نور مبارک پر اس اسم قَہّار کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ قطراتِ نور ٹپکنے لگے' ان قطروں سے اللہ تعالی نے پیغمبروں کے ارواح پیدا کیا۔ ہر ایک پیغمبر کی روح کو ایک قندیل میں رکھ کر تمام پیغمبروں کے قندیلوں کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف لٹکا دیا۔

یہ سب پیغمبروں کے ارواح حضرت کے نور سے تسبیح و تہلیل سن کر شاگردوں کی طرح تسبیح کرنے لگے۔

جب نور مبارک اسم "عدل" پر پہنچااس کے معنی پر غور کیا تو کہا کہ یہ اسم فضل عظیم اور کثرت نعمت کو چاہتا ہے' اس وقت نور مبارک پر شرم غالب ہوئی' پسینہ

کے قطرات ٹپکنے لگے ' ان قطروں سے خدائے تعالی نے مسلمانوں کے ارواح کو پیدا کیا۔

مسلمانو! تم کس پاک روح کے قطرات ہو گناہوں سے پاک ہی رہو ' مسلمانو! تمہارا اصل مادّہ حضرت کے ہی نور مبارک سے ہے ' کچھ غیر نہیں ' تم ڈالیاں ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیڑ ہیں ' وہ تم سے ہیں اور تم ان سے ہو ' اگر ڈالیاں پیڑ کا خلاف کریں تو پیڑ کا کیا بگڑتا ہے؟ خود سوکھ جائیں گے ' ایسا ہی حضرت کا خلاف کر کے تم خود پچھتاؤ گے حضرت کیا نقصان ہے۔

پیڑ کا یہ خاصہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے ڈالیوں کو نفع پہنچاتے رہتی ہے ' خود کیڑے کا صدمہ سہتی ہے ' مگر ڈالیوں کو بچاتے رہتی ہے اس لئے حدیث شریف میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اور تم لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے چراغ جلایا روشنی پھیلنے لگی ' پروانے آکر گرنے لگے ' وہ شخص ان پروانوں کو کھینچتا ہے ' مگر وہ پروانے چراغ پر گرتے ہی جاتے ہیں۔

ایسا ہی دوزخ کی آگ میں تم گرتے ہی جاتے ہو ' اور میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر آگ سے نکالتا ہوں ' اور تم گرنے ہی کی فکر کرتے ہو۔

صاحبو! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو خدائے تعالی سے امید ہے کہ جس طرح ہم پیدائش سے پہلے قندیل میں حضرت کے ساتھ تھے اسی طرح مرنے کے بعد بھی آپ کے ساتھ رہیں گے۔

اس مذکورہ مضمون سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سلسلہ آرہا تھا اب وہ سلسلہ پھر شروع ہورہا ہے:

بیان ہورہا تھا کہ سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا' اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ آپ تو سب سے آخر پیدا ہوئے 'آپ سے سب چیزیں کیسی بنیں اس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کیجئے: جس سے معلوم ہو گا کہ سب چیزیں آپ ہی سے بنیں گو کہ آپ سب سے آخر میں پیدا ہوئے' غور کیجئے کہ پہلے گٹھلی زمین میں بوتے ہیں اس سے جھاڑ نکلتا ہے پھر پیڑ ہوتا ہے' ڈالیاں بنتی ہیں' پتے نکلتے ہیں' پھر پھول آتا ہے' پھر پھل لگتا ہے اس کے بعد سب سے آخر میں گٹھلی بنتی ہے' شروع میں گٹھلی ہی تھی اور اٰخر میں بھی گٹھلی' حقیقتاً جو کچھ بنا سب کچھ گٹھلی سے بنا' ظاہراً سب سے اٰخر گٹھلی بنی جو تمام جھاڑ کا خلاصہ ہے ایسا ہی شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا' آپ ہی کے نور سے سب عالم بنا' سب عالم کے آخر میں خلاصہ موجودات ہو کر آپ ہی بنے۔

پیش از ہمہ شاہانہ غیور آمدۂ سب پیغمبروں سے پہلے آپ ہی کا نور پیدا ہوا
ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدۂ اگرچہ بظاہر سب سے آخر میں تشریف لائے ہوں
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں سے آخر میں آپ آئے ہیں۔

دیر آمدئہ ازرہِ دور آمدئہ آپ کو جو قرب الٰہی حاصل ہے وہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دیر سے آنا دور راستہ سے ہوا ہے۔

یعنی اس قدر آپ کو قربِ الٰہی حاصل ہے کہ دوسرے کسی پیغمبر کو یہ قرب حاصل نہیں ہے'اس لئے سب پیغمبر جلدی جلدی آگئے آپ دیر میں تشریف لائے۔

فصل 2 : نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری کائنات اور عشق و محبت پیدا ہونے کے بیان میں

ہر دو جہاں پر تو نورِ ویست دونوں جہاں آپ ہی کے نور سے ظاہر ہوئے ہیں

کون و مکان بہر ظہور ویست یہ سارے جہاں اسی واسطے ظاہر کے گئے ہیں کہ ان پر آپ کا مرتبہ ظاہر کیا جائے۔

نہ یہ عرش تھا'نہ یہ کرسی تھی'نہ زمین نہ آسمان'نہ شجر نہ حجر'نہ عشق تھا'نہ محبت'نہ دل تھا نہ دل جلے'ایک فقط تن تنہا خداوند قدوس کی ذات تھی اور کوئی نہ تھا۔

جب نہ تھا کونین کا بالکل پتا محو اور تنہا تھی ذاتِ کبریا
محو اور بیخود تھا جسم عالم میں رب گنج مخفی بولتے ہیں اس کو سب

سچ پوچھئے تو اگر بے عشق و محبت کے سارا عالم بھی بنتا تو فضول تھا خدائے تعالی کو منظور ہوا کہ کچھ حسن و عشق کی بہار دکھائے ' اسلئے پہلے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے اس سے تمام عالم کا ٹھاٹھ جمایا۔

نکورو تاب مستوری ندارد = حسین چھپ نہیں سکتا اپنے حسن کا بہار دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا

چوں دربندی سر از روزن برآرد = اگر دروازہ بند کر دیا جائے تو کھڑکی سے ہی منہ نکالے گا۔

اب وقت آگیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح حسن دکھائے ' اس لئے اللہ تعالی نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ' پھر اس نور سے تمام عالم بنا کر اپنی قدرت دکھایا۔

صاحبو ! کیا بتاؤں وہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب وماہ تاب کے نور سے لاکھوں درجے زیادہ تھا ' ماہتاب ایک حد کے بعد گھٹنے لگتا ہے ' مگر یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ' دن دگنا رات چوگنا ہوتا ہے۔

وللاٰخرۃ خیر لک من الاولی (سورہ والضحی پ 30 ' ع 1) (اور آپ کی بعد کی زندگی ' پہلی زندگی سے بہتر ہوتی جاتی ہے)

اللہ تعالی مخفی تھا اپنے آپ کو آشکارا کرنے کے لئے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انسان بنایا اور انسان میں عشق و محبت کا چرچہ پھیلایا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

خلاصہ یہ کہ :۔

انسان بنا کر آشکارا ہوا، عالم بنا کر اپنی قدرت دکھایا، نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر حسن و عشق کو ظاہر کیا۔ اسی واسطے آپ کی امت میں ایسے ایسے عاشقانِ الٰہی پیدا ہوئے کہ دوسری امتوں میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

فصل 3 : یہ فصل ذیل کے امور پر مشتمل ہے۔

1) اللہ تعالی کا، نور مبارک پر طرح طرح کی سرفرازیاں فرمانا۔

2) نور مبارک کا سرفرازیوں کے شکرانہ میں دوگانہ ادا کرنا۔

3) نور مبارک کا امت محمدیہ کی مغفرت چاہنا۔

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک پیدا ہوا تو وہ نورِ مبارک۔

بارہ ہزار سال مقام قرب میں رہا۔

پھر بارہ ہزار سال مقام محبت میں رہا۔

پھر بارہ ہزار سال مقام خوف میں رہا۔

پھر بارہ ہزار سال مقام رجاء میں رہا۔

پھر بارہ ہزار سال مقام حیاء میں رہا۔

غرض اس نورِ مبارک پر طرح طرح کی سرفرازیاں ہوتی رہیں، ان سرفرازیوں کے شکرانے میں وہ نورِ مبارک ایک دوگانہ اس طرح پڑھا کہ۔

ہزار سال قیام میں رہا۔

ہزار سال رکوع میں رہا۔

ہزار سال قومہ میں رہا۔

ہزار سال سجدہ میں رہا۔

ہزار سال جلسہ میں رہا۔

ہزار سال دوسرے سجدہ میں رہا۔

الغرض دونوں رکعتوں کا ہر رکن ہزار ہزار سال ادا کیا' اور دوسری رکعت کے سجدۂ ثانی کے بعد قاعدہ بھی ہزار سال میں ادا کیا۔

پہلے وہ نورِ مبارک سروسا☆ پردۂ عظمت تک اونچا ہوا

پھر جھکا واں سے تو حمدِ رب کیا☆ اور لاکھوں سال سجدہ میں رہا

الغرض جب اس طرح نماز ختم کر چکا۔ باری تعالیٰ کا حکم ہوا' اے میرے حبیب کے نور! تیری اس خدمت کو ہم نے بہت پسند کیا' مانگ کیا مانگتا ہے!

وہ نورِ مبارک عرض کیا' الٰہی! مجھے قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ کو ایک امت کا مقتدا بنائیں گے اور اس امت سے تقصیرات ہوں گے' اس نماز کے عوض ان کی مغفرت مانگتا ہوں۔

باری تعالیٰ کا حکم ہوا: اے میرے حبیب کے نور ! مجھ کو تجھ سے ایسی ہی امید ہے
۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (سورۂ والضحی پ 30 ،ع 1)

تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو تمہاری امت کے لئے اتنا کچھ دے گا کہ تم بھی خوش ہو جاؤ گے۔

فصل 4 : اس فصل کے مشمولہ مضامین :

نورِ مبارک سے تخلیق عرش اور تخلیق قلم اور تخلیق جنت۔

اور ان حالات کی صراحت جو قلم بننے کے بعد ہوئے۔

اور ان اعمال کی صراحت جو جنت میں جانے کے لئے ضروری ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک سے عرش بنا، کرسی بنی، لوح، قلم، جنت، دوزخ، ملک، فلک، انسان وجنات، آسمان وزمین، دریا، جھاڑ، پہاڑ غرض تمام مخلوق اسی نور سے بنی۔

عرش کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے ' دل کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے 'لوح کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے ' عقل کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے ' معرفت کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے ' دن کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے 'آنکھ کا نور بھی حضرت ہی کے نور سے ہے۔

اس نورِ مبارک سے ان سب میں پہلے عرش بنا پھر قلم ۔

حق نے فرمایا قلم کو اے قلم ☆ پہلے توحید الہی کر رقم

مرسلوں کے لکھ پھر امت کا بیان ☆ خیر و شر کا نتیجہ کر عیاں

حضرت آدم سے تا عیسیٰ نبی۔۔۔ یہ حقیقت کلک قدرت نے لکھی

اللہ تعالی کا حکم ہوا' اے قلم لکھ۔

قلم نے عرض کیا : کیا لکھوں؟

اللہ تعالی کا حکم ہوا : قیامت تک جو کچھ ہونے والا میرے علم میں ہے وہ سب لکھ ڈال ' قلم نے عرض کیا : ابتداء کس کلام سے کروں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا : پہلے لکھ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''

قلم جب بسم اللہ لکھنا چاہا تو لفظ اللہ پر ' اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سات سو سال تک وہ قلم چرا ہوا رہا' پھر جب رحمٰن و رحیم لکھا وہ شگاف اور شق مل گئے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا: اے قلم گواہ رہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی بھی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھے گا اس کو سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

اس کے بعد قلم نے پہلا فقرہ یہ لکھا:

انی انا اللہ لا الہ الا انا و محمد رسولی: بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں میں ہی معبود ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں۔

من استسلم بقضائی وصبر علی بلائی: جو میری قضا پر راضی رہا اور میری بلاؤں پر بغیر شکایت کئے صبر کیا۔

وشکر علی نعمائی ورضی اور میرے نعمتوں کا شکریہ ادا کیا' اور راضی بہ رضائے الٰہی رہا
۔

کتبتہ صدیقا وبعثتہ یوم القیامۃ مع الصدیقین تو میں اس کو صدیقوں میں لکھ دیتا ہوں اور قیامت میں صدیقوں کے ساتھ اس کو اٹھاؤں گا اور جو ایسا نہ کیا۔

فلیحتر ربا سوائی جو ایسانہ کیا اس کو چاہئے کہ اور رب ڈھونڈلے ' کوئی اور 'رب تو ہے ہی نہیں اسکو میرے ہی سے سابقہ پڑے گا' اس لئے اسکو چاہئے کہ مذکورہ صفات اپنے میں پیدا کرے۔

اس کے بعد قلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب لکھ ڈالا۔

اس نورِ مبارک سے جب جنت بنی اس وقت ''احکم الحاکمین'' نے ارشاد فرمایا اے جنت ! میں تجھ کو چند چیزوں سے آراستہ کیا ہوں' اس لئے قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ تجھ میں ان چند چیزوں پر عمل کرنے والے ہی آئیں گے۔

وہ چند چیزیں یہ ہیں۔

1) اچھی بات بتانا' بری بات سے روکنا۔

2) خدائے تعالی کی مخلوق کے کام آنا۔

3) اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند رہنا۔

4) کبیرہ گناہوں سے بچا کرنا۔

5 فصل : یہ فصل حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے :

1) نورِ مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائش کے ساتھ ہی نبی ہونا۔

2) تمام انبیاء کا نورِ مبارک پر ایمان لانا۔

3) روزِ میثاق الست بربکم کے جواب کے وقت تمام انبیاء کا نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا منتظر رہنا۔

4) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فوقیت وبرتری۔

اللہ تعالی کا حکم ہوا : اے جبرئیل ! تھوڑی خاک لاؤ' اب جہاں قبر مبارک ہے وہاں کی مٹی لینے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے' وہ زمین کا حصہ مارے شوق کے جھومنے لگا سفید نورانی مٹی ظاہر ہوئی' جبرائیل علیہ السلام اس مٹی کو لے کر چشمۂ تسنیم میں مشک وزعفران سے خوشبودار کئے' پھر اس نورِ مبارک کو اس خاک سے تعلق کرا کے پیش کئے۔

حکم حق جبرائیل پر صادر ہوا☆ جا مدینے کی زمیں کی خاک لا

اس نے لائی واں سے وہ خاک لطیف ☆اب جہاں حضرت کی ہے قبر شریف

خاک میں تسنیم کا پانی ملا☆ کر خمیر اس نور سے کی ایک جا

وہ موتی کی طرح روشن بنا☆ سب بہشتی نہروں میں غوطہ دیا

بحر و بر کوہ و فلک سے یوں کہا☆ یاد رکھو ہے یہ جسم مصطفیٰ

اللہ تعالی کا حکم ہوا تمام آسمانوں اور تمام زمین میں اور چو طرف اطراف عالم میں اس کو سیر کراؤ! ساتھ ہی ساتھ یہ ندا بھی کر دو۔

ھذا طیبۃ حبیب رب العالمین یہ رب العالمین کے حبیب کی خمیر کی ہوئی مٹی ہے

شفیع المذنبین یہ وہ حبیب ہیں کہ گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے

مشہور فی الاولین تمام عالم میں جن کی شہرت ہے

مذکور فی الآخرین آخر میں آنے والے لوگوں میں انہیں کا چرچہ ہے

پھر اس کو نور کی قندیل میں رکھ کر عرش کے نیچے لگادو۔

ایسا ہی کیا گیا وہ نور مبارک اس طرح بنا کر سیر کرا کر عرش کے نیچے رکھا گیا یہی نہیں کہ سب سے اول یہ نور مبارک بنا اور عرش کے نیچے رکھ دیا گیا' بلکہ وہ نور مبارک سب سے اول پیدا ہوا' اور پیدا ہوتے ہی نبی بنا دیا گیا۔

اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کنت نبیا وادم بین الماء والطین (میں اس وقت نبی ہو چکا ہوں کہ ابھی حضرت آدم پانی اور مٹی میں خمیر کئے جا رہے تھے)

اب بحث یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں آپ کا جو نبی ہونا مذکور ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ علم الہی میں نبی تھے تو سب انبیاء بھی علم الہی میں نبی تھے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ :۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ صرف علم الہی میں ہی نبی تھے بلکہ آپ ظاہراً تمام فرشتوں اور تمام روحوں کے اور تمام نبیوں کے نبی تھے' ان سب کو علوم الہیہ کا برابر فیض پہونچا رہے تھے۔

روزِ میثاق جب تمام ارواح سے سوال ہوا : اَلست بربکم (کیوں میں تمہارا رب نہیں ہوں) سب کے سب آپ کے نور مبارک کی طرف تکتے تھے کہ دیکھیں آپ کیا

جواب دیتے ہیں، سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک نے فرمایا "بلی انت ربنا" (کیوں نہیں بے شک آپ ہمارے رب ہیں) اس کے بعد اوروں نے بھی کہا "بلی" (کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں) اسی کی طرف حضور کا اشارہ ہے "نحن السابقون الاخرون" (ہم سب سے سابق ہیں مگر دنیا میں آنے میں سب سے آخر ہیں)

جب اس نور مبارک سے اور نبیوں کے نور پیدا ہوئے تو خدائے تعالی نے فرمایا: اے میرے حبیب کے نور ان تمام پیغمبروں کے کی طرف نظر ڈال! نظر ڈالتے ہی تمام پیغمبروں کے نور ایسے ماند پڑھ گئے جیسے آفتاب کے سامنے تارے، توسب پیغمبروں نے عرض کیا: الہی! یہ کون ہے کہ ان کے نور نے ہم سب کے نور کو چھپادیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا یہ نور محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر تم سب ا ن پر ایمان لائیں تو میں تم سب کو پیغمبر بناتا ہوں، سب پیغمبر کہنے لگے: الہیٰ! ہم سب ان پر بھی ایمان لائے اور ان کی نبوت پر بھی۔ اللہ تعالی نے فرمایا اچھا میں اس پر گواہ ہوں۔

(مضمون بالا کی دلیل قرآن سے)

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

(ترجمہ : جب کہ اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ ہم جو تم کو اپنی کتاب اور عقل سلیم دیں 'اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق بھی کرے تو دیکھو ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا۔اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے اس کو تسلیم کیا۔ پیغمبروں نے عرض کیا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں 'خدانے فرمایا اچھا تو آج کے قول وقرار کے گواہ رہو 'اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہم بھی ہیں۔)

(سورہ اٰل عمران پ 3 'ع 9)

اسی واسطے آپ نبی الانبیاء ہیں 'اسی واسطے آپ شب معراج میں تمام انبیاء کے امام ہوئے اسی واسطے قیامت میں تمام انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اسی واسطے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پروردگا عالم فرماتا ہے :

اگر میں ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو کیا ہوا'آپ کو میں اپنا حبیب بنایا ہوں ' خلیل اگر عاشق الہی ہیں تو آپ محبوب الہی ہیں 'کوئی مخلوق میرے پاس آپ سے زیادہ عزت دار نہیں ' میں سارا عالم اسی لئے پیدا کیا ہوں کہ آپ کی جو قدر و منزلت میرے پاس ہے وہ ان سب کو دکھاؤں اور آپ کے مراتب سے واقف کراؤں 'اگر آپ نہ ہوتے تو کسی کو پیدا ہی نہ کرتا۔

درآں روزے کہ خوباں آفریدند : روز میثاق میں جب پیغمبروں کی روحوں کو پیدا کئے

ترا بر جملہ سلطاں آفریدند : آپ کو سب کا بادشاہ بنائے

ملاحت بر تو یک سر ختم کردند : حسن و خوبی آپ پر ختم کردیئے

پس انگاہ ماہ کنعاں آفریدند : اس کے بعد ماہ کنعان یعنی حضرت یوسف کو پیدا کئے

ترا دارند توقیع سعادت : آپ کو سعادت کا فرمان دیئے

وزاں پس نوع انسا آفریدند : اس کے بعد انسان کو پیدا کئے

سوارے چوں تو در میدان خوبی : آپ کے جیسا ہر قسم کی خوبی رکھنے والا کوئی سواء دنیا میں نہیں آیا

نیامد تا کہ میدان آفریدند : جب سے کہ میدان دنیا پیدا کئے ہیں۔

الغرض یہ نور مبارک ہزار ہا سال ، برس ہا برس ذکر و حمد کرتا رہا۔

فصل : 6

اس فصل کے مضامین :۔

(1) نور مبارک سے تخلیق خلیفۃاللہ

(2) ضرورت خلیفۃاللہ

(3) عطائے عشق و محبت

سارا عالم ہے مگر دل جلے نہیں ، عشق و محبت کا کہیں نام ونشاں تک نہیں
کیوں کہ انسان ہی نہیں تو پھر عشق و محبت کہاں سے آئے ' سارا عالم سونا پڑا ہے '
سر از روزن برآر۔ کا وقت آ گیا' یکایک ارشاد باری تعالی ہوا :

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً- (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں)

(سورہ بقرہ پ2 'ع4)

آگ نے کہا : خلیفہ مجھ سے بنے گا کیوں کہ اللہ تعالی اپنے نور کی تشبیہ مجھ
سے دیا ہے۔ : "مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ" -

(اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور اس طاق میں چراغ رکھا ہے)

(سورہ نور پ18 ‘ ع5)

ہوا نے کہا کہ میری شان میں :

وَہُوَ الَّذِی اَرۡسَلَ الرِّیَاحَ بُشۡرًا بَیۡنَ یَدَی رَحۡمَتِہٖ - (اور وہ وہی قادر مطلق ہے جو اپنی رحمت یعنی مینھ (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو مینہ کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا ہے (سورہ فرقان پ19 ‘ ع5)

وہ خلیفہ مجھ سے بنے گا-

پانی نے کہا :

کل شئٍ حی من الماء- (ہر چیز پانی سے زندہ ہے)

میری شان ہے خلیفہ مجھ سے ہو گا۔

خاک سر جھکائے مغموم پڑی تھی اور خیال کر رہی تھی کہ بھلا میں کس گنتی میں ہوں اللہ تعالی کا حکم ہوا۔ ہم کو عاجزی بہت پسند ہے ہم مٹی سے اپنا خلیفہ بنائیں گے ‘ سب کو تعجب ہوا کہ خلیفہ کی کیا ضرورت ہے ‘ اللہ تعالی کا ارشاد ہوا ‘ بادشاہ کو جہاں شوکت وعظمت دکھانے کے لئے خدم و حشم ضروری ہیں وہیں بادشاہ کے لئے ایک مونس و محرم راز کی بھی ضرورت ہے تا کہ عشق و محبت کا لطف

اٹھائے۔

سارا عالم خدم و حشم کی طرح ہے جس سے میری قدرت اور سلطنت ظاہر ہوتی ہے مگر ان میں میرا مونس ہونے کے قابل کوئی نہیں، کسی کو عشق و محبت کرنا نہیں آتا، اس لئے میں انسان بناتا ہوں کہ وہ اس کے قابل ہے۔

حکایت :۔

سلطان محمود غزنوی کے پاس ہزار ہا غلام تھے یہ سب شوکت و دبدبہ دکھانے کے لئے تھے، عشق و محبت جتانے کے لئے اگر کوئی تھا تو ایک ایاز تھا، جب بھی گورنریاں خالی ہوتیں تو ایک ایک غلام ان جائیدادوں پر گورنر مقرر کیا جاتا وہ خوشی سے چلے جاتے، ایک وقت ایک جائیداد گورنری کی خالی ہوئی، اس پر بادشاہ نے ایاز کا نام لکھا۔ ایاز بے حد رونے لگا سب نے کہا یہ تو خوشی کا وقت ہے کہ تجھ کو ایک ملک کا بادشاہ بناتے ہیں رونے کا کیا موقع ہے ایاز نے کہا اب تک میں باشاہ کا مونس اور محرم راز تھا اب اور خدم و حشم کے جیسا ہو گیا، اس سے میرا رتبہ گھٹ گیا نہ کہ بڑھا۔ ایسے وقت ہنسنے کا کیا موقع ہے۔

داد ایاز آں حال قومے را جواب
گفت بس دور ید از نہج صواب

نیستند آگاہ کہ شاہِ انجمن

دور می اندازدم از خویشتن

گر بہ حکم من کند ملک جہاں

من نہ گردم غائب از وے یک زماں

ہر چہ گوید آں توانم کرد و بس

لیک از دوری نجویم یک نفس ۔

من چہ خواہم کرد ملک و کار او
ملک مارا بس بود دیدار او
گر تو مری دی ، طالبی و حق شناس
بندگی کردن بیاموز از ایاز

ایاز نے اس وقت ان لوگوں کو جو گورنری
پر نہ جانے سے سرزنش کر رہے تھے ایسا
جواب دیا اور کہا کہ تم کو سیدھے راستہ کی خبر ہی نہیں
گورنری نہ اختیار کرنے کی وجہ میں جانتا ہوں
تم کو خبر نہیں کہ باشاہ جہاں پناہ اپنے سے
مجھ کو دور بھیج رہے ہیں۔

اگر وہ سارے جہاں پر مجھے حکومت دیدیں تو
بھی میں ان سے ایک لحظہ دور نہیں ہونا چاہتا ہوں
جو وہ حکم دیں میں وہ کرنے راضی ہوں
لیکن ان سے ایک لحظہ کی دوری بھی نہیں چاہتا ہوں
سلطنت تو ان کا دیدار ہے یہی بس ہے۔
اے انسان اگر تو مرد خدا ہے اور خدا کا طالب
ہے، کچھ حقیقت کی تجھے خبر ہے تو عبادت اور محبت کرنا ایاز سے سیکھ۔

اللہ تعالی کی جانب سے ایک ندا کرائی گئی کہ ہماری امانت جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے عالم ناسوت میں کون لے جاتا ہے۔

گوہرے بر سر بازار ظہور آوردند
تا خریدار وے از کون و مکان بر خیزد

ایں گرانمایہ متاع از دو جہاں مستغنی است
طالبے کو کہ ہم از جان و جہاں بر خیزد

تاکہ سارے جہاں سے اس کا خریدار پیدا ہو۔
یہ بہت بھاری قیمت کا سامان ہے دو جہاں بھی
اس کی قیمت نہیں ہو سکتی، کہاں ہے اس کا طالب،

جان اور جہاں سب دے کر خریدے۔
ایک لاقیمت جوہر کو بازار میں سب کے سامنے پیش کئے ہیں۔

انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض والجبال۔
(سورۂ احزاب' پ22ع9)

ہم نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہماری امانت ہے' آسمانوں پر اور زمین پر اور
پہاڑوں
پر پیش کیا۔

اس امانت کا اٹھانا کسی سے نہ ہو سکا" حملها الانسان " (انسان نے ارادتاً
بلاتامل اس امانت کو اٹھالیا اور کہا۔

بہ نشیں بر دل ویرانہ ام اے گنج مراد
کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

خزانہ ویرانہ میں رہتا ہے اس ویرانہ دل میں تو
جو مثل خزانہ کے ہے آ جا۔اے خزانے ! میں

تیرے ہی آنے کے لئے اس دل کے گھر کو ویران کر کے رکھا ہوں۔

بھلا انسان خاکی اور نور محمدی اس لئے فرمایا:

انہ کان ظلوماجہولاً (سورۂ احزاب' پ22ع9)

انسان نے یہ بھاری ذمہ داری کی امانت اٹھا کر اپنے نفس پر ظلم کیا اور نادانی کا کام کیا) بھلا انسان کدھر اور نور محمدی کا اٹھا کر عالم ناسوت میں لیجانا کدھر' شک نہیں کہ وہ اپنے حق میں بڑا ہی ظالم تھا۔

فصل۔7

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض کئے جانے کے بیان میں۔

انسان کو خلیفہ بنادیا گیا اور وہ اپنے نائب بنانے والے اللہ کی امانت نور محمدی لے کر عالم ناسوت میں جانے لگا تو اس سفر کی ضروری تیاری کی جارہی ہے۔

قاعدہ ہے کہ بادشاہ کسی کو اپنا نائب بنا کر کسی مھم پر بھیجتا ہے تو اس کے رخصت کرتے وقت بادشاہ بھی خود شریک ہوتا ہے' اسی طرح اب جب کہ انسان بنائے ہیں تو یوں تیاری کر رہے ہیں" **خمرت طینۃ آدم بیدی** " (سارے عالم کو "**کن**" (ہو جا) کہہ کر پیدا کیا ہوں' مگر آدم کا پتلا بنانے کے کیچڑ کو میں اپنے ھاتھ سے خمیر کیا ہوں)

یا یوں سمجھئے کہ لوگ جب عمارت بنواتے ہیں تو مزدوروں سے کام کراتے ہیں' اور جب خزانہ رکھنے کا وقت آتا ہے اسوقت مزدور کو ہٹا کر کیچڑ میں ہاتھ ڈال کر خزانہ رکھتے ہیں۔

اب وقت آگیا ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھیں' اس لئے تمام عالم کو تو فرشتوں سے بنوائے' آدم کو خود آپ اپنے ہاتھ سے بنا کر اس میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل خزانہ کے آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا۔

غرض کہ آدم علیہ السلام کا پتلا بنا وہ سوکھا ہوا پڑا تھا' ابھی اس میں روح نہیں بھری تھی' اسوقت کا واقعہ ہے کہ ابلیس نے آکر ہانڈی کی طرح بجایا تو وہ پتلا کھن کھن آواز دینے لگا۔ حقیقت میں یہ آواز کھن کھن نہیں تھی بلکہ دوست کے سوا غیر کا ہاتھ لگنے سے وہ پتلا شور کر رہا تھا۔

روح کو اللہ تعالی کا حکم ہوا کہ اس پتلے میں چلی جا، روح لطیف، خاک کے پتلے میں جانا نہیں چاہتی تھی۔

قاعدہ ہے کہ جب پرندہ جال میں نہیں جاتا تو دانہ ڈالتے ہیں تب پرندہ جال میں چلا جاتا ہے، ایسے ہی چوں کہ آدم علیہ السلام کی روح پتلے میں نہیں جارہی تھی تو اللہ تعالی نے نور مبارک کو مثل دانہ کے آدم کی پیشانی پہ رکھا یہ دیکھتے ہی روح قربان ہو کر پتلے میں گھس گئی ۔

پھر ید قدرت نے آدم کو بنا

نور پیشانی میں احمد کا رکھا

یوں ہوا حکم الہی روح کو

داخل اب تو قالب آدم میں ہو

روح نے پہلے بہت انکار کی

نور احمد دیکھ راضی ہو گئی

حضرت آدم علیہ السلام ہمیشہ اپنی پیشانی سے ایک آواز سنتے تھے' ایک دن عرض کئے الہی ! یہ کیسی آواز ہے' ارشاد ہوا یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تسبیح کی آواز ہے جو تمہارے فرزند ہیں' اچھے تقدیر اس باپ کے ہیں جن کا ایسا مبارک فرزند ہے۔

آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی اور جنت سے نکالے گئے 200 دوسوسال تک روتے رہے' رونے کا کچھ اثر نہ ہوا' آدم کو خیال ہوا کہ عالم بالا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جگہ فضیلت دیکھا ہوں ان کے وسیلے سے دعا کرنا چاہئے جب یہ دعا کئے " **بحق محمد ان تغفرلی**" (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اے اللہ میرے گناہ معاف کردے) مغفرت ہوگئی۔

ہوگئی آدم صفی سے جب خطا

حق نے جنت سے انہیں باہر کیا

اتنا روئے حضرت آدم نبی

اشک سے جنت میں سبزی ہوگئی

جب محمد مصطفیٰ کا نام لے

التجا آدم نے کی اللہ سے

یاالٰہی از طفیل، مصطفیٰ

بخش دے مجھ غمزدہ کی توخطا

التجا یہ سن کے خالق نے کہا

آج آدم جو بھی ہم سے مانگتا

سب کے سب اولاد کے عصیاں تیرے

بخشدیتے ہم طفیل اس نام کے

الغرض وہ نور مبارک پتلے میں سرایت کرگیا' روح جسم میں جب پھرنے لگی' مٹی گوشت وپوست ہونے لگی' اس حالت میں آدم علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان آراستہ ہے نورانی تاروں سے جگمگارہا ہے' آفتاب نور کا بقعہ بن رہا ہے زمین طرح طرح کے پھول اور پھل سے عجب بہار دکھارہی ہے۔

آدم علیہ السلام خیال کئے یہ سارا کارخانہ کس کی قدرت کا بنایا ہوا ہے' کس حکیم کے ہاتھ کا جوڑا ہوا ہے' غیب سے آواز آئی' یہ کارخانہ ایک زبردست قدرت

والے کا بنایا ہوا ہے یہ سب آئینے ہیں محبوب حقیقی کو دیکھنے کے۔

اے بنی آدم ! یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی سنت ہے کہ زمین و آسمان کو دیکھ کر ہماری معرفت حاصل کرو۔

الغرض آدم علیہ السلام جنت میں جدھر سے گزرتے سب ملائکہ اس نور کی برکت سے ان کو سلام کرتے اور اسی نور کی برکت سے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے ناموں کا علم دیا، مسجود ملائکہ بنایا، اسی طرح یہ نور حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہم السلام کو ہر جگہ کام آیا۔

تھی بچی کشتی نوح کی اس نور سے

اور ابراہیم آتش سے بچے

پاس اسماعیل کے یہ نور تھا

ان کے بدلے میں فداد نبہ ہوا

باب دوم

ابتداً بتایا جاچکا ہے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام کائنات بنی منجملہ کائنات کے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے، آئندہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کے دھوکا دہی کا تفصیلی ذکر آرہا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دھوکا دیہی کے مضمون سے قبل ابلیس کے گمرہ کرنے کی فطرت کو بتایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے گمراہی سے بچنے کے تدابیر بھی بتادیئے جائیں۔

اسلئے اس باب میں ابلیس کے عام طور پر گمراہ کرنے کا تفصیلی بیان ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ -

اور قیامت میں جب آخری فیصلہ ہوچکے گا اور لوگ شیطان کو الزام دیں گے تو شیطان کہے گا خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا سو اس نے پورا کیا اور وعدہ تم سے میں نے بھی کیا تھا مگر ہیں نے
تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی اور تم پر میری کچھ زبردستی تو تھی نہیں، بات اتنی ہی تھی کہ میں نے
تم کو اپنی طرف بلایا، اور تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے الزام نہ دو بلکہ اپنے تیئں الزام دو، آج نہ تو
میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ (سورۂ ابراہیم، پ13ع4)

آئندہ آنے والے مضمون کا خلاصہ :

ایک شخص جانی دشمن کو اپنا سچا دوست سمجھ رہا ہے تو اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے ' یہی نہ ' کہ اس کی اس حرکت کی وجہ سے آپ اس کو بری طرح یاد کریں گے۔

اگر آپ کا کوئی دوست یہ غلط دوستی دیکھ کر نہ رہ سکا اور غلطی بتادیا ' پھر بھی آپ اس دوست کی نہ سن کر دشمن کو ہی دوست سمجھ رہے ہیں ' اس کی سنتے ہیں ' یہ پر بیتی نہیں آپ بیتی ہے ' ہماری یہی حالت ہے کہ اللہ جو ہمارا دوست ہے ' اس کی نہ سن کر شیطان جو ہمارا دشمن ہے اس کے کہنے پر چل رہے ہیں اور وہ جو کہے اس پر عمل کر رہے ہیں۔

فصل۔1

اس باب کے آئندہ فصلوں میں ابلیس کی سرکشی اور انسانی دشمنی کا ذکر ہے ' اس لئے اس فصل میں انسان کو شیطان سے دشمنی کرنے اور اللہ تعالی اور اس کے قاصد یعنی حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے دوستی کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

محبت کی علامت کیا ہے ؟ بہت سی علامتیں ہیں ' ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس سے ہم کو محبت ہے اس سے کسی دوسری چیز کو اگر کچھ علاقہ ہو تو اس سے بھی

محبت ہو۔

حکایت :

ایک روز مجنوں نے ایک کتے کو دیکھا دوڑ کر جا کر کتے سے لپٹ گیا، کبھی اس کے قدم چومتا، کبھی اس کے قربان ہوتا، لوگ اس کے ان حرکات کو دیکھ رہے تھے آخر لوگوں نے کہا : ارے دیوانے ! حقیقت میں تو دیوانہ ہے، نجس کتے کے ساتھ تو یہ کیا معاملہ کر رہا ہے۔

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن
اندر آب نگر شبے از چشم من
فقال دعوا الملامۃ ان عینی
رآتہ مرۃً فی حی لیلا
کیں طلسم بستۂ مولا ست ایں
پاسباں کوچۂ لیلا ست ایں

مجنوں نے کہا تو ظاہر بین ہے، تجھے کیا خبر
ذرا میری آنکھ سے دیکھ۔
مجھے ملامت نہ کر، میں نے اس کتے کو میری معشوقہ
لیلیٰ کی گلی میں ایک رات دیکھا ہے
میری لیلیٰ کا یہ پاسبان ہے بس اتنے سے

علاقہ کی وجہ قربان ہو رہا ہوں۔

ذرے ذرے سے علاقہ رکھنے والے پر قربان ہونا علامت محبت کی ہے ' عاشقوں کا طریقہ ہے کہ خط آئے تو اس پر صدقہ ہوں ' قاصد آئے تو ان پر قربان ہو جائیں۔

صاحبو! آپ کے لئے خط قرآن ہے اور قاصد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ' تو کیا آپ کے اللہ اور سول کے ساتھ محبت کا یہ تقاضہ نہیں ہے کہ قرآن پر صدقہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں۔

اگر ایسا ہی محبوب کا اگر کوئی ذرا دشمن ہے تو وہ اس کا بہت بڑا دشمن بن جاتا ہے ' لیلیٰ کی دشمنی کرنے والے سے کبھی مجنوں کو محبت نہیں ہو سکتی ' کبھی اطاعت نہیں کر سکتا ' اگر صرف وہ لیلیٰ کا دشمن ہی نہیں ہے بلکہ مجنوں کے واسطے رقیب بنا ہوا ہے ' لیلیٰ چاہتی ہے کہ مجنوں سے ملاقات کرے ' مگر یہ کمبخت رقیب ایسے ایسے تدابیر کرتا ہے کہ مجنوں لیلیٰ سے نہ مل سکے ' تو کیا ایسے رقیب سے مجنوں کو محبت ہو سکتی ہے ' کیا وہ اس کی اطاعت کر سکتا ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ لیلیٰ خود کہتی ہو کہ میرے مجنوں تو رقیب کی نہ سن ' میں تجھ سے ملنے کے لئے تیار ہوں اتنا کہنے پر بھی کیا مجنوں رقیب کی اطاعت کریگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

صاحبو! پھر تم کیسے خدا کے چاہنے والے اور اس کے عاشق ہو جی ' نہ تم کو اس کے علاقہ رکھنے والوں سے محبت ہے ' نہ اس کے خط کی کچھ قدر ہے ' نہ اس کے قاصد کی اطاعت ہے بلکہ خدا کا دشمن تمہارا رقیب جو شیطان ہے ' اس سے محبت

کرتے ہو' اس کی اطاعت کرتے ہو' بار بار خدا تعالی فرماتا ہے میرے بندے تو شیطان کی نہ سن پھر تو میں تیرا ہوں' تو میرا ہے' اللہ تعالی کے اس ارشاد کو کسی نے نہ سنا' پھر بھی اسی شیطان کی اطاعت ہے اور اسی سے محبت ہے' سچ فرمائے اگر خدا ملے تو کیسے ملے اور کیسے اس سے محبت بڑھے ؟

اس مضمون کو خدائے تعالی نے ایک جگہ نہیں کئی جگہ اشارتاً صراحتاً ارشاد فرمایا ہے کوئی سنتا ہی نہیں' اب اسی بات کو کچھ سمجھانا ہے اور انسان سے شیطان کی بے وجہ عداوت ہونے کا سبب بتلانا ہے۔

فصل۔2

اس فصل میں شیطان کے سرکشی و تکبر کا تقابل خاصان خدا کے عجز سے کیا جاتا ہے

واقعہ یوں ہوا کہ ابلیس خداوند تعالیٰ کی اس قدر عبادت کیا کہ خدائے تعالیٰ کا مقرب بن گیا۔

مال کی طرح عبادت سے بھی رعونت' نخوت' تکبّر پیدا ہوتے ہیں' اس ظالم کو بھی یہی بات پیدا ہونے لگی' ایک روز بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا کہ ہمارا ایک بندہ ہے' ہم اس کو اقسام کی نعمتوں سے اور عزت سے سرفراز کیئے۔ زمین سے آسمان پر لے آئے' آسمان سے جنتوں میں پہنچائے' باوجود اتنے

احسانات کے ہم اس کو ایک بات کا حکم کریں گے وہ نافرمانی کرے گا۔

شیطان نے کہا الہیٰ ! وہ کون سا بندہ ہے مجھ کو دکھا ' میں اس کو ہلاک کروں گا کہ اس کمبخت سے تیرے جیسے محسن کی ایک طاعت نہ ہو سکی۔ حکم ہوا عنقریب دیکھ لو گے ' شیطان نے اپنے تمام اوراد و وظائف چھوڑ کر ہزار برس اس بندہ پر لعنت کرتا رہا۔ ہائے یہ نہ سمجھا کہ وہ خود ہی ہے (مردودوں کی یہی علامت ہے)

خدا کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں :

مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضور کیسے ہیں فرمائے ' کیا پوچھتے ہو ' خدا کی نعمت کھاتا ہوں اور شیطان کی فرماں برداری کرتا ہوں ' ایک روز فرمائے ' اگر کوئی مسجد کے دروازہ پو کوئی ندا کرے کہ بدترین تم میں کا کون ہے میں باہر آؤں گا اور کہوں گا کہ سب سے بدتر میں ہی ہوں۔

ایک وقت کسی عورت نے مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کو پکارا ' اے ریاکار ! آپ نے جواب دیا بیس سال ہوئے کسی نے مجھ کو میرے اصلی نام سے نہیں پکارا ' نہ مجھ کو سمجھا البتہ تو سمجھی کہ میں کون ہوں۔

فصل۔3

اس فصل کے مضامین :

1۔ اللہ تعالیٰ سے محبت میں ابلیس کی ناکامی۔

2۔ ابلیس کے ابتدائی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ کا درگذر فرمانا۔

3۔ ابلیس پر اللہ تعالیٰ کا عتاب

محبت آسان ہے مگر نباہ مشکل ہے 'امتحان کرتے ہیں جب کہیں محبت کا علاقہ جوڑتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام 'مال 'اولاد 'جان 'جب قربان کر دیئے تب کہیں خلیل کا خطاب ملا۔

سارے انبیاء کو جس قدر تکلیف پہنچی وہ سب ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی 'جب کہیں حبیب اللہ ہوئے۔

اسی طرز پر شیطان سے بھی محبت آزمانے کا وقت آگیا۔

شیطان کی پہلی خطا اور معافی : -

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا : ہم دُنیا میں ایک خلیفہ بناتے ہیں ' یہی ظالم سب فرشتوں کو سکھا کر کہلوایا ہم عبادت کے لیے بس ہیں 'ایسا ظالم مفسد کیوں پیدا کرتے ہیں 'پہلی خطا تھی در گذر کر دی گئی اللہ تعالیٰ کے پاس تو ایسی ڈھیل ہوتی ہی رہتی ہے آخر میں پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔

دوسری خطا اور معافی : -

آدم کا پتلا جب بن چکا تو ابلیس مع فوج ملائکہ کے سیر کے لیے آیا اور اس پتلے میں اندر سے باہر تک خوب گھوم کر دیکھا اور کہا مثل اور جانوروں کے یہ بھی ایک جانور ہے' خدا تعالےٰ نے کوئی نایاب چیز نہیں بنائی ہاں قلب کی طرف کچھ بات ضرور ہے 'اس کی پیدائش سے اگر کچھ غرض ہو سکتی ہے تو یہی معلوم ہوتی ہے۔خدائے تعالےٰ نے اس متکبرانہ تقریر کو بھی در گذر کیا۔

تیسری خطا اور معافی : -

ابلیس نے مارے حسد کے آدم کے پتلے پر تھوک دیا جو ناف پر گرا 'وہ تھوک ملی ہوئی مٹی آدم علیہ السلام کے جسم سے نکال کر کتا بنایا گیا 'اسی وجہ سے کتے میں حضرت آدم کے ناف کے جز کا اثر آدمی سے محبت اور شیطان کے تھوک کا اثر شیطانی اوصاف پھاڑنا وغیرہ ہیں۔ غرض ابلیس کی یہ حرکت بھی معاف کر دی گئی۔

ابلیس کی چوتھی خطاء اللہ تعالیٰ کا عتاب : -

تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ سجدہ کریں محسن کی طرف سے کہی جانے والی یہی ایک بات تھی جس کی ابلیس سے اطاعت نہ ہو سکی ‘سب فرشتوں نے سجدہ کیا‘ فرشتوں نے جب سر اٹھایا کیا دیکھتے ہیں کہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا جس کی پاداش میں صورت مسخ ہو گئی ملعون ہو گیا‘ راندۂ درگاہ ہو گیا اور زمین پر پھینک دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے عتاب سے بچنے کے شکریہ میں فرشتوں نے ایک اور سجدہ کیا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں : نماز جنازہ میں سب لوگ صفیں باندھ کر سامنے جنازہ رکھ کر جو نماز پڑھتے ہیں‘ اس میں ایک رمز ہے وہ یہ کہ نماز جنازہ پڑھنے والے یاد دلاتے ہیں کہ الہیٰ ! یہ وہی بندہ ہے جس کے باپ آدم علیہ السلام کو سامنے بٹھا کر جس طرح آپ فرشتوں کو صف بنا کر سجدہ کرائے تھے۔
اب ہم صف باندھے ہیں ایسی عزّت دے کر اس مرنے والے کو قبر و قیامت میں ذلیل نہ کرنا۔

فصل۔4

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی خطا اور ابلیس کے گناہ پر سوال کیا‘

ان دونوں نے جو جواب دیا ان جوابوں کا تقابل اس فصل میں کیا گیا ہے۔

اب یہاں خاک سے آدم کو بنانے کا راز کھلتا ہے 'آہستگی ' سکون ' وقار ' تحمل ' بردباری ' صبر ' حیا ' تواضع مٹی کے جوہر ہیں۔

جب اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوا کیوں آدم ؟ یہ قصور کیسے ہوا 'آدم عرض کرتے ہیں :

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

(الٰہیٰ ! نہ کرنا تھا کیا اگر آپ رحم نہ کریں تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے ہمارے قصوروں کو معاف فرما) (سورۃ الاعراف : 23)

جب بچہ ماں کو ہی لپٹتا ہے ' ماں کو محبت کا جوش ہو کر ریتیلے بچہ کو اُٹھا لیتی ہے ' ریت پوچھتی ہے اور سمجھا سمجھا کر بہلاتی ہے۔

ایسا ہی جب بندہ اپنے رب سے لپٹ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اپنے بندہ سے گناہوں کا ریت پوچھ کر اپنی رحمت میں لے لیتے ہیں۔ بخلاف اس کے نار کا جوہر ' تیزی ' سبکی ' جلدی ' بے قراری ہے ' جب ناری مخلوق شیطان سے اللہ تعالےٰ نے پوچھا اے ابلیس ! کیوں ایسا قصور کیا؟ اس نے جواب دیا : پروردگار تو نے مجھے دھوکا دیا۔

اس جواب پر اور اس زبان درازی کے بدلے منجانب اللہ لعنت ہوئی۔

فصل۔5

آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے اور ابلیس کی توبہ قبول نہ ہونے کی وجہ پر اس فصل میں تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تو قبول ہوئی اور ابلیس کی توبہ قبول نہیں ہوئی ' اس پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ آدم ایک گناہ کیے اور ابلیس بھی ایک گناہ کیا ' کیا وجہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور ابلیس کی توبہ قبول نہ ہوئی۔

اس کا جواب سمجھنے کے لیے ایک حکایت پر غور کیجیے۔

حکایت : -

ایک بادشاہ کے پاس دو غلام پیش ہوئے ' ایک غلام نہایت عمدہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا ' دوسرے غلام کے کپڑے پھٹے پُرانے تھے ' بادشاہ پھٹے کپڑے والے کو پسند کیا ' ریشمی کپڑے والے کو واپس کر دیا۔ وزیر نے پوچھا حضور ! خوش لباس غلام کو واپس کر دیئے ' بد لباس ' بد حال کو قبول کیے اس میں کیا بات ہے ؟ بادشاہ نے کہا : دونوں غلاموں کے کپڑے اُتار دو تو راز کھلے گا ' اور ہمارے ایک کو پسند کرنے اور دوسرے کو ناپسند کرنے کی وجہ معلوم ہو جائے گی ' وزیر نے جب دونوں کے کپڑے اُتار دیا ' کیا دیکھتا ہے کہ اچھے کپڑے والے کے جسم سے بدبو آرہی ہے اور تمام جسم پر کوڑھ کے دھبے ہیں ' پھٹے کپڑے والے غلام کے جسم سے خوشبو آرہی ہے اور تمام جسم پاکیزہ ہے ' بادشاہ نے کہا : اے وزیر ! اسی وجہ سے میں اس

کو قبول کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

ایسا ہی آدم علیہ السلام اور ابلیس دو (2) غلاموں کی طرح اللہ تعالٰے کے سامنے پیش ہوئے ابلیس " "وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ "ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی تعریف کرتے ہیں) کا ریشمی لباس پہنا ہوا اور " وَنُقَدِّسُ لَكَ" (ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں) کا کمر بند لگایا ہوا تھا(پ 1 ع 4 سورہ بقرہ: 30)

ادہر آدم علیہ السلام تواضع انکساری، شکستہ دلی کا پُرانا لباس پہنے ہوئے تھے، گناہ نے دونوں کا لباس اُتار دیا تو ابلیس کے جسم سے حسد کے کوڑھ کے دھبے اور تکبّر کی بدبو آنے لگی، ادھر آدم علیہ السلام کے جسم سے عاجزی و دردِ دلی و قصور کے اقرار کی خوشبو آنے لگی۔ یہ وجوہات تھے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تو قبول کیا اور ابلیس کی توبہ قبول نہیں کیا۔

فقہ کے مسئلہ سے بھی اس کو سمجھ لیجیے:

مسئلہ :-

کوئی شخص غلام خریدے اور خریدنے کے بعد معلوم ہو کہ غلام کے منھ سے بدبُو آتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے منہ کی بدبو عارضی ہے اور کوئی چیز کھانے سے ہوئی ہے یا اصلی بیماری ہے، اگر عارضی ہے تو غلام واپس نہیں ہوگا، اصلی ہو تو

واپس ہو گا۔

اس مسئلہ کی تطبیق آدم علیہ السلام سے اس طرح ہوتی ہے کہ : -

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں کے منھ سے گناہ کی بدبو آرہی تھی مگر ابلیس کی بدبوئی تکبر کی بیماری سے تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی بدبوئی گیہوں کھانے کی وجہ سے عارضی تھی اس لیے حضرت آدم علیہ السلام قبول کیے گئے اور ابلیس واپس کیا گیا یعنے مردود ہو گیا

ایک اور مثال سے اس مضمون کو واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سونا دیکھنے والوں کو بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے ' صراف تک بھی دھوکا کھاجاتے ہیں مگر کالا پتھر یعنے کسوٹی لے کر سونے کو اس پر جب رگڑ تے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس کو ہم کھرا سمجھے تھے وہ تو کھوٹا ہے۔ ایسا ہی ابلیس سونے کے جیسا چمک رہا تھا فرشتے بھی دھوکا کھاگئے مگر حضرت آدم علیہ السلام کی کسوٹی پر رگڑتے ہی معلوم ہوا کہ ابلیس بالکل کھوٹا ہے اس لیے وہ واپس کر دیا گیا مردود ہو گیا۔

فصل۔6

یہ فصل ابلیس کے معتوب ہونے کے باوجود اس کے قیامت تک زندہ رہنے کی دعا قبول ہونے کے وجوہات کی صراحت میں۔

ابلیس نے کہا الہیٰ ! اگرچہ میں کھوٹا ہوں پھر بھی میری کچھ نہ کچھ قیمت ہونی چاہیے۔ اللہ رے سخی دربار، اللہ تعالےٰ کا حکم ہوا، مانگ کیا مانگتا ہے۔

ابلیس نے عرض کیا الہیٰ ! صرف اتنی آرزو ہے کہ قیامت تک زندہ رہوں۔ باری تعالےٰ کا حکم ہوا قیامت تک تو نہیں البتہ " **نفخۂ اولی** " (پہلی بار پھونکے جانے تک) موت سے مہلت دی جاتی ہے۔

چاہیے تو یہ تھا توبہ کرتا، مگر وہی ہٹ بس یہی بُرا ہے، ہائے مانگا بھی تو کیا وہی دُنیا کی چند روزہ زندگی، اسی کو دُنیا میں کھپ جانا کہتے ہیں ایسے اعمال سے آخرت بالکل بھولی جاتی ہے یہی بُرا ہے۔

آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو مقبول کیا، ان کو مہلت نہیں دیا، ابلیس کو مردود کیا، اس کو قیامت تک کی مہلت دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس مضمون کو سمجھنے کے لیے ذیل کی حکایت پر غور کیجئے :

حکایت : -

بادشاہ کا ایک شکاری کتا تھا' بادشاہ اس کو بہت چاہتا تھا اس کے گلے میں سونے کا پٹہ ڈالا تھا جب یہ کتا بوڑھا ہوا تو اس کی عقل میں فتور آگیا' مالک کو ہی کاٹنے لگا' بادشاہ نے کہا جب یہ مالک کو ہی نہیں پہچانتا تو اب یہ کس کام کا۔ اس کو لے جا کر جنگل میں چھوڑ دو' مگر اس کے گلے کا پٹہ مت اُتارو' خدمت گذار عرض کیے سرکار اس میں کیا حکمت ہے؟ بادشاہ نے کہا اس کتے سے میں شکار کر کے دل بہلایا ہوں' میری طرف سے اب اس کتے کا یہ آخری حصّہ ہے اس کے بعد یہ مجھ سے کوئی آرام نہیں دیکھے گا۔

ایسا ہی حال ہے ابلیس کا کہ بہت مدت تک خدائے تعالٰے کی عبادت کرتا رہا 'آخر میں یہ اپنے مالک سے ہی بدل گیا' اس لیے اس کو دُنیا کے جنگل میں چھوڑ دیئے ہیں اور اس کے گلے میں قیامت تک کی عمر کا پٹہ رہنے دیئے ہیں' خدائے تعالٰے کی طرف سے یہی اس کا آخری حصّہ ہے پھر کبھی راحت نہیں دیکھے گا۔

فصل 7۔

عالم، جاہل، زاہد، عوام، خاص کو بھٹکانے کا جو ابلیس نے ارادہ کیا ہے، اس فصل میں اس کا بیان ہے۔

شیطان کے حسد اور کینہ کی کوئی حد نہ رہی، اس کے دل میں جم گیا کہ ساری خرابی آدم علیہ السلام کے سبب سے ہوئی اس لیے آدم کا اور آدم کی اولاد کا دشمن ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا پہلا وعدہ : -

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ - (پ 15 ع 7، سورہ بنی اسرائیل : 62)

آدم کی اولاد کا ستیاناس کروں گا کبھی آپ کا نہیں ہونے دوں گا۔

" بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ " (پ 14 ع 3 سورۃ الحجر : 39)

آپ کے دھوکا دینے کی قسم ! آدم کی اولاد کے سامنے دُنیا اور دُنیا کے خواہشات کو نہایت لذیذ اور خوشنما کر کے دکھلاؤں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آخرت میں رسوائی اور فضیحت دیکھیں گے۔

صاحبو ! کیا کام کی وہ لذت جس کے آخر میں فضیحت ہو، اس کی ایسی مثال ہوئی کہ کسی نے بڑا مزیدار کھانا کھایا پھر ہو گئی اس کو بد ہضمی، لذت گئی گذری

ہوئی اور فضیحت رہ گئی۔

اللہ تعالٰے سے ابلیس کا دوسرا وعدہ :-

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (پ14ع3 سورۃ الحجر: 39)

سب کو گمراہ کر دوں گا عوام مثل گیند کے ہوں گے جس طرح چاہوں گا بھٹکاؤں گا البتہ عالموں سے کہوں گا تمہارا علم ہی بس ہے تم کو عمل کی کیا ضرورت ٬ تم خود شفاعت کرو گے ہائے ! انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ بیمار کی بیماری علمِ طب جاننے سے نہیں جاتی۔
طبیب کو بھی دوا پینا پڑتا ہے ٬ ایسا ہی عالم کو بھی عمل کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا تیسرا وعدہ :-

عابدوں اور زاہدوں کو پانی کے اور طہارت کے وسوسوں میں رکھوں گا ۔ظاہری طہارت میں ہی پھنسا رکھوں گا مال حرام آتا ہے تو آنے دیں ٬ اس کے احتیاط کی کچھ فکر نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ابلیس کا چوتھا وعدہ :-

قاریوں کو حروف درست کرنے میں اور آواز بنانے اور درست کرنے میں ہی رکھوں گا۔ دل کو کھینچ تان کر تیری طرف لانے کی فکر نہیں کرنے دوں گا۔

ہائے ! قاریوں کو یہ سمجھنے ہی نہ دوں گا کہ اگر کوئی حاکم وامیر کے سامنے کہے

" ایھاالامیر " اور امیر کے میم اور را درست کرنے میں رہا تو امیر کہے گا یہ کیا دل لگی کر رہا ہے نکال دو اس کو۔

نماز میں قراءت سے زیادہ دل کو درست رکھنے کی تائید میں یہ حکایت ہے :

حکایت : -

حضرت حبیب عجمی رحمۃاللہ علیہ کے پاس حضرت حسن بصری رحمۃاللہ علیہ گئے نماز کا وقت تھا، حضرت حبیب عجمی رحمۃاللہ علیہ امام بنے، حضرت سے قراءت اچھی طرح ادا نہیں ہوئی، حضرت حسن بصری رحمۃاللہ علیہ کو خیال ہوا کہ نماز فاسد ہو گئی تنہا پڑھے رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے، عرض کیے الٰہی ! آپ کی رضا کس چیز میں ہے ؟ حکم ہوا ہماری رضا کا موقع آگیا تھا تم نے قدر نہ کی، حضرت حسن رحمۃاللہ علیہ عرض کیے وہ کونسا موقع تھا؟ حکم ہوا : حسن ! اگر تم حبیب عجمیؒ کے پیچھے نماز پڑھتے تو تمہاری تمام نمازوں کی یہ نماز سر دار ہوتی "

حسن تم زبان کی درستگی کو دیکھے دل کی درستگی کو نہیں دیکھے۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا پانچواں وعدہ :-

عام صوفیوں کو لباس ایسا بنانے میں رکھوں گا کہ مثل حقیقی صوفی کے تکڑے تکڑے نئے کپڑوں کے لگا کر سلائیں' حالاں کہ حقیقی صوفی کپڑا نہ ہونے سے بناتے تھے' یہ کپڑا رکھ کر صرف ویسی صورت بناتے ہیں یعنی صورت صوفیوں کے جیسی بنادوں گا حالت ویسی ہونے نہ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا چھٹا وعدہ :-

مالداروں کو سکھاؤں گا کہ حرام کمائی کمائیں اگر کوئی کہے تو جواب دلاؤں گا کہ جائز ہونے کا فتویٰ ہو گیا ہے پھر ان سے بخالت کراؤں گا یا اسراف یا نام و نمود کیلئے خرچ کراؤں گا آپ کے لیے کچھ کرنے نہ دوں گا۔"

غرض دُنیا کو سب کے سامنے خوش نما بنا کر پیش کروں گا اور کہوں گا کہ ایسی خوب صورت دُنیا کو کون لیتا ہے لے لے' کفار تو گرپڑ کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ تعالیٰ سے ابلیس کا ساتواں وعدہ :-

البتہ مسلمان جن کو آپ اپنا دوست کہیں گے وہ انکار کریں گے اور کہیں گے دُنیا کا نمونہ دو ہم پہلے چکھ کر بعد میں لیں گے، میں کہوں گا نمونہ حاضر ہے مگر نمونہ کے عوض کچھ رہن رکھاؤ مسلمان کہیں گے کیا رہن رکھائیں؟ میں کہوں گا اپنے کان اور آنکھ گروی رکھاؤ تو مسلمان راضی ہو کر اپنی آنکھ اور کان میرے پاس گروی رکھائیں گے اور سب دنیا کا مزہ چکھ کر دنیا کے پیچھے پڑھ جائینگے، انکے آنکھ اور کان تو میرے پاس گروی ہوں گے اس لیے ہزار کوئی دُنیا کے عیوب بیان کرے مگر ایک عیب بھی ان کے سننے میں نہیں آئے گا، ہزار دُنیا کی بے وفائی اور اس کے دیدے بدلنا دیکھیں گے مگر کچھ نظر نہیں آئے گا نہ عبرت ہو گی۔

حکایت :-

ایک مرشد کے پاس مرید شکایت کیا کہ حضرت میں شیطان سے تنگ آگیا ہوں بہت کوشش کرتا ہوں وسوسے جاتے ہی نہیں۔ مرشد کہے : ابھی ابھی میرے پاس سے شیطان رو رو کر گیا ہے کہ لوگوں سے میں تنگ آگیا ہوں کہ اپنے دل میں میرے آنے کی شکایت کرتے پھرتے ہیں" دُنیا میری بیٹی ہے اس کو اپنے دل میں رکھے ہیں، بیٹی کے واسطے میں آتا ہوں اگر آج دُنیا کو اپنے دل سے نکال دیں تو پھر میں کبھی ان کے پاس نہ جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا آٹھواں وعدہ :-

لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا (پ5ع18 سورۃالنساء: 118)

(تیرے سب بندوں سے اپنی اطاعت کا مقررہ حصہ لوں گا)

وَلَاُضِلَّنَّهُمۡ (پ5ع18 سورۃالنساء: 119)

ان کو گمراہ کر کے عقائد میں خلل ڈالوں گا)

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ (پ5ع18 سورۃالنساء: 119)

ان کے دلوں میں طرح طرح کے آرزو ڈالوں گا

ہمیشہ اس خیال میں رکھوں گا کہ اس دار فانی سے ان کو کوچ کرنا ہی نہیں ہے جس طرح بھی ممکن ہو آرزوؤں کے پورا کرنے کا شوق دلاؤں گا جس کے واسطے ایذارسانی جھوٹ، ظلم، دغا بازی، سب باتیں کر گزریں گے، کسی عبرت ناک بات کا ان پر اثر ہونے نہیں دوں گا۔

عبرت کے لئے یہ کیا کچھ کم ہے کہ دُنیا مثل ریل کے ہے لوگ چڑھتے اور اترتے ہیں اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے کہ چلو بیدار ہو جاؤ تم کو بھی یہ سفر در پیش ہے (گھنٹی لوگوں کا مرنا ہے)

آپ کو معلوم ہے کہ جنازہ کی نماز میں اذاں اور تکبیر کیوں نہیں، اس لیے نہیں ہے کہ جنازہ کی نماز کی اذان اور تکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دیدی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتادیا گیا ہے کہ اذاں اور تکبیر ہوچکی ہے، اب صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو، موت کو مت بھولو۔

شیطان نے کہا یہ خیال بھی ڈالوں گا کہ جلدی کیا ہے ابھی بہت دن باقی ہیں آخرت کی تیاری کرلیں گے، پہلے تو بڑھاپے کا انتظار کراؤں گا، پھر بڑھاپے میں یہ سمجھاؤں گا کہ ذرا یہ گھر بن جائے، اس کے بعد کام ہی کیا ہے، آخرت ہی کی تو تیاری کرنا ہے جب گھر بن جائے تو سوجھاؤں گا کہ بچہ کی شادی ہوجانے دو، دُنیا میں پھنسا ہوا شخص کبھی یہ کہے گا ایک دُشمن ہے ذرا اس کو سزا دلاکر پھر خدا کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں۔

ہائے، یہ نہ سمجھا کہ دُنیا کے کام ایک ختم ہونے کے پہلے دس کھڑے ہوجاتے ہیں۔

غرض انسان اسی میں رہے گا کچھ نہ ہوسکے گا کہ موت آجائے گی وہ یوں ہی خالی ہاتھ چلا جائے گا۔

حکایت : -

ایک بوڑھا کھیت کا کام کر رہا تھا' خیال آیا مرنے والے کے لیے یہ سب بکھیڑے فضول ہیں' سب کام چھوڑ کر ایک جگہ بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد کہا آخر جیئے تک کرنا ہے پھر کام شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا نواں وعدہ : -

"وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ" (پ5ع18 سورۃالنساء : 119)

حکم کروں گا کہ افعالِ کفر کیا کریں بتوں کے نام سے جیسے اور لوگ جانوروں کے کان کاٹتے ہیں ایسا ہی مسلمان بھی کریں بلکہ جینے کی اُمید سے اپنے بچوں کے کان ناک چھیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا دسواں وعدہ :

" وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ " (پ5ع18 سورہ النساء : 119)

اور یہ سکھاؤں گا کہ : اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی چیز میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق تغیر نہ کریں بلکہ اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی چیز میں میری مرضی کے موافق تغیر کیا کریں۔

جیسے مونچھ اور داڑھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں مگر میں ان میں اللہ ورسول کے حکم کے موافق تغیر یعنے مونچھ کتروانے اور داڑھی کے چھوڑنے کے بجائے اپنے مرضی کے موافق تغیر یعنی مونچھ رکھنے اور داڑھی منڈھوانے پر عمل کراؤں گا۔

(آئندہ توبہ اور گناہ کے تدارک کا ذکر آرہا ہے اس لیے توبہ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

توبہ کی تعریف یہ ہے کہ پچھلے بُرے کاموں پر نادم ہو کر گناہ کی وجہ سے جو بگاڑ ہوئے ہیں اسے درست کرلے، جیسے غصب کیا ہے تو مال معضوبہ واپس کردے)

ہائے، داڑھی میں خلافِ شرع تغیر کرنے والا یہ نہ سمجھا کہ سب گناہ کا تدارک قریب موت کے بھی توبہ کر کے کر سکتے ہیں مگر اس داڑھی کے گناہ کے تدارک کے لیے سال بھر چاہیے جب کہیں داڑھی سنت کے موافق ہوگی، اگر اس کے پہلے ہی انتقال ہو جائے، اور قبر میں اس کے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تک جو راہ ہو جاتی ہے وہ راہ ہو جائے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں کیوں اُمّتی کیا میری صورت کے جیسی تیری صورت ہے؟ دیکھ کیا میری صورت ایسی ہی تیرے جیسی داڑھی مونڈھی ہوئی ہے، تو اس کا کیا جواب ہے ذرا سونچ رکھیئے۔

غرض اصلی فطرت جو توحید پر ہوئی ہے اس کو غضبانی، شہوانی، و بھیمانی باتوں سے ناپاک کروادوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا گیارھواں وعدہ :-

لَآتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شَاکِرِیْنَ۔ (پ 8، ع 2، سورۃ الاعراف : 17)

میں ان کے سامنے سے آؤں گا اور پیچھے سے اور دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے آؤں گا یعنے چو طرف سے ان کو گمراہ کروں گا۔

یہ بات سن کر انسان پر فرشتوں کو ترس آیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرشتو! تم رنج مت کرو، انسان کے لیے اُوپر اور نیچے کی جہت باقی رہ گئی ہے جب وہ اپنے دونوں ہاتھ عاجزی سے اُوپر کی طرف اُٹھائیں گے یا پیشانی زمین پر ٹیکیں گے تو ان کے تمام گناہوں کو معاف کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ابلیس کا بارھواں وعدہ :-

شیطان نے کہا میں اپنی ذرا ذرا سی چال سے بڑے بڑے ہنگامہ بپا کردوں گا۔

حکایت :-

کسی نے شیطان سے کہا تھا کہ تو بڑا ملعون ہے۔ بڑے بڑے گناہ کراتا ہے' اس نے کہا میں کیا گناہ کراتا ہوں' میں تو صرف ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا لیتے ہیں۔ آؤ میں تم کو ایک تماشہ دکھاتا ہوں' دونوں ایک دوکان پر پہونچے' شیطان نے شیرہ کی ایک انگلی دیوار پر لگادی' اس شیرہ پر ایک مکھی آ بیٹھی' ایک چپکلی اس مکھی پر جھپٹی' اس چپکلی پر دوکاندار کی بلّی دوڑی' اس بلّی پر ایک فوجی سوار خریدار کا کتا لپکا۔ دوکان دار نے اس کتے کو ایک لکڑی سے مارا' سوار کو جو غصّہ آیا اس نے دوکان دار کو ایک تلوار ماری' بازار والوں نے دوکان دار کے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا' فوج میں خبر پہونچی' فوجیوں نے تمام بازار کو گھیر کر قتلِ عام شروع کر دیا' بادشاہ نے سزا میں دوسری فوج منگا کر قتل کرانا شروع کرادیا۔ ایک گھنٹہ میں سارے شہر میں خون کی ندی بہہ گئی۔

شیطان نے کہا'' دیکھا آپ نے میں نے کیا کیا تھا لوگوں نے کہاں تک بڑھا دیا''

فصل۔8

اللہ تعالیٰ کے سامنے ابلیس نے اولادِ آدم کو بھٹکانے کی جو تفصیلات بیان کئے اس سے پہلے کی فصل میں آپ پڑھ چکے ہیں' اس فصل میں ابلیس سے اللہ

تعالیٰ نے جو جو ارشاد فرمایا اس کو پڑھیے۔

اللہ تعالیٰ کا پہلا ارشاد : -

ابلیس کے بھٹکانے کی پوری سرگذشت سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"اذہب "

ارے جا بے جو کچھ تجھ سے ہو سکے وہ سب کر لے

" واستفزز من استطعت منہم بصوتک "

(پ 15 ع 7۔ سورۃ نبی اسرائیل)

اولادِ آدم علیہ السلام میں سے جن جن پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے قابو پالے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں " بصوتک " جو ارشاد فرمایا اس سے مراد شیطان کی آواز ہے ' شیطان کی آواز میں ذیل کی تمام چیزیں داخل ہیں۔

وسوسہ بُرے خیالات دل میں ڈالنا، شہوت انگیز آواز، جیسے راگ، باجہ وغیرہ عورتوں کے زیور کی آواز، معصیت کی طرف بلانے والی آواز، خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جو آواز منھ سے نکلے۔

ان تفصیلات کے بعد اب ارشاد باری تعالیٰ پر غور کیجئے، ارشاد ہوتا ہے :
ان تمام ذرائع سے جن جن لوگوں پر تیرا قابو چلے ان کے قدم راہِ راست سے اکھاڑ ڈالنا۔

اللہ تعالےٰ کا دوسرا ارشاد : -

"**واجلب علیہم بخیلک ورجلک**" (پ 15 ع 7۔ سورۃ بنی اسرائیل)

ان سب پر اپنے سوار اور پیادہ چھوڑ تا کہ سب مل کر گمراہ کرنے میں خوب زور لگائیں ممکن ہے کہ شیطان کے سوار اور پیادہ ہوتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا تیسرا ارشاد : -

وشارکہم فی الاموال والاولاد (پ 15 ع 7۔ سورۃ بنی اسرائیل)

ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں لفظ ''شارکہم '' آیا ہے جس کے معنٰی ہیں ساجھے یا شرکت کے ' مال میں شیطان کے ساجھے اور شرکت کی تفصیل یہ ہے :

مال حرام طریقہ ربا (سود) وغیرہ سے پیدا کیا گیا ہو۔

مال کا صرفہ اور خرچ احکام خداوندی کے خلاف کیا جائے۔

مال میں بیجا اسراف کیا جائے۔ (زکوۃ نہ دی جائے۔ مال اچھے کام میں خرچ نہ کیا جائے۔

اسی طرح اولاد میں شیطان کا ساجھا یا شرکت دو طرح سے ہوتی ہے۔

ایک اولاد ایسے ذرائع سے پیدا کی جائے جو حرام ہیں۔

دوسرے ایسے قول یا فعل کا مرتکب ہو جس سے نکاح باطل ہو جاتا ہے اس کے بعد اسی باطل شدہ نکاح کی حالت میں اولاد پیدا ہو۔

دُنیا طلبی میں عمر ضائع کریں گے ' فطرۃً جو خیر کی استعداد ہے اس کو بگاڑ کر شر کی حالت پیدا کر لیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ؑ سے روایت ہے : جب جماع سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان بھی جماع میں شریک ہو جاتا ہے ؑ جماع کرنے والے کے ساتھ شیطان بھی انزال کرتا ہے۔

حدیث : -

ابلیس جب زمین کی طرف اتارا گیا تو اللہ تعالیٰ سے ابلیس نے یہ مطالبات کیے۔

حدیث : -

ابلیس نے کہا الہیٰ مجھے گھر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔

ابلیس نے کہا مجھ کو بیٹھنے کے لئے کی جگہ بتادے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے بیٹھنے کی جگہ بازار ہے۔

ابلیس نے کہا میرے لئے کھانا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ تیرے لئے کھانا ہے۔

ابلیس نے کہا میرے لئے پینے کی کوئی چیز دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز تیرے پینے کے لئے ہے۔

ابلیس نے کہا میرے لئے مؤذن دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا مزامیر و باجے وغیرہ تیرے مؤذن ہیں۔

ابلیس نے کہا مجھ کو قرآن کے جیسی کوئی چیز دے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا برے شعر تیرے لئے قرآن کے جیسے ہیں اس سے لوگوں کو گمراہ کر۔

ابلیس نے کہا میرے لئے کتاب دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وشم" یعنی گوندھنا تیری کتاب ہے (جسم پر طرح طرح کے پائدار نقش نکالنا)

ابلیس نے کہا میرے لئے حدیث کے جیسی کوئی چیز دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کذب، جھوٹ تیرے لئے حدیث کے جیسے ہیں۔

ابلیس نے کہا میرے لئے رسول کسی کو بنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نے فرمایا کاہن، نجومی تیرے رسول ہیں۔

ابلیس نے کہا میرا جالا کیا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا عورتیں تیرے جالے ہیں ان کے ذریعہ سے تو لوگوں کو گناہوں میں پھنسا۔

اللہ تعالیٰ کا چوتھا ارشاد:۔

"وَعِدْهُمْ" (پ 15 ع 7 سورۃ بنی اسرائیل)

انسان سے شیطان جھوٹے وعدے کرتا ہے کہتا ہے کہ میاں جو کچھ مزے ہیں یہیں ہیں کیسی آخرت، کہاں کی قیامت، کہاں کا گناہ پر مواخذہ سب ڈھکوسلے ہیں۔

''ومایعدہم الشیطن الاغروراً'' (پ 15ع 7'سورۃ بنی اسرائیل)

شیطان جھوٹے وعدے کرتا ہے' شیطانی وعدے دھوکے کی ٹٹی ہوتے ہیں' دل کے ارمان دل ہی میں رہ جاتے ہیں کہ موت آلیتی ہے۔

آپ نے اوپر اللہ تعالی کے جس قدر ارشادات پڑھے وہ ذیل کے ارشاد کی تمہید تھی'اب اللہ تعالی کا اہم ترین ارشاد پڑھئے۔

اللہ تعالی کا پانچواں اہم ارشاد :۔

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان وکفی بربک وکیلا۔
(پ 15ع 7'سورۃ بنی اسرائیل)

ہاں میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا''اس کا قابو کیسا چلے جب کہ آپ کا رب کفیل وکارساز ہے ان کی قوت ملکیہ پر قوت بہمیہ غالب نہ ہونے پائے گی۔

اللہ تعالی کا چھٹاارشاد :۔

فمن تبعک منہم فان جہنم جزاء کم جزآء موفوراً۔

(پ15ع7، سورۃ بنی اسرائیل)

جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہوگا اور تیرے تابع ہوگا، تم سب کی پوری پوری سزاء جہنم ہے۔

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (پ15ع7، سورۃ بنی اسرائیل)

غرض میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابوں نہیں چلے گا۔

خاص بندوں کے مراتب کا اندازہ لگانے کے لئے یہ حکایت سنئے:

حکایت :۔

حضرت جنید رحمۃاللہ علیہ کے ساتھ بازار میں ابلیس ننگا پھر رہا تھا، حضرت فرمائے تجھے ننگا پھرتے شرم نہیں آتی، ابلیس نے کہا انسان سے شرم کی جاتی ہے نہ کہ حیوانوں سے، مسجد میں جو بیٹھے ہیں ان کو انسان کہتے ہیں شرم ان سے آتی ہے حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک بزرگ مراقب ہیں، میں جاتے ہی انہوں نے سر اٹھایا اور فرمایا جنید مردود کی بات پر دھوکا نہ کھاؤ، خدا کے ولی کو ابلیس کیا جانے۔

فصل۔9

شیطان جیسے سرکش کے پیدا کرنے کی غرض وغایت کا بیان :۔

ابلیس جب ایسا زبان دراز ' بے ادب ' خدا کا دشمن اور انسان کا دشمن ہے تو اس کو پیدا ہی کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب سمجھنے کے لئے سنت الہی یعنی اللہ تعالی کے مقرر کردہ اصول کو سمجھئے اس کے بعد اس سوال کے سمجھنے میں سہولت ہو گی۔

جواب : ہر چیز میں خدائے تعالی کا ایک راز ہے۔

سنتِ الہٰی نمبر(1)

خدائے تعالیٰ میں یہ قدرت ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے اپنے بندوں کو لباس پہنائے مگر ایک راز ہے جو روئی کے بیج میں چھپا ہوا ہے ' دنیا بھر کے جتنے کپڑے ہیں وہ سب روئی کے بیج میں ہیں ' یہ راز جب ہی کھلتا ہے جب روئی کا بیج زمین میں پڑے۔

سنتِ الہٰی نمبر(2)

مسکہ اور گھی میں بھی خدا کا ایک بھید ہے جو دودھ اور دہی میں چھپا ہوا ہے ' یہ بھید جب ہی کھلتا ہے کہ دہی کو روی سے بلویا جائے۔

سنتِ الٰہی نمبر (3)

آگ خدا کا ایک راز ہے جو چقماق کے پتھر اور لوہے میں چھپا ہوا ہے چقماق کپڑوں میں رکھئے کپڑے نہیں جلتے یہ راز جب ظاہر ہوتا ہے کہ پتھر سے رگڑا جائے۔

اوپر بتلائے ہوئے سنت الٰہی تمہید تھے ان کو بتلانے کی غرض یہ سنت الٰہی نمبر (4) ہے۔

سنتِ الٰہی نمبر (4)

ایسا ہی ''**ان عبادی لیس لک علیہم سلطن**'' (پ 15 ع 7 'سورۃ بنی اسرائیل) بھی خدا کا ایک راز ہے جو انسان ہیں چھپا ہوا ہے ' ہر شخص کے ساتھ یہ ہی خیال ہوتا ہے کہ یہ خدا کا خاص بندہ ہے شیطان کا اس پر قابو نہیں ہے ' یہ راز جب کھلتا ہے کہ کسی شخص کو شیطان سے سابقہ پڑے اور وہ دو اُمور پر عمل پیرا رہے ' ایک ہر بات میں شیطان کی مخالفت کرے ' دوسرے اگر شیطانی وسوسہ سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے اگر کسی نے ان اُمور پر عمل کرلیا تو اب معلوم ہوا کہ وہ شخص '' ان عبادی لیس لک علیہم سلطان '' میں سے ہے اور اگر وہ شخص نہ شیطان کی مخالفت کیا اور گناہ ہو جائے تو توبہ بھی نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ '' **فمن تبعک منہم فان جہنم جزآ ئکم جزآء موفورا** (پ 15 ع 7۔ سورۃ بنی اسرائیل) میں

سے ہے۔

سنتِ الہیٰ سے مطابقت اور ابلیس کے پیدا کرنے کی غرض وغایت : -

اگر آگ نہ ہوتی تو عود اور اگر بتی کی خوشبو بھی نہ مہکتی، اسی طرح اگر شیطان نہ ہوتا تو ایمانداری کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی، اس لئے شیطان کو پیدا کیا۔

اس کے بعد ابلیس نے عرض کیا الہیٰ ! آپ کے خاص بندوں کی کیا علامت ہے ؟

ارشاد باری تعالیٰ ہوا، میرے خاص بندے وہ ہیں کہ میں ان کے چہروں پر نور، عرش سے دیا ہوں، ان کی مٹی کا خمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے کیا ہوں جس کا اثر ہے کہ ان کا قلب غمگیں، اپنے گناہوں پر نادم اور وہ اپنے خاتمہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں اور وہ لوگ مسکینوں کو کھانا کھلانے والے، میرے بندوں پر رحم کرنے والے، میرے حکم پر راضی میری مرضی کے موافق رہنے والے، میری رضا کو طلب کرنے والے ہوتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ شیطان سے سب کچھ کہنے کے بعد ادھر اپنے بندوں کو کس درد بھرے الفاظ میں سمجھاتے ہیں قابلِ غور ہے :

افتتخذونہ وذریتہ اولیآء من دونی وہم لکم عدو بئس للظلمین بدلا - (پ 15 ع۔7 سورۃ الکھف)

کیا مجھ کو چھوڑ کر تم شیطان کو اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو' ارے وہ تو تمہارا دُشمن ہے نا۔ ہائے ظالموں کو کیسا برا بدل ملا۔

شیطان نے تم سے وعدہ کیا اور ہم بھی تم سے وعدہ کئے۔

ومن اصدق من اللہ قیلا (پ5 ع18 سورۃ النساء)

خدا سے بڑھ کر کون سچّا ہے' ہمارے سچے وعدوں کا تم کو کچھ خیال نہیں' شیطان کے جھوٹے وعدوں پر گرے جاتے ہو۔

فصل۔10

ابلیس کے فریبوں سے بچنے کے تدابیر کا بیان

جب آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ اپنی ہر ذریت کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے تو خدا تعالے سے دُعا کیے' انکی دُعا قبول ہوئی' ان کی ہر ذریت کے ساتھ ایک فرشتہ

بھی مقرر کیا گیا۔

ابلیس کے فریب سے بچنے کی پہلی تدبیر :

اِدھر فرشتہ ہے اور اُدھر شیطان ' انسان کا دل ان دونوں کی کشمکش میں ہے خدا تعالےٰ کی رحمت اس بندہ پر ہے کہ " جب کوئی کام کرنا چاہے یا کوئی بات کہنا چاہے تو وہ کام فوراًنہ کرے ' وہ بات فوراًنہ کہے بلکہ رکے اور دیکھے اگر وہ کام یا وہ بات اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے تو کر گذرے ' اور اگر شیطان کی طرف سے ہے تو دُشمن کی بات نہ سنے دُشمن کے خلاف کرے۔

شیطان کے فریب سے بچنے کی دوسری تدبیر :

قلب میں دو صلاحتیں ہیں ' شیطان اگر کہے اس کی طرف ہو جائے ' اور فرشتہ اگر کہے اس کی طرف ہو جائے ' البتہ ایک چیز ہے وہ رہے تو شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے اگر وہ نہ رہے تو فرشتہ کا غلبہ ہو جاتا ہے ' وہ چیز ھویٰ (خواہشات) ہے۔

جس قلب میں ھویٰ ہے وہ آشیانۂ شیطان ہے اگر ھویٰ نہ رہے وہ قلب مسکن فرشتہ ہے چوں کہ ہر قلب میں شہوت ' غضب ' حرص ' طمع ' طول امل ' میں سے کچھ نہ کچھ رہتا ہے ' اس لیے قلب شیطان کے اثر سے خالی نہیں رہتا۔ ھویٰ کے ساتھ ساتھ دُنیا بھی لگی ہوئی ہے اس لیے قلب شیطان کا جولان گاہ بنا رہتا ہے ' ھویٰ کم ہوئی اور ذِکرُ اللہ غالب ہو گیا تو فرشتہ کے اثرات پیدا ہوتے ہیں ' یہی کشمکش اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ یہ دل کسی ایک کے ہاتھ فتح نہ ہو جائے ' اکثر دل کا قلعہ شیطان کے ہاتھ فتح ہو جاتا ہے ' اگر آپ چاہیں کہ اس قلعہ کو فرشتہ فتح

کرے تو پہلے ھویٰ یعنی خواہش نفسانی کو دل سے نکال دو۔

شیطان کے مکر سے بچنے کی تیسری تدبیر شیطان کی ماہیت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اس کو دفع کرنے کی کوشش کرو : -

ایک خیال فاسد یہ بھی آتا ہے کہ شیطان کیسا ہے 'اس کو جسم ہے یا نہیں ' اگر جسم ہے تو انسان کے جسم میں کیسا آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آستین میں سانپ ہو تو کیا اس وقت بھی ایسا ہی سوال کریں گے کہ اس کا رنگ اور اس کی شکل کیسی ہے اور اس کا طول اور عرض کتنا ہے یا اس کے نکالنے کی فکر کریں گے ۔

اسی طرح اگر دُشمن سر پر آ جائے تو اس وقت اس کا نسب پوچھیں گے یا اس کے دفع کرنے کی فکر کریں گے 'اگر سوال کریں گے بھی تو یہی کریں گے کہ یہ دشمن کس ہتیار سے جلد دفع ہو گا شیطان کے دفع کرنے کا ہتیار یہی ہے کہ خلاف ھویٰ کرو 'اور خواہشات کے تابع مت رہو 'جو جی میں آئے وہ نہ کرنا 'خدا اور رسول کے حکم کی تعمیل کرنا۔

شیطان کے مکر سے بچنے کی چوتھی تدبیر نفس کا سدھار : -

ظاہر میں پیغمبر سمجھا رہے ہیں ' باطن میں فرشتہ نیکی کی رائے دیتا رہتا ہے 'اکیلے شیطان کا ہم پر بس نہیں چلنا چاہیئے تھا پھر کیا وجہ ہے کہ شیطان کو ہم پر غلبہ

ہو جاتا ہے ' انسان برائیاں ہی کرتا رہتا ہے ' اس کی وجہ آپ کو نہیں معلوم تو سنئے :

صاحبو ! چوری جب ہوتی ہے تو گھر کے بھیدی کے بھید دینے سے ہوتی ہے ' آپ کا ایک اور دُشمن بھی تو ہے جو آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا بغلی گھونسے لگاتا رہتا ہے ' وہ کون ہے ؟ وہ نفس ہے یہی نفس گھر کا بھیدی ہے ' یہی شیطان سے ساز باز کر لیتا ہے ورنہ شیطان ایک چور ہے ' اگر یہ گھر کا بھیدی ساتھ نہ ہو تو وہ ہمارا کیا کر سکتا ہے ؟ میں سچ عرض کرتا ہوں ' اگر تمام دُنیا شیطانوں سے بھر جائے اور نفس ہمارا سُدھر جائے تو شیاطین کچھ نہیں کر سکتے ۔

نفس سے ناصحانہ خطاب : -

ذرا نفس کو سمجھاؤ کہ ظالم تجھ کو ہوا کیا ہے ' دُشمن کو دُشمن سمجھ ' ارے دُشمن سے بھی کوئی دوستی کیا کرتے ہیں تُو کیا کر رہا ہے ' تیرا جانی دوست اللہ تعالےٰ تجھے کب تک بلائے ' قاعدہ ہے کہ کتا حملہ کرے تو اس کے حملہ سے اسی وقت بچ سکتے ہیں کہ اس کے مالک کے پیچھے ہو جائیں ' ایسا ہی تم خدا کے ہو جاؤ تو اس دُشمن شیطان کے حملہ سے بچ سکتے ہو ورنہ یاد رکھو قیامت آتی ہے ۔

حدیث شریف : -

کل قیامت میں دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے ' ابلیس دوزخ پر آگ کے کپڑے ' آگ کا تاج ' آگ کی بیڑیاں پہن کر لکچر دے گا ' سب دوزخی اس کے

اطراف رہیں گے۔ یہ کہے گا دوزخیو! اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم سب مرو گے پھر زندہ ہو گے، میدانِ حشر میں آؤ گے اور حساب ہو گا۔ تم میں ایک فرقہ جنتی ہو گا ایک دوزخی، مگر تمہارا خیال تھا کہ ہم دُنیا میں ہمیشہ رہیں گے مجھے تم پر حکومت نہیں تھی، میں تم پر زبردستی نہیں کیا کرتا تھا۔ میں تو فقط وسوسہ ڈالا کرتا تھا۔ تمہارا نفس میرے کہنے میں آگیا، یہ گناہ تمہارا ہے میرا نہیں، مجھے ملامت نہ کرو، اپنے نفس کو ملامت کرو، اب میں نہ تم کو بچا سکتا ہوں، اور نہ تم مجھ کو بچا سکتے ہو، سب دوزخی اس پر لعنت کریں گے، ایسے میں فرشتے آگ کے تیر مار کر نیچے گرا دیں گے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

دیکھا آپ نے اس دُشمن کی دُشمنی اس حد تک ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ- (پ13 ع4 سورہ ابراہیم)

(اور جب آخر فیصلہ ہو چکے گا اور لوگ شیطان کو الزام دیں گے، تو شیطان کہے گا کہ خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا سو اس نے پورا کیا اور وعدہ تم سے میں نے بھی کیا تھا مگر میں نے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی اور تم پر میری کچھ زبردستی تو تھی نہیں، بات تو اتنی ہی تھی کہ میں نے تم کو اپنی طرف بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا تو اب مجھے الزام نہ دو بلکہ اپنے تئیں الزام دو، آج نہ تو میں تمہاری فریاد کو

پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔

غرض ھَویٰ کے ذریعہ سے ہی شیطان جو چاہے کرتا ہے اس لیے اس ھَویٰ سے طرح طرح کے گناہ ہوتے ہیں خاص کر شرک ' شیطان شرک کرا کر خدا سے جب تک دور نہیں کراتا دم نہیں لیتا۔

ہائے ! انسان تو اپنا شریک کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا ' بھلا شرک کو خدائے تعالےٰ کیسے پسند کرے گا۔

حکایت : -

ایک روز حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند سے کہہ رہی ہے کہ جب سے میں تمہارے گھر میں ہوں کچھ رہے نہ رہے صبر کرتی ہوں ' جاڑے ہوں یا گرمی ' میں کچھ بھی تم سے زیادہ نہیں مانگتی ہوں ' تمہارے نام اور عزت کی حفاظت کرتی ہوں ' تمہارا گلِہ کسی کے سامنے نہیں کرتی ہوں ' یہ سب اس واسطے سہتی ہوں کہ تم میرے رہو ' اور میں تمہاری ' نہ اس واسطے کہ میں تو تمہاری رہوں اور تم دوسروں کے ' یہ مجھ سے نہیں دیکھا جائے گا کہ تم مجھ پر دوسری عورت کرو۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو وجد آگیا فرمایا اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے :

" إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ " (پ 5 ع 18 سورۃ النساء)

تیرے سب گناہ معاف کر دوں گا مگر تیرا مجھ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف مائل ہونا قابلِ معافی نہیں۔

صاحبو! دُشمن کو دُشمن سمجھو، وہ بھی کوئی انسان ہے جو دوست اور دُشمن میں فرق نہ کرے، غرض کہ دُشمن سے بچنے کے لیے تم پر دُشمن کی دُشمنی ظاہر کی گئی۔

باب سوم

آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے جانے کا مضمون اوپر آ چکا۔ اس مضمون کے بعد اس زیرِ نظر باب کے تفہیم کے لئے ابلیس کے جبلی گمراہ کرنے کا تفصیلی ذکر کیا گیا۔ اب اس باب میں حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کے دھوکا دہی کا تفصیلی بیان ہے۔

فصل 1

اللہ تعالیٰ کو ابلیس سے دُشمنی کی وجہ کا بیان :

صاحبو ! آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس کیسا عابد و زاہد تھا اس کو کیوں ملعون اور مردود کیا گیا ؟ آپ کی خاطر۔

دوست کا دُشمن بھی دُشمن ہوتا ہے چوں کہ شیطان آپ کا دُشمن ہو گیا اور دُشمنی کا اظہار کرنے لگا ' اس لیے خدائے تعالیٰ بھی اس کا دُشمن ہو گیا۔

افسوس ہم اپنے قدیم دُشمن کا کہا مان رہے ہیں اور محسن حقیقی کے خلاف کر رہے ہیں ' اس کی دُشمنی کا واقعہ سنو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جس طرح دُشمنی کیا تھا تمہارے ساتھ بھی اسی طرح دُشمنی سے پیش آرہا ہے تم کو خبر نہیں۔

جب ابلیس آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے سے خدائے تعالے کے عتاب میں آگیا تو اس کو جلانے اور آدم علیہ السلام کی عزت بڑھانے اللہ تعالے کا حکم ہوا۔

ویآدم اسکن انت وزوجک الجنتہ (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

" اے آدم (ابلیس مردود نے تمہاری اہانت کی کہ تم کو سجدہ نہ کیا، لو ہم تم کو عزت دیتے ہیں) تم اور تمہاری بیوی حوا جنت میں رہو۔"

فکلا من حیث شئتما (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

جس جس جگہ سے چاہو، جو چیز چاہو کھاؤ۔

فصل 2

جب آدم علیہ السلام کے پتلے میں روح بھر گئی، آنکھ کھلتے ہی عرش پر نظر پڑی کیا دیکھتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے :

"**لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** "

دل میں سونچے کہ یہ کون ہوں گے ؟ عرض کیے الہیٰ ! یہ کون ہیں کہ ان کا نام تیرے نام کے ساتھ ہے، جواب ملا آدم ! یہ تمہارے فرزند ہیں، تم سے بھی اگر گناہ ہو تو ان کی شفاعت سے معاف ہو گا" آدم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا یہ کیا بات ہے کہ باپ شفیع ہونا چاہیے تھا بیٹا باپ کا شفیع یہ تو الٹا ہوا۔"

باری تعالیٰ کا حکم ہوا: جبرئیل دوڑو اس خیال کو دل سے نکال دو' اگر یہی خیال اور تھوڑی دیر رہ گیا تو ہمارا بندہ آدم ہلاک ہو جائے گا۔

جب اس خیال فاسد کو نکال کر پھینکے' اس سے گیہوں نما درخت بنا اور جو کچھ آدم علیہ السلام میں رہ گیا اس سے نفس امارہ بنا' اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف: 19)

ہر چیز کھاؤ مگر اس درخت کے پاس مت پھٹکو' ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمہارا جو بُرا خیال ہوا تھا اس سے یہ درخت بنا ہے۔

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف: 19)

اگر اس درخت سے کھاؤ گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔

فصل 3۔

ابلیس کی حضرت آدم علیہ السلام کو فریب دہی کا بیان:

فوسوس لہما الشیطان لیبدی لہما ماوری عنہما من سواتہما (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

جنتی لباس چھینے جا کر ننگے ہونے کے لیے شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا“

ابلیس ٗطاؤس (مور) اور سانپ کے ذریعہ جنت میں آدم اور حوا تک پہونچ کر بیٹھ گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

آدم اور حوّا پوچھے کیوں روتے ہو ؟

ابلیس نے کہا مجھے تمہاری حالت پر رونا آرہا ہے ٗ چند روز میں تم سے یہ ساری نعمت وغیرہ چھینی جائے گی۔آدم اور حوا نے کہا یہ کیسے ؟

ابلیس نے کہا !

وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ -
(پ8ع2 سورۃالاعراف : 20)

اس درخت کا یہ اثر ہے کہ جو اس کو کھاتا ہے وہ فرشتہ ہو جاتا ہے یا ہمیشہ زندہ رہتا ہے“ خدا تم کو اس واسطے منع کیا ہے تا کہ تم فرشتہ یا ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔

آدم اور حوا کہے ہمارے مالک کو ہم سے بہت محبت ہے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ اچھی چیز سے ہم کو روکے۔

ابلیس نے قسمیں کھا کر کہا:

وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّى لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ - (پ8، ع2، سورۃالاعراف: 21)

"قسم کھایا اور کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ - (پ 8، ع2، سورۃالاعراف: 22)

"شیطان نے طرح طرح کی باتیں بنا کر آدم و حوا علیہما السلام کو دھوکا دیا۔"

جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی بات کرنا شیطان کی پہلی ایجاد ہے۔

سوال: آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا، پھر انھوں نے فرشتہ بننے کی طمع کیوں کی اور ان کو ایسی خواہش کیوں ہوئی۔

جواب : ہم سب بھی تو جانتے ہیں کہ فانی اور بے بقا چیز دنیا قابل التفات نہیں پھر بھی رات دن اسی کی دھن رہتی ہے ' ہمارا دُنیا پر مرمٹنا اور آدم کے فرشتہ بننے کی طمع دونوں غفلت کا نتیجہ ہیں ' ہم بھی دھوکے میں ہیں اور آدم بھی دھوکے میں آگئے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُور. (پ 8 ' ع 2 ' سورۃ الاعراف : 22)

الغرض خلاصہ دھوکے کا یہ ہے کہ ابلیس نے ثابت کر دیا کہ حکم الٰہی میں ضرر ہے۔ فرشتہ نہیں بن سکتے اور ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے۔

اولاد آدم کو ابلیس کے دھوکا دینے کی تفصیل : -

حضرت آدم علیہ السلام کو جس طرح دھوکا دیا ایسا ہی اولاد آدم کو دھوکا دے رہا ہے کہ شریعت پر اور قرآن پر عمل کرنے میں بڑی دقت اور بہت حرج ہے۔

ایک جنٹلمن کہتے ہیں : اسلام میں اگر نماز نہ ہوتی تو اسلام کو خوب ترقی ہوتی کیوں کہ لوگ نماز سے گھبراتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

دوسرے جنٹلمن کی یہ رائے ہے کہ روزہ فبروری میں ہوتا تو ہمیشہ جاڑے اور چھوٹے دن رہتے۔ عقل کے معذور کو یہ نہ سوجھا کہ اسلام ہفت اقلیم میں ہے ' فبروری میں تمہارے پاس جاڑا رہا تو کیا ضروری ہے کہ سب ملکوں میں بھی جاڑا

رہے تم ہی کو نفع اٹھانے کا کیا حق ہے۔

ایک صاحب لندن سے خط لکھ رہے ہیں کہ قربانی میں حرج ہے اس زمانے میں پیسہ نہیں تھا جانور بہت تھے' جانور کی قربانی کرتے تھے' اب پیسے زیادہ ہے پیسہ خیرات کرنا کافی ہے ان کو اس کی خبر ہی نہیں کہ " **اراقة الدم** (خون بہانا) عبادت ہے اگر نفع رسانی منظور ہوتی تو جانور زندہ بھی دے سکتے تھے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ شریعت میں بڑی تنگی ہے' آمدنی کے بہت ذرائع بند ہوگئے' رشوت کھا سکتے اور نہ سود لے سکتے۔ یہ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ مسلمان مالدار نہ ہوں مفلس رہیں۔

اسلام میں تو تنگی نظر آئی' حکومت کے قانون میں کبھی آپ کو تنگی کا خیال آیا؟ قانون میں ڈکیتی ناجائز ہے' کتنے بڑے آمدنی کے ذریعے کو حکومت نے روک دیا۔ حکومت کے قانون میں اس واسطے تنگی نظر نہیں آئی کہ شیطان نے وسوسہ نہ ڈالا' اسلام میں اس لیے تنگی نظر آئی کہ شیطان وسوسہ ڈال کر دھوکا دے رہا ہے۔ غرض آدم علیہ السلام کی طرح ان کی اولاد کو یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ احکام الٰہی میں ضرر اور تنگی ہے۔

فصل 4۔

اولادِ آدم کی طرح آدم علیہ السلام کو بھی کچھ نہ سوجھا انھوں نے گیہوں کھالیا۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا -(پ 8 ‘ع 2 ‘سورۃالاعراف : 22)
گیہوں کھا کر خدا کی نافرمانی کرتے ہی نافرمانی کی نحوست نے اثر کیا جنتی لباس جسم سے گرنے لگا۔ دونوں برہنہ ہوگئے (یہ برہنگی اپنی نظروں میں تھی فرشتوں کو برہنے نظر نہ آتے تھے ‘اس لئے بدت لہما فرمایا (بَدَتۡ لَهُمَا) کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر ہوئے ان دونوں ہی کے لیے شرمگاہیں ‘ اوروں پر ظاہر نہیں ہوئیں)

الغرض آدمؑ و حوا علیہما السلام سے تمام لباس تو علیحدہ ہوا مگر تاج شرمایا اور سر سے علیحدہ نہ ہوا اس کو جبرئیل علیہ السلام آکر علیحدہ کیے اور عرض کیے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ

” تمام کپڑے اتار کر جنت سے نکال دو ‘ اس لیے کہ ہمارا نافرمان ہمارے پڑوس میں نہیں رہ سکتا“ آدم علیہ السلام مڑکر حوا سے حسرت و یاس کے ساتھ کہے حوا یہ گناہ کی پہلی نحوست ہے کہ در محبوب چھوٹتا ہے۔

وَطَفِقَا یَخۡصِفَانِ عَلَیۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ- (پ 8 ‘ع 2 ‘سورۃالاعراف : 22)

الغرض آدم و حوا جنت میں برہنہ اور حیران و پریشان پھرنے لگے ' ہر ایک درخت سے " اپنا بدن ڈھانکنے کے واسطے پتے مانگنے لگے " جس درخت کے پاس جاتے وہ بھاگتا ' اور کہتا آدم ہم سے علیحدہ رہو ' ایسا نہ ہو کہ تمہارے میل جول سے تمہاری نافرمانی کی نحوست اثر کرے اور ہم پر بھی عذاب آ جائے ' ایک درخت سے بال الجھ گئے ' آدم فرمائے اے درخت کیوں ستاتا ہے ' درخت نے کہا آدم ! یہ تمہارے گناہ کا اثر ہے خدا کے حکم سے تم کو پکڑا ہوں کیا تم کو چھوڑ کر میں بھی نافرمان بن جاؤں ' آدم رونے لگے۔

وناداہما ربہما آلم انھکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین

(پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ' آدم کہاں ہو۔

آدم عرض کئے الٰہی ! یہاں ہوں ' برہنہ ہوں ' قیدی ہوں پریشان حال ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " کیوں آدم کیا میں نے تم کو یہ جھاڑ کھانے سے منع نہیں کیا تھا " ۔ کیوں آدم تم کو یہ نہیں کہا تھا کہ دیکھو شیطان تمہارا دشمن ہے۔

فصل 5۔

اس فصل کے مضامین : -

(1) آدم علیہ السلام کا عرش پر بعض تحریرات دیکھ کر ہونے والی لغزش کے خوف سے پریشان ہونا۔

(2) لوح محفوظ پر مردودیت کی تحریر دیکھ کر فرشتوں کا پریشان ہونا۔ اب یہاں اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ :

دو گنہگار ہیں، دونوں سے گناہ کرنے کی وجہ پوچھی جارہی ہے دونوں اس کا جواب دے رہے ہیں، جوابوں پر غور کیجیے اس سے آپ کو پتہ لگے گا کہ ایک گنہگار کیوں مردود ہوا۔ اور دوسرا مقبول کیوں رہا۔

ہونیوالی لغزش کے خوف سے آدم علیہ السلام کی پریشانی :-

آدم علیہ السلام کے پتلے میں جب روح بھرنے لگی عرش پر نظر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ "**اُمۃ مذنبۃ**" (گنہگار امّت) لکھا ہوا ہے اور جب روح کانوں میں بھری اور کان کھلے تو "**یرحمک اللہ**" سنے، رونے لگے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا، آدم کیوں روتے ہو۔ عرض کیے الٰہی! آنکھ کھولتے ہی "**اُمۃ مذنبۃ**" دیکھا کان کھلتے ہی "**یَرْحمکَ اللہ**" سنا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لغزش ہونے والی ہے عتاب سہنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا، آدم "**امّۃ مذنبۃ**" جہاں دیکھے "**رَب غفور**" بھی تو وہیں لکھا ہوا ہے کیا وہ نہیں دیکھے۔

مردودیت کے خوف سے فرشتوں کی پریشانی

حدیث : -

اسرافیل علیہ السلام نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھا کہ ہمارا ایک بندہ عمر بھر ہماری عبادت کرے گا ہم اس کو ایک حکم دیں گے وہ اس کو نہ مان کر مردود ہو جائے گا ' اسرافیل علیہ السلام کانپ گئے چیخ چیخ کر رونے لگے ' شائد وہ بندہ میں ہی ہوں تمام فرشتے جمع ہوئے اور پوچھنے لگے رونے کا سبب معلوم ہونے سے سب فرشتہ بھی بے قراری سے رونے لگے ہر ایک کو ڈر ہونے لگا کہ شائد وہ نافرمان بندہ میں ہی ہوں۔

یہ مقبولوں کی علامت ہے کہ خوفِ خدا ان کو اس قدر ہوتا ہے کہ " اُمّتہٗ مُذنِبَۃٌ " دیکھتے ہیں تو اپنے ہی کو سمجھتے ہیں ' لوح محفوظ پر نافرمان بندہ کا ذکر دیکھتے ہیں تو اپنے ہی کو خیال کرتے ہیں۔

غرض سب فرشتہ کہنے لگے چلو عزازیل (شیطان کا نام) کے پاس چلو وہ مستجاب الدعوات ہے ' اس سے دُعا کروائیں گے جب سب اس کے پاس گئے اور واقعہ سنائے تو وہ دعا کرنے لگا کہ الٰہی ان کو اپنے غضب سے بچا۔

یہ مردودوں کی علامت ہے کہ خوف خدا دل سے نکل جاتا ہے توزعم میں اپنے کو بھول جاتے ہیں۔

چنانچہ ابلیس بھی اوروں کے واسطے دُعا کیا اور اپنے کو بھول گیا' لوح۔۔ محفوظ کا لکھا اسی بے ڈر کے سامنے آیا۔

الغرض آدم وابلیس دونوں سے گناہ ہو گیا تو ہر ایک سے پوچھا گیا کہ کیوں گناہ ہوا ابلیس کہتا ہے جو کچھ کیا اچھا کیا' وہ اس پر اصرار بھی کرتا ہے' اور اپنے آپ کو اچھا ہی سمجھے جاتا ہے' کہتا ہے۔

انا خیر منہ (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

(وہ بولا میں آدم سے بہتر ہوں)

حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو کہتے ہیں۔

" قالاربناظلمناانفسناوان لم تغفرلناوترحمنا لنکونن من الخسرین (پ 8 ع 2 سورہ اعراف)

" الٰہی نہ ہونا تھا ہوگیا ہم نے اپنا آپ خرابہ کرلیا' اب تیری رحمت پر نظر ہے میاں رحمت کرتے ہیں تو بات بنتی ہے"۔

اللہ تعالیٰ آدم اور ابلیس دونوں کو اپنے پاس سے نکالتے ہیں' ابلیس کو اس کی کچھ فکر نہیں' فکر یہی ہے کہ کس طرح دُنیا اچھی بنے' آخرت بگڑتی ہے تو بگڑ جائے ابلیس کہتا ہے۔

انظرنی الی یوم یبعثون (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

(لگا عرض کرنے کہ جس دن سب لوگ دوبارہ جِلا کر اُٹھا کھڑا کیے جائیں گے' اس دن تک کی مجھے مہلت دے)

آدم علیہ السلام کو دُنیا کی کچھ فکر نہیں کسی طرح گذر ہی جائے گی' فکر ہے تو یہ ہے کہ محبوب کا در دولت چھوٹ رہا ہے' بار بار پوچھتے ہیں میاں پھر کب بلاؤ گے جی"

حکم ہوتا ہے اگر وہاں زمین پر جا کر ہمارے احکام بجالاتے رہے' کتاب الٰہی پر عمل کرتے رہے تو جنت تمہاری ہے۔

اگر کتاب الٰہی پر عمل نہیں کیے تو جنت اب جو چند روز کے لیے چھوٹی ہے ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائے گی۔

انجیر اور عود کے درخت نے آدم کو ستر ڈھانکنے جو پتے دیئے تھے ان کو حکم ہوا کیوں انجیر اور عود تم نے یہ کیا کیا' عود اور انجیر نے عرض کئے الٰہی آدم کو جس وقت تم نے مسجود ملائکہ بنایا تھا' اس وقت ہم جس نظر سے دیکھتے تھے اب بھی اسی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں گو کہ آدم سے نافرمانی ہوئی مگر آپ کا یہ عتاب ان پر چند روزہ ہے۔

اللہ تعالے کا حکم ہوا ہمارے نافرمان سے میل جول کی تم کو یہ سزاء ہے کہ اے عود ! تو بے جلائے خوشبو نہ دے گا۔ اے انجیر تو بے گوشمالی یعنے تیرے توڑنے کے لیے تجھے موڑنا پڑے گا تو بغیر موڑے کے نہیں ٹوٹے گا۔

فصل 6۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم : - حکم ہوا ان سب کو یہاں سے لے جاؤ۔

قال اہبطوا (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

(تم سب یہاں سے چلے جاؤ)

اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم : - بعضکم لبعض عدو (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

تمہاری آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی رہے گی)
آدم علیہ السلام خوش ہوئے اور فرمائے
الحمد للہ " **انا لکم عدوّ** (میں تمہارا دشمن ہوں) نہیں فرمایا بلکہ آپسی عداوت کی خبر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا نتیجہ ہے کہ شیطان اور بنی آدم، سانپ اور طاؤس (مور) میں سب کی ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں دشمنی ہے، یعنی شیطان دُشمن ہے۔ بنی آدم کا، اور ایسے ہی مور اور سانپ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا تیسرا حکم : -

ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

" تم سب کو چند روز دُنیا میں رہنا اور ایک وقت معین تک نفع اٹھانا ہے" ۔

اللہ تعالیٰ کا چوتھا حکم : - قال فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (پ 8 ع 2 سورۃ الاعراف)

" اسی زمین پر رہو گے ' اسی پر مرو گے ' اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔
"

حکایت : -

مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں ایک بچہ کو دیکھا کہ مٹی سے کھیل رہا ہے ' میں نے اس بچہ کو سلام کرنا چاہا ' پھر دل میے خیال کیا کہ بچہ کو کیا سلام کریں ' اپنے اس خیال کو دور کیا اور سلام کیا وہ لڑکا جواب دیا وعلیکم السلام یا مالک بن دینار اس کے بعد میرے اور لڑکے میں یہ سوال وجواب ہوا۔

میں نے کہا میرا نام کیسے معلوم ہوا؟

لڑکے نے کہا علیم وخبیر نے معلوم کرایا۔

میں نے کہا عقل ونفس میں کیا فرق ہے ؟

لڑکے نے کہا نفس سلام سے منع کر رہا تھا' عقل سلام کروائی

میں نے کہا مٹی میں کیوں کھیل رہے ہو ؟

لڑکے نے کہا ''فیہا تحیون وفیہا تموتون منہا تخرجون (8ع8اعراف)

(اسی زمین پر رہو گے' اسی میں مرو گے' اسی سے اٹھائے جاؤ گے)

میں نے کہا تم کبھی روتے ہو' اور کبھی ہنستے ہو' کیا وجہ ہے ؟

لڑکے نے کہا جب عذاب کا خیال آتا ہے روتا ہوں' جب رحمت کا خیال آتا ہے ہنستا ہوں۔

میں نے کہا تمہارا گناہ ہی کیا جو تم روتے ہو ؟

لڑکے نے کہا مالک یہ نہ کہو اپنی ماں کو دیکھتا ہوں کہ چولھا سلگاتے وقت بڑے لکڑیوں میں چورا بھی ڈال کر سلگاتی ہیں' اس خیال سے خوف ہوتا ہے کہ لکڑی کے چورے کی طرح بچے بھی بڑوں کے ساتھ دوزخ میں نہ ڈالے جائیں۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بچہ بڑا سمجھ دار ہے کون ہے؟ لوگ کہے یہ بچہ امام حسینؓ کا صاحبزادہ زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ ہے' میں نے کہا یہ فرع

ایسی ہی اصل کی ہونی چاہیے۔

فصل 7۔

حضرت آدم علیہ السلام ایک گناہ کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے اولاد آدم کو بے شمار گناہوں کے باوجود کیا جنت مل سکتی ہے؟ اگر مل سکتی ہے تو جنت ملنے کے ذرائع کا بیان

آدم علیہ السلام کو جنت میں لے جا کر پھر وہاں سے اس واسطے نکالا گیا تھا تا کہ اولادِ آدمؑ کو عبرت ہو کہ ایسے مقبول بندہ صغیرہ گناہ سے عتاب میں آئے ان کی وہ پہلی حالت نہ رہی۔ جنت چھین لی گئی ' ہم کبیرہ گناہ والوں کے ساتھ کیسا ہو گا ' گناہوں کی شامت سے آخرت تو خراب ہو ہی گئی ' دُنیا کی عزت بھی چھین لی جائے گی۔

خدائے تعالیٰ جنت بیچ رہا ہے ' اولاد آدم خریدار ہے اور آدم علیہ السلام دلال ' قاعدہ ہے کہ دلال پہلے خود وہ چیز دیکھ لیتا ہے ' اس کے بعد لوگوں سے خریدی کراتا ہے۔

اسی طرح حضرت آدم جنت کو پہلے دیکھ بھال کر اپنی اولاد سے فرما رہے ہیں کہ جنت ایسی ہے ایسی ہے ' خریدنے کی چیز ہے ضرور خریدو۔

جنت ملنے کے ذرائع :-

حضرت آدم علیہ السلام کے قصّہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں کی عادت چھوٹنے کے لیے بڑے بڑے مجاہدے کرنا پڑتا ہے مگر یہ مجاہدے تم سے نہیں ہو سکیں گے' اس لیے بے مشقت کی ایک بُوٹی بتائی جاتی ہے نہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور نہ کہیں جانا پڑے۔

وہ بُوٹی یہ ہے کہ جب گناہ ہو جائے تو ساتھ ہی ساتھ توبہ کر لیا کرو گناہ کرنے میں ہاتھ پاؤں ہلانا پڑتا ہے ارادہ کرنا پڑتا ہے' توبہ کے لیے ذرا زبان کو حرکت دے لینا اور قلب سے نادم ہو جانا کیا دشوار ہے۔ شیطان سمجھا ہوا ہے کہ اولادِ آدم نے اپنے باپ کی طرح ادھر توبہ کی ادھر گناہ سے پاک ہوا' اس لیے توبہ کو نظروں میں حقیر کر کے دکھاتا ہے چوں کہ شیطان خود توبہ نہیں کیا اس لئے اولاد آدم سے بھی توبہ کرانا نہیں چاہتا۔

اس قدر مفید چیز توبہ کا قاعدہ کس قدر آسان ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھیں توبہ کیلئے سر سجدہ میں رکھ کر عاجزی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں' یہ عمل نفس پر گراں ہو گا وہ یہ اور خیال کرے گا کہ اگر گناہ کرواتا ہوں تو وہ شخص نماز وضوء وغیرہ میں پھنساتا ہے اس لیے نفس خود بخود گناہ سے رک جائے گا۔

(نوٹ : آئندہ مثال میں کرسی کا ذکر آرہا ہے، کرسی کو یوں سمجھئے کہ شریر لڑکوں کو سزاء کھڑے رہنے اور بیٹھنے کے درمیانی ہیئت میں رکھا جاتا ہے اس کو کرسی کہتے ہیں)

نفس کے گناہ سے رکنے کی ایک مثال یہ ہے کہ :-

شریر لڑکے کو اُستاد کرسی بٹھاتا ہے، شریر لڑکا شرارت سے باز آجاتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر شرارت کیا کہ کرسی کی مصیبت پڑی۔ ایسا ہی نفس سمجھتا ہے کہ گناہ کیا کہ وضو و نفل نماز کے ساتھ توبہ کی کرسی پر بیٹھنا پڑتا ہے۔

نفس کے گناہ سے رکنے کی دوسری مثال :-

بچہ جب دودھ چھڑائی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور دودھ پینا نہیں چھوڑتا تو ماں اپنی پستان کو ایلوا لگاتی ہے، بچہ ایلوے کی ناگواری اور تلخی سے دودھ جیسی مرغوب چیز چھوڑ دیتا ہے۔

ایسا ہی نفل نماز، وضوء اور توبہ مثل ایلوے کے ہیں گنہگار جب ان پر عمل شروع کرتا ہے تو نفس ان کے ناگوری کے اندیشے سے اپنی مرغوب چیز گناہ چھوڑ دیتا ہے۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کو روک کر دیگر مضامین لانے کے وجوہات کی تفصیل :-

ابتدا سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اوراس کے تفصیلات بیان ہورہے ہیں، دورانِ تفصیلات میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدمؑ کے پیشانی میں رکھے جانے کا ذکر آیا اس موقعہ پر ضرورت تھی کہ آدم علیہ السلام کی لغزش وغیرہ کا ذکر کیا جائے چوں کہ حضرت آدم کے لغزش کا تعلق ابلیس سے ہے اس لئے ابلیس کے تلبیس ومکر کی وضاحت بھی ضروری ہوئی۔ ان تمام اُمور کا لحاظ کرتے ہوئے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو آدم علیہ السلام تک پہنچادیا گیا اس کے بعد ابلیس سے متعلقہ تفصیلات بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلقہ تفصیلات بیان ہوئے۔ اب حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم رکھے جانے کے بعد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

باب چہارم

یہ باب ان واقعات کے بیان میں ہے جو نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام میں آجانے کے بعد سے لے کر ولادت باسعادت کے بعد تک پیش آئے۔

فصل 1۔

اللہ تعالیٰ کی دوری کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی روح کی بے قراری اور اللہ تعالیٰ کا اس کو تسکین دینے کا بیان۔

آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت آدم کی روح آدم کے قالب میں چلی تو گئی مگر آدم علیہ السلام کی روح ہمیشہ اس قرب الٰہی کو جو اس تنگ مقام میں آنے سے پہلے حاصل تھا یاد کرتی تھی جسم میں رہنا اس پر مصیبت ہو رہا تھا ہمیشہ روتی اور یہ کہتی :

ساقیا بر سر جاں بار گرانست تنم

بادہ دہ باز رہا یک نفس از خویشتنم

اے ساقی روح پر یہ تن بہت بھاری بوجھ ہے

محبت الٰہی کی شراب دے ایک لحظہ مجھ کو بے خود کر دے۔

میں اس تن میں رہنے سے بہت تنگ آ گئی ہوں

من ازیں ہستی خود نیک بہ تنگ آمدہ ام

تو چناں بے خبرم کن کہ نہ دانم کہ منم

اے ساقی تو مجھے ایسا بے خبر بنادے کہ میں اپنی خودی بھول جاوں '
اس مردار تن سے مجھ کو کیا کام۔
میں تو عالم بالا میں قرب الہی میں رہنے والی ہوں

پیش ازیں قالب مردار چہ کار است مرا

نیستم زاغ وزغن طوطی شکر سخنم

خنک آں روز کہ پراوز کنم تابر یار

بہ ہوائے سر کویش وبالے بہ زنم

میں کوا چیل نہیں ہوں کہ مردار تن کی گرویدہ رہوں، میں بیٹھے باتیں کرنے والی طوطی ہوں۔

کیا لطف ہو گا اس وقت کہ میں اپنے دوست اللہ کی طرف اڑتی ہوئی جاؤں گی اور دوست کی طرف اس کے محبت میں پکھوٹے کھولے اڑتی ہوئی جاؤں گی۔

جب بچہ کا دل نہیں لگتا تو مٹھائی اور میوہ لا کر دل بہلاتے ہیں ایسا ہی اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام کی روح کو اس طرح بہلاتا ہے کہ کبھی ملائکہ کو سجدہ کراتا ہے کبھی آسمانوں کی سیر کراتا ہے کبھی جنت میں رکھتا ہے پھر پیام پر پیام بھیجتا ہے تا کہ سلسلہ پیام کے لطف میں چندے روح اس کا قالب میں رہے۔

فصل 2۔

نکاح آدم علیہ السلام و مہر حوا علیہا السلام کے بیان میں:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کا نکاح حضرت حوا علیہا السلام سے کیا، مہر درود شریف مقرر ہوا۔ اگر درود شریف نہ ہوتا تو نکاح ہی نہ ہوتا اور نہ نسل انسانی آگے بڑھتی، اس لحاظ سے درود شریف ہی سارے انسانوں کی بنیاد ہے۔

اب درود شریف سے نکاح نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ مہر معاوضہ ہے شرمگاہ کا، اور درود شریف جیسی تبرک چیز معاوضہ شرمگاہ کا نہیں ہو سکتی بلکہ اب درود شریف معاوضہ دیدارِ الٰہی مقرر ہوا۔ درود شریف جو کوہ نور ہیرے جیسا ہے اس کو شرمگاہ جیسے ذلیل چیز کے معاوضہ میں دینا عقل مندی نہیں ہے۔ انسان کی

بنیاد درود شریف پر مقرر کرنے کیلئے حضرت آدم کے وقت درود شریف مہر مقرر ہوا تھا اب منسوخ ہو چکا ہے۔

فصل 3۔

اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت کے بیان میں

آدم علیہ السلام کو جب اولاد ہونے لگی ایک حمل سے دو بچے پیدا ہونے لگے تھے مگر شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے' کوئی ان کے ساتھ جوڑ نہ تھا اس لیے کہ شیث علیہ السلام میں نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منتقل ہو گیا تھا اس نور کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا۔

آدم علیہ السلام کی پہلی وصیت : -

آدم علیہ السلام کے انتقال کا جب وقت آیا شیث علیہ السلام کو وصیت کئے دیکھو بیٹا تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے' پاک عورتوں میں حلال ذریعہ سے منتقل کرنا۔

اس کے بعد بھی اجداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر ایک یہی وصیت کرتا تھا کہ دیکھو یہ نور محمدیِ کو پاک عورتوں میں حلال ذریعہ سے منتقل کیا کرنا' اسی واسطے

حدیث شریف میں آیا ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو پاک پیٹھوں سے پاک پیٹوں میں منتقل کرتا رہا۔

یعنے عبد اللہ تک آدم سے لے

جتے جد سلطانِ عالم کے ہوئے

تھے بہادر قائم اپنے دین پر

بیبیاں بھی ان کی عابد باخبر

نقل جن جن میں کیا نورِ شریف

صلب پاک ان کے رحم ان کے لطیف

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

وتقلبک فی السجدین -اے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم آپ کے نور کو عابدوں میں منتقل کرتے رہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم - (پ 11 ع 16 سورۃ التوبہ)

اس آیت مبارک کی قراءت دو قسم کی ہے ایک قرات میں **انفسکم** کے ف کو پیش ہے` دوسری قراءت میں **انفسکم** کے ف کو زبر ہے یہاں **انفسکم** کے ف کو زبر والی قراءت مراد ہے` ف کو زیر والی قراءت کے لحاظ سے اس آیت شریف کے معنی اس طرح ہوتے ہیں` بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سب سے زیادہ جو نفیس مرد اور عورت تھے ان میں منتقل ہوتے ہوئے تشریف لائے۔

آدم علیہ السلام کی دوسری وصیت کہ اے شیث امّت محمدی سے باادب رہو : -

حضرت آدم علیہ السلام ہمیشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان فرماتے تھے ایک مرتبہ شیث علیہ السلام اپنے باپ حضرت آدم سے پوچھے ابا ہر وقت آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کیا وہ آپ سے افضل ہیں ؟ آدم علیہ السلام جواب دیئے بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے درجے کے ہیں ان کی امت کی شان سنو :

حضرت آدم کی حالت :

امّت محمدی کی فضیلت :

(1) بیٹا کیا کہوں مجھ سے ایک لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنت سے باہر کردیا۔

(1) اُمّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لغزشوں کے

باوجود اللہ تعالیٰ جنت میں لائے گا

(2) میری ایک لغزش کی وجہ سے **عصیٰ آدمُ** (آدم نافرمانی کیئے) کہہ کر زمین و آسمان میں مشہور کردیئے۔

(2) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت باوجود ہزاروں

گناہوں کے کبھی ان کو بدنام نہیں کرینگے۔

(3) مجھ سے ایک لغزش ہوئی تو حوّا سے مجھ کو سو برس تک جدا رکھے

(3) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امُت کو سینکڑں صغیرہ

اور کبیرہ گناہوں کے باوجود ان کے دوستوں سے

انکو جدا نہیں کرینگے۔

(4) ایک لغزش ہوئی اس کی وجہ سے سو برس تک روتا رہا ہوں۔

(4) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو گناہوں پر ندامت

ہوتے ہی ان کے سب گناہوں معاف کر دیں گے۔

(5) ایک گناہ کی وجہ سے میرے جسم سے جنت کے کپڑے اُتار کر مجھے برہنہ کر دیئے

(5) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے کتنے ہی

گناہ ہوں ان کو برہنہ نہیں کریں گے۔

(6) میری توبہ قبول کرنے کے لیے کہاں سے کہاں میدانِ عرفات میں بلاکر توبہ قبول کیئے۔

(6) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو

گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

اپنی جگہ ہی ندامت ہوئی اور توبہ قبول ہو گئی"۔

نسب نامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبرکاً تھوڑی دور تک :

آپ اُپر پڑھ چکے ہیں کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت آدم بنے اور ان سے حضرت حوا بنیں، ان دونوں سے جو اولاد پیدا ہوئی، اس اولاد میں حضرت آدم سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے مشاہیر ہوئے ہیں، ان کا مفصّل شجرہ اس کتاب کے آخر میں درج ہو رہا ہے وہاں مطالعہ کیجئے یہاں تبرکاً حضرت کے اجداد کا تھوڑا سلسلہ درج کیا جاتا ہے : -

حدیث شریف : -

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو دُنیا میں لانے کے لیے سب مخلوق میں سے بنی آدم جو اشرف المخلوقات ہے منتخب کیا۔

بنی آدم میں سے عرب کو جو سب سے زیادہ اشرف تھے منتخب کیا۔

عرب میں سے کنانہ کو جو وہ اشرف الاقوم تھے منتخب کیا۔

کنانہ میں قریش کو جو وہ اشرف الاقوام تھے منتخب کیا۔

قریش میں سے بنی ہاشم کو جو سب قریش میں اشرف ہیں منتخب کیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر ابن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فصل4۔

حضرت ہاشم وحضرت عبدالمطلب وحضرت عبداللہ میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کے برکات کا بیان

نورِ مُبارک منتقل ہوتے ہوئے حضرت ہاشم تک پہنچا' حضرت کا نورِ مُبارک حضرت ہاشم کی پیشانی سے چمکتا تھا جس طرف حضرت ہاشم نکل جاتے ہر ایک چیز آپ کو سجدہ کرتی تھی۔

حضرت عبدالمطلب میں نورِ مُبارک کے برکات : -

پھر وہ نورِ مطہر حضرت عبدالمطلب کو ملا' حضرت عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کی پیشانی سے چمکتا تھا جب بھی قریش کو قحط سالی ہوتی تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ان کو پہاڑ پر لے جاتے ان کے طفیل سے خدائے تعالے سے دُعا مانگتے بارش ہوتی۔ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے قحط دور ہو جاتا۔

قصّہ ابرہا :

سورہ '' اَلَم تَرَ '' میں اصحاب فیل کا واقعہ ہے اس واقعہ میں حضرت عبدالمطلب کے ذریعہ سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات کا ظہور ہوا ہے اس لیے وہ واقعہ مختصراً درج کیا جاتا ہے : -

نجاشی شاہ حبش کی طرف سے دو افسروں کو یمن بھیجا گیا تاکہ وہاں کے حاکم کی سرکوبی کی جائے' ان دو افسروں میں سے ایک افسر کا نام ابرھا تھا جب ابرہا یمن پہنچا خود وہاں کا حاکم بن گیا اور اس نے یمن میں ایک گرجا بنا کر یہ چاہا کہ کعبہ شریف کی طرح اس گرجا کی زیارت کے لیے خلقت آیا کرے' جب وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا۔ کعبہ شریف کو آنے والوں کی طرح گرجا میں ہجوم نہ ہوا تو ابرھا کو بہت رنج اور صدمہ ہوا وہ یہ سمجھا کہ جب تک کعبہ شریف رہے گا کوئی بھی میرے گرجا کو نہیں آئے گا اس لیے اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ کعبہ شریف کو گرادے تاکہ مخلوق میری گرجا کو آیا کرے کعبہ شریف کو ڈھانے کے ارادہ سے بہت سی فوج معہ ہاتھیوں کے لے کر نکلا جن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا۔ جب ابرھا یہ فوج اور ہاتھی لے کر کعبہ شریف کی طرف چلا تو اس کی اطلاع حضرت عبدالمطلب کو ہوئی' اس اطلاع کے ساتھ ہی حضرت عبدالمطلب تمام قریش کو جمع کئے اور فرمائے کہ ابرھا کی فوج آنے سے تم لوگ مت گھبراؤ' کیوں کہ اس کعبہ معظّمہ کا اللہ تعالیٰ پروردگار ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ کعبہ شریف کو ہمارے حفاظت کی حاجت نہیں بلکہ کعبہ خود ہمارا محافظ ہے۔ ابرھا کے شر سے ہم کو بچائے گا

جب ابرھا اور اس کی فوج کعبہ کے قریب پہنچی' فوج کے کچھ لوگ لوٹ مار شروع کر دیئے' اس لوٹ میں حضرت عبدالمطلب کے بھی چار سو اونٹ پکڑ کر لے گئے۔

حضرت عبدالمطلب قریش کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے وہاں سے کعبہ شریف سامنے نظر آتا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کے پیشانی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور تھا وہ مثلِ ہلال کے ہو کر پیشانی کے اوپر چمک رہا تھا اور اس نورِ مُبارک کی شعاع کعبہ مکرمہ پر گر رہی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا اے قریش چلو کہ تم ہر طرح کے صدمات سے بچ گئے اور کعبہ کا بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ خدا کی قسم یہ نورِ مُبارک جب ایسا بن کر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اب بنا ہے تو مجھ کو بارہا فتح ہوئی ہے یہ سن کر قریش واپس ہوگئے اور اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔

ابرھا ایک شخص کو سفیر بنا کر حضرت عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور اپنے سفیر سے کہا کہ حضرت عبدالمطلب اور دیگر سردارانِ قریش سے کہو کے میں کعبہ کو گرانے آیا ہوں تم سے لڑنا میرا مقصد نہیں ہے۔

جب سفیر حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا اور حضرت عبدالمطلب کے چہرہ مُبارک پر اس سفیر کی نظر پڑی' حضرت کے پیشانی میں جو نورِ مُبارک تھا اس نور پر نظر پڑتے ہی وہ سفیر گرا اور بے ہوش ہو گیا' اس سے ایسی آوزیں آنے لگی جیسے ذبح کی ہوئی گائے سے آتی ہیں' بہت دیر کے بعد وہ سفیر ہوش میں آیا' ہوش میں آتے ہی اس نور مُبارک کے سامنے سجدہ میں گر پڑا اور حضرت عبدالمطلب سے

عرض کیا کہ بے شک آپ قریش کے سردار ہیں یہ کہہ کر سفیر واپس ہو گیا۔

حضرت عبدالمطلب ابرھا کے پاس تشریف لے گئے' ابرھا حضرت کی آمد کی اطلاع پا کر حضرت کو اپنے دربار میں بلایا' ساتھ ہی ساتھ اس سفید ہاتھی کو بھی طلب کیا جو کعبہ گرانے کے لیے لایا تھا' ہاتھی طلب کرنے سے مقصد یہ تھا کہ ایک قسم کا رعب حضرت عبدالمطلب پر پڑے۔

الغرض ہاتھی درباد میں لایا گیا آتے ہی اس ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب اور آپ کی پیشانی کے نورِ مُبارک پر پڑی' نظر پڑنا تھا کہ وہ ہاتھی اس نورِ مُبارک کے سامنے سجدہ میں گرا' حالاں کہ اس ہاتھی کی کسی کو سجدہ کرنے کی عادت نہ تھی ۔اس کے بعد وہ ہاتھی فصیح زبان میں گویا ہوا۔اے عبدالمطلب جو نور آپ کے پشت مُبارک میں ہے اور جو نور آپ کی پیشانی پر چمک رہا ہے اس نورِ مُبارک پر میرا سلام ہو۔

ابرھا یہ کیفیت دیکھ کر تخت سے اتر آیا۔ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا ہاتھی کے سجدہ کرنے کا ابرھا پر ایسا اثر ہوا کہ وہ حضرت عبدالمطلب سے بے انتہا تعظیم و تکریم سے ساتھ ملاقات کیا اور کہا آپ کی جو بھی حاجت ہو فرمائے' حضرت عبدالمطلب فرمائے آپ کے لوگ میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں واپس کر دو۔

ابرھا نے تعجب سے کہا کہ آپ اپنے اونٹ کا مطالبہ فرما رہے ہیں' کعبہ کو بچانے سے متعلق کچھ نہیں فرما رہے ہیں حالان کہ کعبہ سے ہی آپ کی عزت ہے یہ

تو بڑے حیرت میں ڈالنے والی بات ہے۔

حضرت عبدالمطلب فرمائے یہ اونٹ میرے ہیں مجھے انکی فکر ہے' کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اسے بچالے گا مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ابرھا نے حضرت عبدالمطلب کے سب اونٹ واپس کر دیا حضرت عبدالمطلب واپس آگئے اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر دُعا کرنے لگے۔

عدوِ اس بیت کا دُشمن ترا

کون ہے تیرے سوا اُمید گاہ

لے بچا انسے حرم اپنا اِلٰہ

اپنی بستی کو بچا ان سے خدا

مضمون دُعا بتا رہا ہے کہ حضرت عبدالمطلب موحد' خدا پرست تھے ورنہ بتوں کی سفارش لاتے۔ کس قدر قوتِ قلب و صدق سے کہا کہ تیرے سوا میں کسی

سے اُمید نہیں رکھتا۔

صاحبو ! حضرت عبدالمطلب کے ولی دُعا کا اثر دیکھو کہ کعبہ جس کا ہے وہ کعبہ کو کس طرح بچاتا ہے اور اس کو بھی دیکھو کہ ابرھا فوجوں اور ہاتھیوں کو لئے ہوئے تیاری میں تھا کہ اب جائیں اور کعبہ گرادیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی اڑتی ہوئی آئی' ان کے پنجوں میں اور چونچ میں کنکر تھے اللہ تعالے کے حکم سے ان پرند جانوروں نے وہ کنکریاں ابرھا اور اس کے لشکر پر پھینکے۔

صاحبو ! کیا کہوں وہ کیسے کنکریاں تھیں جس سوار پر وہ کنکری گرتی تھی اس کے سر کو سراخ کرتے ہوئے اور اس کی سواری کو سراخ کرتے ہوئے زمین تک پہنچ جاتی تھی اور وہ سوار و سواری دونوں ہلاک ہو جاتے تھے اس طرح ابرھا اور اسکی فوج اور سب ہاتھی تباہ و برباد ہوگئے۔ نام و نشان ان کا باقی نہ رہا۔ کعبہ اپنی شان و شوکت کے ساتھ ایسا ہی باقی رہا اور باقی رہے گا۔

یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جو دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے ظاہر ہوا۔

ایک روز حضرت عبدالمطلب نیند سے ہوشیار ہوئے خود بخود سرمہ لگائے ہوئے سر میں تیل ڈالے ہوئے نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ نہیں معلوم یہ کس نے کیا ہے' ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کئے' کاہنوں نے جواب دیا کہ اس سے

یہ اشارہ ہے کہ اب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منتقل ہونے کا زمانہ آگیا۔ ان کا نکاح کیا جائے۔

حضرت عبداللہ میں نورِ مُبارک کے برکات : -

وہ نورِ مُبارک منتقل ہو کر حضرت عبداللہ میں آیا۔ جو کوئی یہودی مکہ معظّمہ میں آتا تو حضرت عبداللہ کے چہرہ کا نور دیکھ کر کہتا لوگوں! یہ نور عبداللہ کا نہیں ہے، یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے۔ حضرت عبداللہ کسی بت کے پاس سے گذرتے تو بت چلاتے کہ اے عبداللہ! ہمارے پاس مت آؤ تمہاری پیشانی میں جو نور ہے اس سے ہماری ہلاکت ہے۔

حضرت عبداللہ عجیب عجیب واقعات جب ملاحظہ فرماتے تو حیران ہو کر اپنے باپ حضرت عبدالمطلب سے ظاہر فرماتے : -

وہ واقعات جو حضرت عبداللہ نے اپنے والد ماجد سے ظاہر فرمائے۔

حضرت عبداللہ کے ملاحظہ کردہ واقعات کی توضیح

(1) باوا! جب میں مکہ کے میداں میں کسی پہاڑی پر چڑھتا ہوں، میری پیٹھ سے دو نور نکل کر ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف پھیل جاتے ہیں، پھر دونوں سمٹ کر ابر کے مانند بن کر آسمان طرف چڑھ جاتے ہیں، آسمان اس نور کے

لیے کھل جاتا ہے ' اور یہ نور آسمان پر چلا جاتا ہے ' پھر ایک لمحہ کے بعد آسمان سے واپس آ جاتا ہے۔

(☆) صاحبو ! کچھ آپ نے سونچا کہ مشرق سے مغرب تک نور کا پھیلنا اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کا دین مشرق سے مغرب تک پھیلے گا۔

(2) باوا ! میں جس جس جگہ بیٹھتا ہوں زمین سے آواز آتی ہے سلام ہو تم پر اے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امانت دار

(☆) حضرت عبداللہ کو زمین سلام کرتی تھی اس کا یہ مطلب ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں ان کی نبوت پر ہر بیز بان ' اور زمین اور پہاڑ بھی گواہی دیں گے۔

(3) باوا ! جب میں کسی سوکھے جھاڑ کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ جھاڑ ہرا ہو کر مجھ پر اپنی ڈالیاں جھکاتا ہے ' سوکھی زمین پر کھڑا رہتا ہوں اس زمین پر ہرا گھانس پیدا ہو جاتا ہے ' پھر میں جب وہاں سے چلا جاتا ہوں وہ زمین اور درخت پہلے کی طرح خشک ہو جاتے ہیں۔

(☆) سوکھی زمین، سوکھا جھاڑ ہرا ہونے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں جس سے مردہ دل زندہ ہوں گے۔

اہلِ کتاب ان علامتوں سے جو ان کی کتابوں میں بتلائی گئی تھیں یہ معلوم کر کے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت عبداللہ سے پیدا ہوں گے سب حضرت عبداللہ کے دُشمن ہو گئے اور کسی طرح سے ان کو ہلاک کرنا چاہتے تھے مگر عجیب و غریب واقعات دیکھ کر واپس ہو جاتے تھے۔

منجملہ ان واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ :-

ایک روز حضرت عبداللہ شکار کے لیے گئے تھے چند یہودی تلوار کھینچ کر حضرت عبداللہ پر حملہ آور ہوئے، فوراً چند سوار غیب سے ظاہر ہو کر ان یہودیوں کو دفع کر دیئے۔

حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور تک تھا پھر یہ معلوم ہونے سے کہ حضرت عبداللہ سے پیغمبر آخر الزماں پیدا ہونے والے ہیں، اکثر عورتوں کو یہ آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بنیں۔

مصطفٰے کا نور جو مستور تھا

جسم عبداللہ کا پُر نور تھا

تھی جبیں روشن مثال آفتاب

جسم تھا رخشندہ جیسے ماہتاب

سینکڑوں عاشق تھیں ان پر عورتیں

جان دیتی تھیں ہزاروں عشق میں

جس کو دیکھو وہ یہ کرتی تھی دُعا

ماں محمدؐ کی بنا اے کبریا

حضرت عبدالمطلب کو تلاش تھی ایسی عورت کی جو شریف حسب و نسب والی ، عصمت و عفت والی ہو، حضرت آمنہ کی تقدیر میں یہ دولت تھی، ان سے حضرت عبداللہ کا پیام ہو گیا۔ ایک عورت دولت مند تھی اس نے حضرت عبداللہ سے نکاح کرنا چاہا۔ حضرت عبداللہ چند روز کا وعدہ کر کے گھر آ گئے۔

یہاں حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا۔

حضرت عبداللہ چند روز کے بعد جب اس دولت مند عورت کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ کیا اور سے نکاح کر چکے ہو، حضرت عبداللہ فرمائے ہاں، اس عورت نے کہا وہ نور منتقل ہو گیا، اب مجھے تمہاری خواہش نہیں۔

فصل 5۔

کسی چیز کے متعلقات میں جہاں اشخاص ہو سکتے ہیں وہیں زمانہ بھی ہو سکتا ہے

اسی طرح متعلقات نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منجملہ ایک چیز اشخاص کی عظمت و بزرگی بیان ہو چکی۔

اس نورِ مُبارک کے متعلقات میں دوسری چیز جو زمانہ ہے اس میں "شبِ میلاد" اور "وقتِ ولادت" داخل ہیں، اس لیے اس فصل میں شب میلاد کی

فضیلت اور وقت ولادت کی خوشی منانے کا مفصل بیان ہے : -

صاحبو ! تمام متبرک راتوں میں سب سے افضل شبِ قدر ہے، آپ کو معلوم ہے کہ اس کا یہ مرتبہ کیوں ہے ؟

" تنزل الملئکۃ والروح " (پ 30 ع 1 سورۃ القدر)

(ملائکہ کے نازل ہونے کے سبب سے شبِقدر متبرک ہے)

جس رات خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی ہوئی ہے اس کا کیا مرتبہ پوچھتے ہو۔

حضرت کے پیدائش کی رات شبِقدر سے اس لیے افضل ہے کہ شبِ قدر صرف رحمت ہے مومنین کے لیے، خاص مومنین کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ شب میلاد رحمت ہے تمام عالم کے لیے۔

" ومآ ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (پ 17 ع 8 سورۃ الانبیاء)

(اے پیغمبر ! ہم نے آپ کو دُنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے)

شب قدر سے خاص فائدہ پہنچتا ہے اور شب میلاد سے عام فائدہ پہنچتا ہے` اسی لیے شب میلاد تمام راتوں سے افضل ہے۔

اب شائد آپ کو یہ شبہ ہو رہا ہو گا کہ شب قدر میں ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے **لیلۃ القدر خیر من الف شہر** (پ 30 ع 1 سورۃ القدر)

شب میلاد میں نہ کوئ خاص عبادت ہے اور نہ عبادت کا کوئ ثواب زیادہ ملنا ثابت ہے ' پھر کیسے شب میلاد شب قدر سے افضل ہو گی۔

میرے دوستو ! آپ نے غور نہیں فرمایا۔ بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ دربار کے وقت نوکروں کو ہمیشہ سے زیادہ کمر باندھ کر نوکری پر مستعد ہونا پڑتا ہے اور دنوں کے انتظام سے زیادہ انتظام کرنا پڑتا ہے اس کے بعد کہیں سرفرازی ہوتی ہے۔بخلاف اس کے جب بادشاہوں کے پیدائش کا دن ہوتا ہے عام تعطیل دی جاتی ہے بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے خلعتیں بٹتی ہیں۔

دوستو! شب قدر دربار کی رات ہے` تمام رات جاگو تو سرفرازی ہوتی ہے۔ شب میلاد بادشاہوں کے پیدائش کی رات کی طرح ہے اس میں عام تعطیل ہے` نہ رات کو جاگنے کی ضرورت` نہ کوئی عبادت کرنے کی` بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے۔

مشقت کی سرفرازی سے بے مشقت کی سرفرازی بہتر ہے، اس لیے بھی شب قدر سے شب میلاد افضل ہے۔

صاحبو ! ایک کلّیہ پر غور فرمایئے : -

الذین امنوا (پ 13 ع 4 سورۃ الرعد)

(جو لوگ ایمان لائے)

وعملوا الصلحات (پ 13 ع 4 سورۃ الرعد)

(اور نیک عمل کیئے)

(1) پہلے ایمان ہے

(1) پھر اعمالِ صالحہ ہیں۔

(2) بغیر اعمالِ صالحہ کے ایمان بے کار نہیں

(2) بغیر ایمان کے اعمالِ صالحہ بے کار ہیں

(3) شبِ میلاد ایمان سے تعلق رکھتی ہے

(3) شبِ قدر اعمالِ صالحہ میں سے ہے۔

اس لیے کہ ایمان کے دو جز ہیں دوسرا جز محمد رسولؐ اللہ ہے شبِ میلاد کا تعلق اسی جز سے ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان افضل ہے اعمالِ صالحہ سے، شب میلاد چوں کہ ایمان سے تعلق رکھتی ہے اس لیے اعمال سے تعلق رکھنے والی شب قدر سے افضل ہیں ایمان میں اعمال نہیں ایمان کے بعد اعمال کرنے پڑتے ہیں چونکہ شب میلاد ایمان سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شبِ میلاد میں کوئی عمل نہیں۔

صاحبو ! جو کچھ ملتا ہے کئے پر ملتا ہے، بے کچھ کئے کے ملنا یہ خاصہ ہے شبِ میلاد کا

لو مسلمانو ! مبارک باد ہے

نام اس شب کا شبِ میلاد ہے

نور کا چھڑکاؤ ہے اب جابجا

ذکر ہے اس شاہ کے مولود کا

سامعین کہو ہر دم صلّ علیٰ

ہے بیاں میلاد کے ساماں کا

فصل 6۔

گذشتہ فصل میں شبِ میلاد کی جس طرح فضیلت ثابت کی گئی اسی طرح اس فصل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کی خوشی منانے کو ثابت کیا جاتا ہے۔

مومنوں کے دل پر فرحت ہے نمود

قدسیاں پڑھتے ہیں الحمد اور درود

جو مسلماں آپ کے ہیں اُمتی

ان پہ واجب ہے تولد کی خوشی

صاحبو ! حضرت کی پیدائش کی جس قدر خوشی ہو کم ہے تولد کی خوشی منانے صرف ایک میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خدا خود حکم دے رہا ہے قرآن خود سکھا رہا ہے۔

مصطفٰے کی دوستی ایمان ہے

شاہد اس پر آیتِ قرآن ہے

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا (پ 11 ع 6 سورۂ یونس)

(آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے)

لفظ رحمت سے مراد دین کی نعمت ہوتی ہے جس طرح حکم ہے کہ مسجد میں آتے ہی پڑھیں " **اللھم افتح لنا ابواب رحمتک** "

اس دُعا میں لفظ رحمت سے مراد دین کی نعمت ہے۔

لفظ فضل سے مراد دنیا کی نعمت ہوتی ہے جس طرح مسجد سے باہر آتے وقت کی دُعا "**اللھم انی اسئلک من فضلک**" اس دُعا میں لفظ فضل سے مراد دُنیا کی نعمت ہے۔

اس قاعدہ کے لحاظ سے آیت مُبارک " **قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا** (پ 11 ع 6 سورہ یونس) میں لفظ "فضل" اور لفظ " رحمت " سے دین اور دُنیا کی تمام نعمتوں کی اصل وجڑ مراد لینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

وہ اصل وجڑا جس کا اہتمام کیا گیا آقائے نامدار سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے۔

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے دُنیا اور دین کی سب نعمتیں ملیں اس لیے تاکید پر تاکید اور حصر پر حصر کر کے یہ بتلادیا ہے کہ اگر خوشی کے قابل کوئی چیز ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے' اس پر بے حد خوش ہونا چاہیئے " **قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا** " پر ہی بس نہیں کیا' بلکہ اس کے بعد صراحت فرماتا ہے " **ھو خیر مما یجمعون**

”(پ 11 ع 6 سورہ یونس)

یہ حضرت کی نعمت دنیا کے ان تمام نعمتوں سے بہتر ہے جنکو تم جمع کر کے اس پر خوش ہوتے ہو۔

اس آیت میں فضل و رحمت سے مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ : -

یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین
(پ 28 ع 1 سورۃ الجمعۃ) “

یہ نبی ایسے ہیں کہ ” آیتیں تلاوت کرتے ہیں ‘ ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک کرتے ہیں ان کو حکمت کی باتیں سکھلاتے ہیں سب کھلی گمراہی میں تھے ‘ یہی منشاء ہے حضرت کے پیدا ہونے کا ‘ اس وجہ سے حضور رحمت اور فضل ہیں۔

فصل 7۔

ان حالات کے بیان میں حضور اکرم فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مادر محترمہ کے شکم مبارک میں تشریف آوری سے لے کر ولادت باسعادت تک پیش آئے۔

اب وہ وقت آ رہا ہے کہ ہزار سال سے جو نور منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا اب بی بی آمنہ کے پیٹ میں آئے۔

لب حوراں ترنم ریز تسبیح

بگردوں زہرہ رقصانست امشب

ملائک تہنیت گویا کہ لاریب

زِشب قدر عزیز آنست امشب

کیا کہوں حضور شکمِ مادر میں آنے کی کیسی رات تھی، حوران جنت مارے خوشی کے تسبیح پڑھ رہے تھے آسماں پر خوشی سے زہرہ (تارا) رقص کر رہا تھا فرشتے ایک دوسرے کو مبارکباد دیرے تھے آج کی رات عاشقانِ الہیٰ کے لیے شبِ قدر سے بہتر ہے۔

دِل عشّاق از داغِ جگر سوز

خوشاک رشکِ چراغانست امشب

عاشقانِ الہیٰ کے دلوں پر جو عشق و محبت کا داغ تھا وہ اس قدر منور ہو گیا تھا کہ چراغوں کو اس پر رشک آرہا تھا۔

بہ گردِ شمع چوں پروانہ جبریلؑ

بلا گرداں بصد جانست امشب

جیسے پروانہ شمع کے اطراف ہوتا ہے اس طرح حضرت جبرئیلؑ حضور کے دُنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں حضور پر قربان ہو رہے تھے۔

بہر کوئے کہ می بینی بہ عالم

بہارِ باغ رضوانست امشب

کیا کہوں کہ سارے عالم کا اس وقت کیا حال تھا ہر گلی کوچہ میں باغ رضواں (یعنے جنت کی طرح بہار تھی)

جمعہ کی رات تھی وہ نور کردگار

آمنہ کے پیٹ میں پایا قرار

جمعہ کی رات افضل تریقین

لیلۃ القدر اس کے آگے کچھ نہیں

رجب کا مبارک مہینہ ہے جمعہ کی رات ہے جو شبِ قدر سے بھی افضل ہے جنت کے داروغہ کو حکم ہوا کہ " رضوان تمام جنتوں کے دروازے کھول دو ' عالم قدس کو انوارات سے منور کر دو۔ تمام عالم کو طرح طرح کی خوشبوؤں سے معطر کر دو۔

زمیں اور آسماں میں پکار دو کہ وہ نورِ مبارک جس کی خوشخبری انبیاء دیتے تھے ' آج کی رات اپنی ماں کے پیٹ میں آگیا ' عنقریب پیدا ہو کر لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنائے گا۔

یوں ہوا رضواں کو حکمِ کبریا
سب مکاں جنت کے کر آراستہ

بحر و بر برگ و شجر سے تھی صدا
اب محمد کا زمانہ آگیا

اب زمانہ آیا حضرت کا قریب
اب تولد ہوئیں گے حق کے حبیب

آسمانوں کے فرشتو! شاد ہو
اور بشر، جن کو مُبارک باد ہو

اللہ، اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار سو چونتیس سال بعد آج دُنیا میں رسولؑ کے آنے کی اور جنت کے دروازے کھلنے کی مبارک خبر آئی۔

خوش نصیب ہے وہ اُمت جس کے یہ رسول ہوں گے جو ان پر ایماں لائیں گے ان کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

صاحبو! کیسا مُبارک رسول ہے جو اپنے ماں کے پیٹ میں آتے ہی سب سے پہلے اُمت کے لیے جنت کا دروازہ کھلوایا، ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے پیدا ہو کر کیا کچھ نہ کرے گا۔ پھر رسول ہو کر عمر بھر قوم کی ہدایت میں محنتیں اُٹھا کر جنت کو کیسا سستا کرے گا اس کے وفات کے وقت اُمّت کے لیے مغفرت کی آخری دُعا کر کے جنت میں جانے کا پورا سامان کرے گا۔

قریش کا ہر ایک جانور بول اٹھا لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تشریف لائے، رب کعبہ کی قسم وہ ساری دُنیا کے لیے امن کا باعث ہیں۔

جانور دریا کے مل کے آپس میں سب

کہتے تھے آیا خوشی کا وقت اب

جنگلی، وحشی اور دریائی جانور خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں،
جانوروں کے خوشی کی وجہ یہ تھی قیامت اُس وقت قائم ہو گی جس وقت دُنیا میں کوئی اللہ اللہ بولنے والا نہیں رہے گا۔ گویا سارے جہاں کی بقاء ذکرِ الہیٰ سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے ذکرِ الہیٰ کم ہوتے ہوتے مٹنے کے قریب آ گیا تھا۔ جانور گھبرا رہے تھے اب دُنیا فنا ہوتی ہے، ایسے نا اُمیدی کی حالت میں خدا کی رحمت ظاہر ہوئی۔ سب نبیوں کا خاتم ماں کے پیٹ میں آ گیا۔ اب تو ذکر الہیٰ ایسا ہو گا کہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا سب کی جان میں جان آئی۔ سب جانور خوش ہو کر عالم کے باقی رہنے کی خوشخبری ایک دوسرے کو سنا رہے تھے کہ :-

آج کی رات وہ ہے کہ جانِ جہاں حیات عالم اپنی ماں کے پیٹ میں آ گئے۔

شرق سے تا غرب کئے یہ ندا

نورِ نبی سرورِ کُل انبیاء

ہے وہ بلا شبہ خدا کا حبیب

اب ہے بہت اسکا زمانہ قریب

جانوراں مکہ کے جو تھے تمام

یوں لگے آپس میں وہ کرنے کلام

حضرت بوالقاسم والا حشم

لاتا ہے دُنیا میں قریب اب قدم

کیوں نہ ہو یہ بات کہ سرور کی ذات

سید لولاک پیغمبر کی ذات

مصدر خیرات و کرامات ہے

چشمۂ فیض ہمہ برکات ہے

درگہِ خلاق کا ایسا حبیب

ہوتا ہے اب جلوہ فزا عنقریں

کیوں نہ ہو مسرور زمین و زماں

کیوں نہ کریں فخر مکین و مکاں

بُت اوندھے ہوئے' بادشاہوں کے تخت اُلٹ گئے۔ ہر ایک جگہ نور سے منور تھی قحط تھا' درخت خشک تھے' جانور دبلے تھے' حضرت حمل میں تشریف لاتے ہی قحط دور ہوا۔ اس سال کا نام "سنۃ الابتہاج" رکھا گیا۔

اہلِ مکہ کے دلوں پر تھی خوشی

پانی برسا خشک سالی سب گئی

جب سے حضرت پیٹ میں تشریف لائے ہر مہینہ میں ایک آواز آسمان سے آتی تھی لوگو! خوش ہو جاؤ کہ نہایت برکت والے نبی اس جہاں میں تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت بی بی آمنہ ایام حمل میں جب راستہ چلتیں جو پتھر ان کے پیروں میں آتا وہ موم کی طرح نہایت نرم ہو جاتا۔

آپ کو معلوم ہے پتھر کا موم ہو جانا کیا تھا؟ اس سے یہ بتانا منظور تھا کہ اے آمنہ تم کچھ سمجھیں؟ جیسے پتھر تمہارے پیروں میں موم ہو جاتا ہے ایسا ہی وہ نبی جو تمہارے پیٹ میں ہیں پتھر جیسے سنگ دلوں کو موم بنائیں گے۔

حضرت آمنہ کو حمل کے دنوں میں دوسری عورتوں کو جس طرح تکلیف ہوتی ہے اس قسم کی کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ میں حاملہ ہوں، البتہ صرف حیض بند ہو گیا تھا۔

حضرت آمنہ کا دل کبھی کسی کھٹی میٹھی چیز کو نہ چاہا جس طرح سے دوسری عورتوں کا دل اکثر چاہتا ہے اس کی وجہ کچھ معلوم ہے؟

صاحبو! بی بی آمنہ کے پیٹ میں کون ہے' وہ زاہد نبی ہے جو ساری دُنیا کا مزہ نہ لے گا۔ کٹھی میٹھی کسی چیز سے دل نہ لگائے گا' یا جس کے گھر میں دو دو مہینے تک چولھا نہ سلگے گا پیٹ پر پتھر باندھ کر نماز پڑھائے گا۔

ایسا زاہد نبی پیٹ میں رہے تو پھر کیا ان کی ماں کا دل کٹھی میٹھی چیز چاہ سکتا ہے؟

ہر ایک مکان نور سے روشن تھا۔ مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کو اور مغرب کے جانور مشرق کے جانوروں کو خوشخبری دے رہے تھے کہ رسول آخر الزماں اپنے ماں کے پیٹ میں آگئے۔ ربِ کعبہ کی قسم یہ نبی اس شان سے دُنیا میں آئیں گے کہ تمام پیغمبروں کے امام ہوں گے۔ تمام دُنیا والوں کے لیے ان کے دلوں کو منور کرنے والے چراغ ہوں گے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں کچھ نیند میں تھی اور کچھ ہوشیاری میں' کوئی کہتا ہے آمنہ تم کو کچھ خبر ہے تم حاملہ ہو' ایسے ذاتِ مبارک سے جو سارے عالم سے بہتر ہے۔

اب شکم سے تیرے اے رشک زنان

ہوئے گا پیدا نبی آخر الزماں

مجھ پر آثارِ حمل ظاہر نہ تھے

نہ شکم میں بوجھ تھا بالکل میرے

خواب میں آ ایک فرشتہ نے کہا

کون ہے تیرے شکم میں آمنہ

میں کہی اس کی خبر مجھ کو نہیں

وہ کہا ہیں رحمت للعالمین

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ : -

جب فرشتوں نے آکر مجھے اطلاع دی تو میں سمجھی کہ حاملہ ہو گئی ہوں ، زمین اور آسماں سے ہر مہینہ یہ ندا ہوتی تھی کہ آمنہ تم کو خوشخبری ہو ، اب تمہارے بطن

سے ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ہر ماہ ایک پیغمبر آتے۔

دے مبارک باد کہتے تھے مجھے

کیا مبارک بخت ہیں بی بی تیرے

پیٹ میں تیرے جو رشک ماہ ہے

رحمت عالم ہمارا شاہ ہے

جب تولد ہوئیں یہ عالی مقام

شاد ہو رکھیو محمد ان کا نام

وقتِ حمل اکثر دیکھتی تھی کہ : -

مجھ سے ایک نور ظاہر ہو رہا ہے سارا عالم اس سے منور ہو رہا تھا اس نور میں میں شام کے شہر بَصریٰ کو دیکھ رہی تھی۔

حضرت کی پیدائش کے پہلے جب حضرت کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو سب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا' اے ہمارے معبود اللہ آپ کے حبیب' آپ کے پیغمبر' پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے ہیں' اب ان کا کیسا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں سو (۱۰۰) باپ سے زیادہ محبت رکھنے والا' اس یتیم نبی کا حافظ و نگہبان اور ان کا کفیل رہوں گا اور ہر وقت ان کی مدد کرتا رہوں گا۔

رو رو کہتے تھے فرشتے اے کریم

پیٹ میں ماں کے ہوا احمد یتیم

دی یہ خالق نے فرشتوں کو خبر

ہے بزرگی باپ کی اولاد پر

چاہتے ہم کہ یہ درّ یتیم

بے پدر دُنیا میں ہو بیخوف و بیم

حضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے ولادت کے وقت موسم ربیع (بہار) تھا ربیع کے موسم میں حضرت کے ولادت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علامتِ قیامت تھے ۔

" انا والساعۃ کہا تین"

حضرت کی پیدائش سے معلوم ہو رہا تھا کہ اب قیامت آنے والی ہے اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بیچ کی اُنگلی اور کلمہ کی انگلی ملا کر فرمائے جیسے کلمہ کی انگلی کے بعد بیچ کی انگلی ہے ' اسی طرح میرے بعد قیامت ہے ' میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیں گے ۔

بہار دو طرح کے ہوتے ہیں ' ایک بہار اشباح یعنے بہارِ اجسام اس سے عالم آب و گلِ (پانی کیچڑ) کی آرائش ہوتی ہے ۔

دوسری بہار ارواح ' اس بہار سے جان و دل کو راحت نصیب ہوتی ہے ۔
بہار اشباح کو ابر سے سیرابی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : -

”واحیینا بہ بلدۃ میتا (پ 26 ع 1 سورۃ ق) “

(ہم ابر سے زندہ کرتے ہیں مردہ بستیوں کو)

ابر کی سیرابی سے متعلق اللہ تعالےٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے : -

”سقنہ لبلد میت (پ 8 ع 7 سورۂ اعراف)

تو پھر ہم کسی بستی کی طرف جو (افادگی کی وجہ سے گویا) مری پڑی تھی۔
بادل کو ہانک دیتے ہیں (پھر وہاں بادل سے پانی برساتے ہیں)۔

بہار ارواح سے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے : -

وسقہم ربہم شرابا طہورا (پ 29 ع 1 سورہ دھر)

(ان کا پروردگار ان کو شراب طہور پلائے گا)

اسی طرح بہارِ ارواح کے بارے میں ارشادِ باری ہے : -

فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ (پ 14 ع 13 سورہ نحل)

(ہم حیاتِ طیبہ دے کر اُن کی زندگی خوشگوار بناتے ہیں)

بہارِ اشباح گل وریحان سے حاصل ہوتا ہے بہارِ ارواح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے کہ اندھیری رات میں راستہ چلنے والے مسافر گھڑی گھڑی آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے گا کہ چاند طلوع کرے اور یہ اندھیرا راستہ روشن ہو جائے۔

اسی طرح سارا عالم گھڑی گھڑی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا کہ کب وہ وقت آئے گا کہ **خاتم النبیین** کا نور مکہ کے پہاڑوں سے چمکے گا۔

جب چاند نکلنا قریب ہوتا ہے تو آسمان کے کنارے چمکنے لگتے ہیں، ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔ سارا عالم نور سے چمک رہا ہے، بہار کا موسم ہے عام الفیل ہے یعنے وہ سنہ ہے جس میں ابرھا کے ہاتھی تباہ ہوئے تھے، ربیع الاول کا مہینہ ہے اب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا قریب ہو گیا ہے۔

آمد آمد ہے رسولِ پاک کی

آمد آمد ہے شہ لولاک کی

آمد آمد سید اعظم کی ہے

آمد آمد سرورِ عالم کی ہے

آمد آمد ہے شہِ ابرار کی

آمد آمد ہے بڑے سرکار کی

آمد آمد مالک کوثر کی ہے

آمد آمد دین کے سرور کی ہے

آمد آمد شافعِ محشر کی ہے

آمد آمد اپنے پیغمبر کی ہے

آمدِ خیر الورا کی دھوم ہے

جلوۂ نورِ خدا کی دھوم ہے

دھوم ہے کون مکاں میں دھوم ہے

دھوم ہے دونوں جہاں میں دھوم ہے

جلوہ افزا آج ہوتا ہے یہاں

نور سے جس کے ہوا روشن جہاں

آج محبوبِ خدا کی دید ہے

عید ہے اہلِ نظر کی عید ہے

اپنے تن پر اپنا جامہ تنگ ہے

گل نہیں پھولے سماتا دنگ ہے

باغ میں سُن کر گلوں کے قہقہے

بڑھ گئے ہیں بلبلوں کے چہچہے

وصل کا لائی صبا جس دم پیام

کھلکھلا کر ہنس پڑیں کلیاں تمام

ہر چمن میں نکہت زلفِ دوتا

جھولیاں بھر بھر کے لاتی ہے صبا

عرش آج اس شمع کی قندیل ہے

جس کا پروانہ پرِ جبریل ہے

وجد میں اس قدم کو چوم کر

رہ گیا بس عرشِ اعلیٰ جھوم کر

شوق میں اس مہ لقا کے سر بسر

خاک پر گرتے ہیں تارے ٹوٹ کر

ہے زمیں بوسِ ادب چشمِ فلک

راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں ملک

خلق کا چاروں طرف ہے ازدھام

ہاتھ میں حوروں کے ہے کوثر کا جام

تہنیت گویاں مَلک ہیں ہر طرف

حاملان عرش ہیں مَشعل بکف

ہر طرف جبریل کا ہے اہتمام

ہے فرشتوں کے زبانوں پر سلام

دیگر

حبیب حق رسولِ مجتبٰی کی آمد آمد ہے

شہِ کونین فخرِ انبیاء کی آمد آمد ہے

صدائیں آ رہی ہیں آسماں سے اہلِ بطحا کو

مُبارک ہو تمہارے رہنما کی آمد آمد ہے

طبق انوار کے حوریں تصدق کرنے لائی ہیں

یہ کہتی ہیں کہ ایک نورِ خدا کی آمد آمد ہے

کرے چودہ طبق کو جو منور نور سے اپنے

اسی شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ کی آمد آمد ہے

مسیح و بوالبشر جسکی بشارت دیتے آئے تھے

اسی امی لقب خیرالوریٰ کی آمد آمد ہے

ملائک آسماں سے بہتر استقبال آتے ہیں

خدا کے خاص پیارے دلربا کی آمد آمد ہے

اے ماہِ ربیع الاول کروڑہا انسان آئے اور گئے تو تو وہی ہے، تیرے اس بارھویں تاریخ کی رات کو سچ بتا کیسا سماں تھا۔ جنت کی حوریں جو آسکیں آگئیں، باقی جنت کی کھڑکیاں کھولے خوشیاں کر رہی تھیں۔ عرشِ الٰہی خوشی سے جھوم رہا تھا، ساری دُنیا خوشی میں آکر رقص کر رہی تھی، ساتوں آسمانوں کے فرشتہ خوشیاں منارہے تھے سب تو سب خدائے تعالےٰ بھی خاص تجلّی اپنے بندوں پر فرمارہا تھا۔

یہ سب کیوں؟

اب کوئی دم میں نویدِ جاں فزا آنے کو ہے

اے دلِ شیدا سنبھل جا دلربا آنے کو ہے

عرشِ اعظم سے نسیمِ جاں فزا آنے کو ہے

دل میں جاں آنے کو ہے عیسیٰ ادا آنے کو ہے

اب لبوں پر خیر مقدم مرحبا آنے کو ہے

دوستو! اب لو بہارِ جاں فزا آنے کو ہے

پھر چمن میں دیکھنا اب بلبلوں کے چہچہے

از سرِ نو زندگانی کا مزا آنے کو ہے

آ رہی ہے شوق کی کالی گھٹا امڈی ہوئی

اب طبیعت میں ہمارے ولولہ آنے کو ہے

ٹکٹکی باندھے ہوئے تکتے ہیں غنچہ کب سے راہ

سنتے ہیں گلزار میں باد صبا آنے کو ہے

ہو چکی باد خزاں کی خانہ ویرانی تمام

آج گلشن میں نسیم جاں فزا آنے کو ہے

شکر گذری شبِ ہجراں ہوئی صبح وصال

آفتابِ آسماں اعتلا آنے کو ہے

اب وہ آتا ہے کہ جس کی دید کا تھا انتظار

دیدہ مشتاق میں نور و ضیا آنے کو ہے

اب وہ وقت بہت قریب آگیا ہے کہ حضور رونق افروز ہوں، 12 ! ربیع الاول
وقتِ صبح صادق ہے حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ زچگی کے درد تیزی سے ہونے لگے

اور میں کیا دیکھتی ہوں کہ سفید مرغ میرے پیٹ پر اپنے پر مل رہا ہے۔

جب تولد کا ہوا وقتِ سعید
آیا اک آگے مِرے مرغِ سفید

اپنا بازو پیٹ پر میرے ملا
خوف واندیشے مِرا جاتا رہا

اس وقت سفید شربت مجھے پلایا گیا۔

اک حسیں مرغ اس دم بن گیا
لایا اک پیالہ شراب پاک کا

دودھ سے اس کی سفیدی تھی فزوں
شہد شیرنی میں اس سے سرنگوں

مجھ سے وہ بولا کہ اس کو نوش کر
پی گئی جب پھر کہا پی پیٹ بھر

تین بار اس نے بڑی تکرار سے
وہ شرابِ پاک پلوائی مجھے

درمیان زمیں وآسماں کے سفید دیبا کے تھان ' مثل پھریروں کے لٹکائے گئے تھے۔ زمین اور آسمان کے درمیان بہت سے لوگ تھے جن کے ہاتھوں میں نقروی لوٹے تھے اور بہت سے پرندے میرے حجرے کو ڈھانک لئے تھے جن کے چونچ زمرد کے اور بازو یاقوت کے تھے۔

ایک ٹکڑی پرندوں کی بڑی
چونچ تھی جن کی زمرد سبز کی

بازوان کے سرخ تھے یاقوت کے
ڈھانکے مِرے پیٹ کو اطراف سے

مجھے ایسا کشف ہوا ' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے آنکھوں کے سامنے سے سب پردے اٹھا دیئے گئے ہیں اور میں مشرق سے مغرب تک دیکھ رہی تھی۔

مشرق و مغرب کھلے مجھ پر تمام

روبرو میرے تھا سارا ملکِ شام

اور یہ بھی دیکھی کہ تین جھنڈے نصب کیے گئے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا خانہ کعبہ پر۔

آسماں سے تین لائے نشان
چھت پر اک کعبہ کے گاڑھے نشان

اک کئے مشرق کی جانب کھڑا
نصب مغرب میں کئے تیسرا

بلند بلند قد کی بہت سی عورتیں میرے مکان میں جمع ہوئیں، منجملہ ان کے آسیہ تھیں اور مریم تھیں۔

حضرت آمنہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ دردِزہ کے وقت آدمی کے صورت کے فرشتہ آفتابہ لیے کھڑے تھے کوثر و سلسبیل جنت سے لے کر حضرت کو غسل دینے کے لیے انتظار میں درِ دولت پر حاضر تھے۔

بہرِ حال اک عالم منتظر ہے کہ آپ بر آمد ہوں ۔

یارسول اللہ ہو رونق فزا

انبیاء کے شاہ ہو رونق فزا

گھر خدا کا آج تک تاریک تھا

شمع بیت اللہ ہو رونق فزا

ہو چکیں باتیں کلیم اللہ سے

اب حبیب اللہ ہو رونق فزا

ابن مریم کا زمانہ جا چکا

ابن عبداللہ ہو رونق فزا

منتظر کونین ہے دیدار کا

مظہر اللہ ہو رونق فزا

سارا عالم انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا ہر ایک کے زبان پر تھا۔

اب تاب نہیں ہجر کی از پردہ بروں آ

مشتاق ترے وصل کا ہر پیر و جوانست

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے کچھ اور زیادہ درد زہ ہونے لگے اس کے بعد سردار کونین سلطان دارین آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کو رونق دینے کے لئے پیدا ہوئے۔

سب حاضرین کھڑے ہوں اور ذیل کے اشعار اور سلام کھڑے ہو کے پڑھے جائیں :-

لو مبارک ہو محمد مصطفےٰ پیدا ہوئے

باعث پیدائش ارض و سما پیدا ہوئے

دی ندا ہاتف نے سب حور و ملک تسلیم کو

آج حاضر ہوں کہ محبوبِ خدا پیدا ہوئے

احمد و محمود پیارے پیارے ہیں جن کے خطاب

شان جنکی ہے حبیبِ کبریا پیدا ہوئے

شرق سے تا غرب روشن ہو گیا سارا جہاں

دور تاریکی ہوئی شمس الضحیٰ پیدا ہوئے

جن کی خوشبو سے مہک جائیگا یہ باغِ جہاں

عندلیب ! وہ گلِ وحدت نماپیدا ہوئے

آرزو جن کی زیارت کی تھی یوسف کو وہی

حسن کا رتبہ سب حسینوں سے سواپیدا ہوئے

مژدہ یہ دیدو مریضانِ محبت کو کہ آج

اپنے بیکس دردمندوں کی دواپیدا ہوئے

ہونے کو اُمت میں جن کی انبیاء سابقین

روز شب کرتے تھے حق سے التجاپیدا ہوئے

دیگر

ہوگئے ظاہر شہ دنیا و دین

مظہر حق رحمۃ للعالمین

سرور پیغمبراں پیدا ہوئے

ہادی ہر دو جہاں پیدا ہوئے

کیا رہا اب فخر سیرِ طور کا

شہسوارِ لامکاں پیدا ہوئے

آیت لاتقنطوا کا ہے ظہور

لو شفیع عاصیاں پیدا ہوئے

بیکسی اب بھاگتی ہے دور دور

غمزدوں کے مہرباں پیدا ہوئے

دیگر

شہنشاہ اعظم تولّد ہوئے

رسولِ مکرم تولدِ ہوئے

دین و دُنیا تولد ہوئے

مہ اوج علیا تولد ہوئے!

تولّد ہوئے پیشوائے جہاں

تولّد ہوئے مقتدائے جہاں

تولّد ہوئے سرورِ مرسلاں

تولّد ہوئے رہبر دو جہاں

تولّد ہوئے رہنمائے قدیم

قسیمٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیمٌ

تولّد ہوئے بحرِ فیض عمیم

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریم

تولّد ہوئے مہر اوج شرف

تولّد ہوئے فخرِ عہد سلف

تولّد ہوئے خواجہ بعث ونشر

تولّد ہوئے شافعِ روزِ حشر

سلام

السلام اے آفتابِ داد و دیں

السلام اے انتخابِ اولین

السلام اے دستگیرِ بے کساں

السلام اے چارۂ دردِ نہاں

السلام اے قبلہ گاہِ اہلِ دیں

السلام اے بادشاہِ مرسلین

السلام اے بودِ آدم راسبب

السلام اے خلق عالم راسبب

السلام اے شاہِ عظمت السلام

السلام اے ماہِ رفعت السلام

السلام اے گوہرِ تاج قبول

السلام اے زیب معراج قبول

السلام اے مقتدائے اولیاء

السلام اے پیشوائے انبیاء

السلام اے باعث ایجاد خلق

السلام اے موجبِ بنیاد خلق

السلام اے زبدۂ اربابِ علم

السلام اے قدوۂ اصحابِ علم

السلام اے مظہر انوار حق

اسلام اے مصدر اسرار حق

السلام اے شاہِ شاہاں السلام

السلام اے جانِ جاں السلام

السلام اے انبیاء کے پیشوا

السلام اے اولیاء کے مقتدا

السلام اے غمزدوں کے دستگیر

السلام اے ہادی روشن ضمیر

السلام اے دردِ دل کے چارہ ساز

السلام اے خواجۂ بیکس نواز

السلام اے دو جہاں کے بادشاہ

مجھ غریب خستہ پر بھی اک نگاہ

دیگر

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی

سلام اس پر کے جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے

سلام اس پر کے جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جسنے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سنکر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ دُشمن کو حیاتِ جاوداں دیدی

سلام اس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دیدی

سلام اس پر کہ جسکا ذکر ہے سارے صحائف میں

سلام اس پر کہ ہوا مجروح جو بازار طائف میں

سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے

سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے

سلام اس پر کہ جسکے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا

سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اس پر کہ جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو اُمت کیلیئے راتوں کو روتا تھا

سلام اس پر جو فرش خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر کہ جسنے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی

سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیر ونکی

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سرمایہ

سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایہ

سلام اس پر کہ جسنے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اس پر.بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

سلام اس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی

سلام اس پر کہ جسکی سنگ پاروں نے گواہی دی

سلام اس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا

سلام اس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا

سلام اس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی

سلام اس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی

سلام اس پر شکستیں جسنے دیں باطل کی فوجوں کو

سلام اس پر کے ساکن کر دیا طوفان کے موجوں کو

سلام اس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا

سلام اس پر کہ جس نے پنجۂ بے داد کو موڑا

سلام اس پر سر شاہنشہی جس نے جھکایا تھا

سلام اس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا

سلام اس پر کہ جسنے زندگی کا راز سمجھایا

سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر بھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احساں

سلام اس پر مسلمانوں کو دی تلوار اور قرآں

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی

الٹ دیتے ہیں تختِ قیصرت اوج دارائی

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں

بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کا فسانے میں

سلام اس پر کہ جسکے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا

مسلماں کا یہی ایماں، یہی مقصد، یہی شیوا

سلام اس ذات پر جس کے پریشان حال دیوانے

سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ آپ پیدا ہوئے سجدہ کرتے ہوئے انگلی شہادت اٹھائے ہوئے قریب ہو کر سنی تو فرماتے تھے الٰہی اُمّتی اُمّتی ۔

ایسا فرماتی ہیں بی بی آمنہ
جب ہوئے پیدا وہ نورِ کبریا

پہلے سجدے میں گئے ہیں عجز سے
ہاتھ کی انگلی جو کلمہ کی تھی اوپر کو کئے

آ قائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمّت سے ایسی محبت تھی جیسی کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے ' اسی لئے پیدائش کے ساتھ امتی امتی فرمائے۔
حضرت آمنہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضور سجدہ کرتے ہوئے جب پیدا ہوئے تو فصیح زبان سے '' لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ '' بھی فرماتے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام بھی پیدا ہو کر '' انی عبداللہ '' فرما کر اقرار معبودیت کئے ''واوصانی بالصلوۃ '' ' (پ 16 ع 2 سورہ مریم) زبانی نماز کی فضیلت بیان فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے ہوئے پیدا ہو کر نماز پڑھ کر عمل کر کے آنکھوں سے دکھادئے۔

یہ دو عبادتیں ' کلمہ کا ذکر اور نماز ' حضرت کو بہت پیارے تھے ' اُمت کو لازم ہے کہ خدا کے پیارے رسول کے ادا کئے اعمال کو جان سے زیادہ عزیز رکھے یہ دونوں عمل یعنے نماز اور ذکر الہیٰ میں خاصیت ہے کہ خدا سے ملانے والے ہیں۔ دیدارِ الہیٰ دکھانے والے ہیں۔

بچپن میں یعنے اس عمر میں کہ جس میں کچھ بات نہیں کر سکتے۔ دو نبی بات کئے ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ' وہ اس وجہ سے بات کئے تا کہ اپنی ماں کو زنا کی تہمت سے پاک کریں ' دوسرے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ بچپن میں اس لئے بات کئے کہ اللہ تعالیٰ پر شرک کی جو تہمت کفار لگا رہے تھے اس سے اللہ تعالےٰ کو پاک کریں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں سنی کوئی کہتا ہے کہ :

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام زمین میں پھرالاؤ۔ تمام روحوں کو ان کا نظارہ کراؤ۔ جنوں 'انسانوں 'فرشتوں 'پرندوں اور وحشی جانوروں 'غرض سب کو انھیں دکھاؤ تا کہ سارے عالم کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبی سارے عالم کے لئے ہیں۔

یہ صدا تھی شش جہت میں لے کے جاؤ

جانور 'انساں 'ملک سب کو دکھلاؤ

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں یہ بھی سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ :

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفات دید و جو تمام پیغمبروں کو دیئے گئے ہیں یعنے حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق 'شیث علیہ السلام کو معرفت حاصل تھی وہ

بھی حضرت کو دیدو اور نوح علیہ السلام کی شجاعت ' ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنا کر جو خلّت دی گئی وہ بھی دیدو اسمٰعیل علیہ السلام کی زبانِ عربی ' اسحٰق علیہ السلام جو راضی بر صائے الٰہی رہتے تھے وہ بھی دیدو ' صالح علیہ السلام کی فصاحت ' لوط علیہ السلام کو جو حکمت دی گئی تھی وہ بھی دیدو ' اور یعقوب علیہ السلام کو ایک زمانہ کے غم و رنج کے بعد یوسف علیہ السلام کے ملنے کی بشارت دی گئی تھی ' ایسی بشارت بھی ان کو دیدو ' موسیٰ علیہ السلام میں جو دین کی سختی تھی وہ بھی حضرت کو دیدو ' ایوب علیہ السلام کا صبر اور یونس علیہ السلام کی اطاعت بھی دیدو ' یوشع علیہ السلام میں جو حیا تھی وہ بھی ' داؤد علیہ السلام کی خوش آواز ' دانیال علیہ السلام کی جو محبتِ الٰہی تھی وہ ' الیاس علیہ السلام کو جو وقار حاصل تھا وہ ' یحیٰی علیہ السلام کی عصمت و عفت ' عیسٰی علیہ السلام کا زہد۔

غرض ہر ایک پیغمبر کو جو خاص خاص صفات دیئے گئے تھے وہ سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ' ان کو سارے خوبیوں کا جامع بناؤ۔

حسنِ یوسف ' دمِ عیسٰی ' ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان تھی کہ یوسفؑ کا حُسن ' عیسٰی کی پھونک میں جو اثر تھا وہ اور موسٰی علیہ السلام کا ید بیضا یہ سب آپ میں جمع ہو گئے ہیں

یارسولؐ اللہ۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جس رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، میں اس وقت کعبہ کے قریب تھا۔ جب آدھی رات ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ جھک گیا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ سجدہ کر رہا ہو، اس وقت کعبہ سے یہ آواز آئی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمد مصطفیٰ۔ الان طہرنی ربی من انجاس الاصنام وارجاس المشرکین،

پہلے دو بار اللہ اکبر کی آواز کعبہ شریف سے آئی، پھر کعبہ نے کہا اللہ محمد کا رب ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگئے، ان کے پیدا ہونے سے اب وقت آگیا ہے کہ میرا رب مجھ کو بتوں کی نجاست اور مشرکین کے نجس اعتقادات سے پاک کردے گا۔

اس کے بعد غیب سے یہ آواز آئی کہ کعبہ کے رب کی قسم اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بنانے کے لئے قبول فرمایا اور اس کو ان کے رہنے کی جگہ بھی بنایا۔

فصل۔ 8

حُلیہ شریف وسراپائے مُبارک :

اس فصل میں حضور کے سراپا کو لکھنا چاہتا ہوں لیکن حضورِ اقدس کے جمالِ مبارک کو جیسا چاہیے ویسا دکھانا بشری طاقت سے باہر ہے ‘نورِ مجسم کی تصویر کھینچنا ہم جیسے ناقص انسانوں سے کیسے ہو سکتا ہے لیکن بالکل سراپائے مبارک کا ذکر نہ کرنا یہ بھی مناسب نہیں ہے ‘صحابائے کرام رضی اللہ عنہم کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ انھوں نے حضورؐ کے علوم و معارف جس طرح ظاہر کئے ہیں اسی طرح حضور کے جمالِ مبارک کو بھی اپنی طاقت کے موافق ظاہر کر دیئے ہیں تاکہ اُمّت حضور کے سراپائے مبارک کو پیشِ نظر رکھے اور درود شریف پڑھتے وقت سراپائے مبارک کا تصور کر کے اپنے مایوس دل کو تسلی دیا کرے ‘اس لیے اب سراپائے مبارک شروع کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے مرتبہ والے تھے ‘آپ کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا ‘اور آپ کے چہرۂ مبارک کا نور آفتاب کی طرح تھا مگر آفتاب کے نور میں تمازت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے آپ کے نورِ مبارک میں راحت و آرام تھا اور آپ کا چہرۂ مبارک صرف سفید ہی نہیں تھا بلکہ اس میں ملاحت ہونے کی وجہ سے بے حد حسین معلوم ہوتا تھا۔ آپ کا قد مبارک متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ لانبے قد والے سے پست تھا ‘جب کوئی لانبے قد والے آپ کے ساتھ چلتے تو آپ کا معجزہ تھا کہ ان لانبے قد والوں سے آپ کا قد دراز معلوم ہوتا تھا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک کسی

قدر بل کھائے ہوئے تھے ' سر کے بال مبارک کان کے لو تک رہتے اور کبھی نصف گردن تک پہنچتے تھے اور کبھی اس سے تجاوز کرتے تو آخر گردن تک پہنچتے ' اس سے زیادہ کبھی آگے نہیں بڑھے ' آپ کا رنگ نہایت چمک دار اور پیشانی کشادہ ' آپ کے ابرو خمدار باریک و گنجان تھے دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے ' ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّہ کے وقت اُبھر جاتی تھی ' آپ کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ ابتداء دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ حُسن چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسیہ زیادہ بلند نہیں ہے آپ کی داڑھی مبارک بھر پور اور گنجان بالوں کی تھی ' آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی ' آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے جب آپ کی طرف نظر کرو تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ سرمہ لگا ہوا ہے حالاں کہ سرمہ لگا ہوا نہ ہوتا۔ آپ جیسے سامنے سے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے سے بھی نظر فرماتے تھے ' رخسارِ مبارک ہموار تھے نہ اُبھرے ہوئے تھے نہ لٹکے ہوئے تھے ' آپ کا دہنِ مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا ' یعنے نہ تنگ منہ تھا اور نہ بہت فراخ ' آپ کے دندانِ مُبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ تبسم کے وقت تمام درودیوار نور کے عکس سے روشن ہو جاتے تھے ' آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے کسی بشر کو آپ سے زیادہ فصیح اور خوش آواز نہ پیدا کیا ' سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی ' آپ کی گردن مبارک خوبصورت تھی اور اس کا رنگ چاندی جیسا سفید اور صاف تھا ' آپ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا ' پیٹ اور سینۂ مبارک ہموار تھا ' لیکن سینۂ مبارک فراخ اور چوڑا تھا ' آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے

زیادہ فصل تھا۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوتِ تھی اور یہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی علامت تھی، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور بڑی تھیں جو قوت کی دلیل ہوتی ہے۔ ناف اور سینہ مبارک کے درمیان بالوں کی ایک لکیر تھی۔ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھے، البتہ دونوں بازوں اور کاندھوں اور سینہ کے بلائی حصّہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھلیاں فراخ، نیز ہتھلیاں اور دونوں قدم گداز اور پُر گوشت تھے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں، آپ کے تلوے، قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے، قدمِ مبارک زمین پر آہستہ پرتا اور زور سے نہیں پڑتا تھا، آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے، چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے، آپ کی نظر نیچی رہتی تھی، عادتِ شریفہ شرم وحیاء کی وجہ سے زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی، لیکن چوں کہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا۔ اس لیے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنے غایت شرم وحیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے چلنے میں صحابہ کو آگے رکھتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے تھے۔

"اللہم صل علی سیدنا محمد والہ قدر حسنہ وجمالہ"

صاحبو! میلاد شریف کا بیان تو آپ سن چکے ' قاعدہ ہے کہ بادشاہوں کی سالگرہ یعنی ان کی پیدائش کے دن قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔

آیئے دُعا کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ مبارک کے صلہ میں ہم کو بھی دوزخ سے چھوڑ دیا جائے۔

مناجات

یا محمد عاصیوں کے مہرباں

طول ہے ہم بیکسوں کی داستاں

عرض کرنے شرم آتی ہے مگر

ہے ہمارا حال روشن آپ پر

آج تک یہ بھی نہ سمجھے جہل سے

کون ہیں ہم کس لیے پیدا ہوئے

زندگی فکر معیشت میں کٹی

اور جوانی ساری غفلت میں کٹی

ہم سے کچھ ہوتی نہیں طاعت ادا

مانگیں پھر کس منھ سے خالق سے دُعا

ہر مصیبت میں یہاں والی ہیں آپ

معرکہ میں حشر کے حامی ہیں آپ

خیر دنیا کٹ گئی ہر حال سے

بھولیے مت وقت آخر نزع کے

ایک دم رونق فزا ہو جائے

مصحف رُخ آپ کا دکھلایئے

دیگر

چارہ سازِ بیکساں بیکس ہوں میں

آرزو مندِ درِ اقدس ہوں میں

رحم کر رحم اے کریم بےِ کساں

چھوڑ کر یہ آستاں جاؤں کہاں

ہوں میں پیاسا شربتِ دیدار کا

تجھ سوا ہے کون مجھ بیمار کا

گو بُرا ہوں یا بھلا جیسا ہوں میں

سگ ترے ہی در کا کہلاتا ہوں میں

فکر رہتی ہے مجھے یہ روز شب

روز محشر ہوں گے سب جس دم طلب

کوئی اٹھا بادۂ وحدت سے مست

کوئی پہنچا ساغرِ خلت بدست

کوئی اپنے زہد پر نازاں چلا

کوئی اُٹھکر جھاڑتا داماں چلا

یاں تو میں ہوں اور دل مایوس ہے

شرم ہے اور حسرت وافسوس ہے

کون پوچھے گا مجھے سرکار میں

ہاتھ خالی میں چلا دربار میں

ہاتھ خالی اس طرف جاتا ہوں میں

اور تہی دستی سے شرماتا ہوں میں

عابدوں کے ساتھ کیونکر جاؤں میں

روسیاہ ہوں منہ کسے دکھلاؤں میں

پاب بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا

آسرا واں ہے تو بے شک آپ کا

دستگیر ! دست گیری کیجئے

آبرو میری وہاں رکھ لیجئے

سخت مشکل ہے کہ وقت جانکنی

ہوتی ہے شیطان کو فکرِ رہزنی

کشمکش میں یاں تو اپنی جان ہے

واں دشمن درپئے ایمان ہے

سخت طوفانِ بلا ہے نزع روح

آپ اس طوفان آفت کے ہیں نوح

باپ بیٹا بھائی کام آتا نہیں

ساتھ بیکس کے کوئی جاتا نہیں

ایسی مشکل میں خبر لیجئے مری

سید عالم مدد کیجئے مری

جب تباہی میں پڑے مرا جہاز

مشکل آساں کیجئے بندہ نواز

اس گھڑی رحم آپ کا درکار ہے

گر کرم کیجئے تو بیڑا پار ہے

دم نکل جائے وہ صورت دیکھ کر

خاتمہ ہو آپ ہی کے نام پر

جس دم آئیں قبر میں منکر نکیر

دستگیری کیجئے یا دستگیر

شکل ان کی دیکھ کر مضطر نہ ہوں

وہ جمالِ دل ربا پہچان لوں

دولتِ دیدار جس دم پاؤں میں

قبر میں اُٹھ کر فدا ہو جاؤں میں

نام نامی پر ہو حسنِ اختتام

خاتمہ ہے نام اس کا والسلام

فصل 9۔

اس سے پہلے حضور پُر نور کے تولد مبارک کا تفصیلی مضمون آ چکا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ پیدائش کے بعد نو مولود کا نام رکھا جاتا ہے 'اسی طرح حضرت کے پیدائش کے بعد آپ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا گیا ہے۔

اس فصل میں اسمِ مقدس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور برکات کا بیان ہے : **یا یہاالناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لمافی الصدور وہدی ورحمۃ**

للمومنین "

5 (پ 11 ع 6 سورۂ یونس)

سنو صاحبو ! اس وقت آپ کو پکار رہا ہے کون ؟ کیا کہوں کون پکار رہا ہے ' مجمع عام میں عزت دینے کے لیے ' خلعت دینے کے لیے ' سرفرازی کے لیے 'کسی شخص کو بادشاہ وقت یا کوئی مقتدر حاکم پکارے تو اس وقت اس کے دل کی حالت اسی سے پوچھئے ۔

ایسا ہی اس آیت میں آپ کو کون پکار رہا ہے ؟ بادشاہ نہیں ' کوئی حاکم نہیں بلکہ بادشاہوں کا بادشاہ ' بڑے بڑے بادشاہ جس کے سامنے سربسجود ہیں یعنے اللہ تعالےٰ آپ کو پکار رہا ہے جس کے آپ پر کروڑہا احسانات ہیں ' وہ مزید احسان کرنے آپ کو پکار رہا ہے ۔

یا وہ پکار رہا ہے جس کی محبت کا آپ کو دعویٰ ہے ۔ سچ فرمائیے اگر لیلیٰ خود مجنوں کو پکار کر وصال کی تدبیر بتائے اس وقت مجنوں کی کیا حالت ہو گی ۔ صاحبو ! وہ مجنوں برسوں سے بس اسی کو ترس رہا تھا کہ ایک بار میری لیلیٰ مجھ کو پکارے ' اس وقت مجنوں کیا کرے گا ' ایک جان نہیں کروڑ جان بھی ہوں تو لیلیٰ پر سے قربان کرنے دوڑے گا ۔

ایسا ہی وہ خدا، وہ محبوب، جس سے سینکڑوں تعلق ہیں کیا کہوں تمہارا دوست محبوب، تمہارا مالک، تمہارا رب، جو کچھ کہوں اس کو سب سزاوار ہے، خدا تم کو پکار رہا ہے۔

اگلے نبیوں کو آرزو تھی کہ وہ دن آئے کہ اللہ تعالے ہم کو ایک بار پکارے ۔صاحبو! ایک ہم خوش تقدیر ہیں " صدقہ ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ " گھڑی گھڑی اللہ تعالے ہم کو پکار رہا ہے۔

اکثر " قل " کے واسطے سے (یعنے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے) یہاں بے واسطہ بے پردہ پکار رہا ہے وہ بھی کس انداز سے " یا یہاالناس " جس کے معنے ہیں لوگو سنو، مگر اس میں لطف یہ ہے کہ ناس بنایا گیا ہے انس سے۔ تو گویا یوں پکار رہے ہیں او انسان! سچ بتا تجھ کو پہلے کس سے انسیت تھی کیا یہی تیری روش تھی، یوں ہی کہتا تھا میرے بچے، میرا گھر، میرے روپیے، میرا پیسہ یا تو تھا اور ہم تھے، ہم ہی سے تجھ کو محبت تھی، ہم ہی سے تجھ کو علاقہ تھا یا اب تیری یہ حالت ہے کہ ہماری طرف رخ تک نہیں کرتا۔ اگر کبھی بھولا بھٹکا آگیا تو وحشت اور پریشانی سے نکل بھاگتا ہے، کیا تو اپنی پہلی حالت بھول گیا ۔

توئی آں دست پرور مرغ گستاخ

تو وہ ہاتھوں سے پلا ہوا گستاخ پرندہ ہے

کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

تیرا گھونسلا تو اس محل سے باہر تھا

چرا زاں آشیاں بے گانہ گشتی

کیا ہوا تجھ کو تو اپنے اصل مقام کو کیوں بھولا؟

چو دوناں چغد ایں ویرانہ گشتی

چغد کی طرح اس ویرانی دنیا میں پھنس گیا۔

اب معنیٰ " **یا ایہا الناس** " کے یہ ہوئے ارے وہ میرے مونس!

یا انسان نسیان سے بنایا گیا ہے " **یا ایہا الناس** " ارے وہ بھولے ہوئے انسان کچھ یاد بھی ہے کہ تو کیا تھا " **وکنت نسیا منسیا** (پ 16 ع 2 سورہ مریم) کچھ بھی نہیں تھا۔ **ولم یکن شیاء مذکورا** (پ 29 ع 1 سورۃ الدھر) نہ تو موجود

تھااور نہ تیرا کچھ چرچا تھااوروں کو" کن " سے تیرے کو میں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' تیرے کیچڑ کا میں خود خمیر کیا پھر تجھ کو نطفہ بنایا تاکہ تو اپنی اصلیت کو نہ بھولے ' پھر خون کا ڈلہ بنایا' پھر مضغہ گوشت ہوا پھر ہڈی بنی ' پھر ان پر گوشت چڑھایا ' پھر رگوں اور پٹھوں کو حسب ضرورت جوڑا پھر اس پر چمڑا مڑ کر ماں کے پیٹ میں جنین بنایا۔ پھر اس میں روح پھونکا پھر اچھا خاصہ انسان بنا کر دنیا میں لایا 'لڑکپن رہا' جوان ہوئے ' پھر ادھیڑ' پھر بوڑھا۔

ہر حالت میں ہمارے بے گنتی احسانات تجھ پر ہوتے رہے ' ہمارے ہی نعمت میں تو چھوٹے سے بڑا ہوا' تو بے سمجھ تھا تجھ کو سمجھ دیئے تو ناتوان تھا تجھ کو قوت دیا' ذلیل تھا تجھ کو عزت دیا' کیا کیا دیا' ہائے سب کچھ بھول گیا۔ جب ہوش سنبھالا تو تو کس کا بندہ بنا' جورو کا بندہ ' کپڑے کا بندہ ' ارے او کمبختی مارے انسان ' کھاتا کس کا اور گاتا کس کا۔ ہمارا کھانا ' نفس اور شیطان کی عبادت کرنا ' کیا اچھا انصاف ہے ' سب کی خدمت کرنا تجھ کو آسان ہے ' ایک مشکل ہے تو ہماری ہی خدمت۔ کیوں بندے ! کیا ہمارا تجھ پر کوئی حق نہیں کب تک تو ہم کو بھولا رہے گا۔ بہت دور نہیں قریب میں ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے کونے میں پڑا ہماری عبادت کو ترسے گا مگر نہ ہو سکے گی۔

حکایت : -

چند بچے کھیل رہے تھے ۔

سر برہنہ وقت بازی طفل خرد

دزد ازنا گہ قباو کفش برد

ہماری مثال اس بچہ کے جیسی ہے جو کرتا اور ٹوپی اُتار کر ایک جگہ رکھ دیا اور کھیل میں محو ہو گیا، چور کو موقع مل گیا، کوئی ٹوپی لے گیا اور کوئی کُرتا۔

آنچناں گرم او ببازی در افتاد

کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

شب شد و بازیٔ او شد بے مدد

روندارد کہ سوئے خانہ رود

نے شینیدی اِنَّمَاالدُنیا لعب

یاد دادی رفت و دشتی مرتعب

پیش از انکہ شب شود خانہ بجو

روز را ضائع مکن در گفتگو

شام ہو رہی ہے گھر جانے کا وقت آ گیا۔

کھیل ختم ہو گیا بچہ رو رہا ہے کیا منہ لیکر۔

گھر جاؤں، باپ کو کیا کہوں، ہائے ہم بھی لذت

قلبی کو بھی بھولے، دُنیا کے سفر کا مقصد بھی

بھولے، زندگی کی شام ہو رہی ہے اپنے

وطن آخرت کو جانے کا وقت آ گیا ڈر ہو رہا ہے کہ

کیا منھ لے کر خدا کے سامنے جائیں اور

اس سے کیا عرض کریں۔

ارے وہ غافل انسان! ارے وہ ہم کو بھولے ہوئے انسان 'ارے وہ ہم سے منھ موڑے ہوئے انسان 'گو تو ہمارا نہیں ' مگر ہم تیرے ہیں اس لیے اگر تو متیحر ہے تو ڈرمت ' تیرے پاس سراپا نصیحت بھیجتے ہیں اگر تو گمراہ ہے تو تیرے پاس چراغ ہدایت آتے ہیں اگر تیرا دل بیمار ہے تو تیرے پاس شفائے قلوب اور آب حیات بھیجتے ہیں اگر تو گنہگار ہے تو گھبرا مت ' تیرے پاس مجسم رحمت آتے ہیں ' وہ آتا ہے جو بچھڑے بندوں کو خدا سے ملانے والا ' بھولوں کو راہ بتانے والا ہے سب سے پہلے اپنی امت کے لیے جنت کا دروازہ کھلونے والا ہے ' عمر بھر مخلوق کی ہدایت میں محنتیں اٹھانے والا 'آسان عمل بتا کر جنت کو سستا کرنے والا ' وفات کے وقت بھی امت کو نہ بھولنے والا پیغمبر بھیجتے ہیں ' وہ تم کو تمہارا بچھلا زمانہ یاد دلائے گا۔

تم کو تمہارے بھول کا علاج بتائے گا پہلی انست و محبت کا سبق یاد دلائے گا۔

جن کا نام مُبارک مُحمَّدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہے

یہ جن کا نام مُبارک ہے ان کی شان کیا کہوں ' نام ہی سے اندازہ کر لو کہ کیسا پیارا نام ہے 'آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا آپ کا نام محمد رکھے '

لوگوں نے پوچھا آپ کی قوم میں کسی کا نام آج تک محمد نہیں تھا نہ آپ کے آبا واجداد میں کسی کا نام آج تک محمد نہیں تھا نہ آپ کے آبا واجداد میں کسی کا یہ نام تھا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا مجھے امید ہے کہ خدا اس بچہ کو ایسا بنائے گا کہ آسمانوں میں اسی کی تعریف اور زمین میں اسی کی توصیف ہو گی۔

خدائے تعالے نے ان کی اُمید پوری کیا' خدا کے پاس انہی کی تعریف ہو رہی ہے' مقرب فرشتوں کے زبان پر اور کل پیغمبروں کے پاس اور زمین والوں کے پاس آپ ہی کی تعریف ہو رہی ہے۔

خدائے تعالے نے اپنے نام کے جتنے حروف رکھا ہے اتنے ہی حروف محمد کے ہیں یعنے " اَللہ " " اور محمد " میں چار چار حروف ہیں۔

" لاالہ الا اللہ " میں بارہ حروف ہیں تو

" محمد رسول اللہ " میں بھی بارہ

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں :

محمد چوں بہ لانہایہ زحق

یافت شد نام او ازاں مشتق

جب اللہ تعالےٰ آپ کی حمد یعنی تعریف بے انتہا کیا ہے 'اس لیے آپ کا نام مُبارک محمد حمد سے بنا ہے۔

می نماید بچشمِ عقلِ سلیم

حرف حایش عیاں میانِ دو میم

عقلِ سلیم کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ آپ کے نامِ مبارک کا" ح" درمیان میں دو میم کے (اور میم عربی خط میں مثل حلقہ کے ہوتا ہے۔)

چو حارخ حور کز کنارۂ او

گشت پیدا دو گوشوارۂ او

" ح" ایک حور ہے جس کے چہرہ کا کنارہ دو میم کے دو گوشوں کے بیچ میں ہے۔

یا دو حلقہ ز عنبریں مویش

آشکار از جانب رویش

یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو میم کیا ہیں، دو زلف کے حلقہ ہیں۔

دال آں کز ہمہ فرونشت

دل بہ نازش گرفتہ بر سر دست

جس کے درمیان سے چہرہ حور ظاہر ہو رہا ہے۔ آپ کے نام مبارک میں دال جو نام کے آخر میں ہے اس کے حسن کو دیکھ کر دل کو دست یعنے ہاتھوں سے پکڑنا پڑتا ہے۔

اس نامِ مبارک کے کیا کیا برکات بتاؤں۔

(1) برکت کے واسطے اگر کوئی شخص اپنے بچہ کا نام "محمد" رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ جنت میں جائے گا۔

(2) اگر کوئی شخص ابتدائے حمل میں نیت کرے کہ میں نومولود کا نام "محمد" رکھوں گا تو لڑکا ہی پیدا ہو گا۔

(3) جس کا بچہ نہ جیتا ہو، نذر کرے کہ اگر لڑکا پیدا ہوگا تو میں اس کا نام " محمد " رکھوں گا وہ بچہ زندہ رہے گا۔

(4) " محمد " نام والا اگر دستر خوان پر بیٹھے، دستر خوان کے کھانے میں برکت ہوگی۔

(5) " محمد " نام والے سے کسی کام میں مشورہ لیا جائے گا تو اس کام کا انجام بہتر ہوگا۔

حکایت: -

ایاز کا ایک لڑکا تھا وہ سلطان محمود کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک روز سلطان پاخانہ کو جا رہا تھا کہا پسر ایاز کو کہو طہارت خانہ میں پانی رکھے، یہ بات سن کر ایاز سوچنے لگا کہ میرے بچہ سے کیا قصور ہوا ہوگا کہ بادشاہ نے اس کا نام نہیں لیا۔ سلطان جب وضو کر کے باہر آیا۔ آیاز کو دیکھا کہ متفکر ہے، سلطان نے ایاز سے فکر کا سبب پوچھا، ایاز نے عرض کیا کہ حضور بندہ زادہ کا نام نہیں لیے تو مجھ کو خوف ہو رہا ہے کہ شاید کوئی بے ادبی اس سے ہوئی ہے، خفگی سے اس کا نام نہیں لیا گیا ہے، سلطان مسکرایا اور کہا ایاز فکر مت کرو، تمہارے بچہ سے کوئی قصور نہیں ہوا ہے، بات یہ ہے کہ میں بے وضوء تھا۔ تمہارے بچہ کا نام " محمد " ہے مجھے شرم آئی کہ " محمد " کا نام بے وضوء زبان سے نکالوں ۔

ہزار بار بشویم دہن زِ مشک و گلاب

ہنوز نام تو بردن ادب نمی دانم

اگر مشک و گلاب سے ہزار بار منہ دھوؤں ‘ پھر بھی

آپ کا نامِ مبارک محمدؐ لینا ادب کے خلاف سمجھتا ہوں

صاحبو !

چوں نام اینست نام آور چہ باشد

صاحبو ! سوچو نام کی یہ فضیلت اور شان ہے تو نام والے کا کیا مرتبہ اور کیا شان ہو گی ۔

از نسل آدمی تو ولے بہ ز آدمی

شک نیست اندریں کہ بود دُ ویہ از صدف

یا رسول اللہ ! آپ انسان کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں مگر ان سے بہتر ہیں ‘ یہ آپ کا انسان سے بہتر ہونا تعجب کی بات نہیں ہے ‘ دیکھو موتی سیپی میں ہوتا ہے

مگر سیپی سے افضل ہوتا ہے۔

سلطانِ انبیاء کہ بدرگاہ کبریا

چوں او نیافت ہیچ کسے عزت وشرف

سب پیغمبروں کے بادشاہ اللہ تعالی کے پاس آپ کے جیسا کسی کو ایسا عزت وشرف نہ ملا۔

تم غفلت میں تھے تمہارے پاس "**قد جاءتکم موعظۃ من ربکم**" (پ 11 ع 6 سورہ یونس) غفلت دور کرنے والا آ گیا۔

سب سے اول محبت خدا ہی کی ذات میں تھی، البتہ اس کی شعاعیں مخلوقات میں ظاہر ہوئیں، اپنی اپنی قابلیت کے موافق ہر ایک نے شعاع سے حصّہ لیا۔ معدنیات میں اسی کی چمک ہے، نباتات میں اسی کی جھلک، حیوانات بھی اس سے محروم نہیں مگر حضرت انسان نے تو کچھ پردہ ہی نہ رکھا، مگر انسان میں محبت سے خالی بہت سے لوگ تھے، اس لیے اکثروں میں کدروت پیدا ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر صاف بتا دیا کہ فانی محبوب کا عشق بھی فانی، محبوب بھی فانی، عاشق بھی فانی، باقی محبوب سے محبت جوڑو محبت باقی عاشق بھی باقی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے دو فرشتہ آئے ایک نے کہا ان پر مثال بیان کرو' دوسرے نے کہا یہ سو رہے ہیں پہلے نے کہا آنکھ سو رہی ہے دل ہوشیار ہے 'اس نے یہ مثال بیان کی کہ ایک شخص نے گھر بنایا' دستر خوان بچھایا' بلانے والے کو بھیجا' جو بھی بلانے والے کی بات سنا گھر میں آیا اور نعمتیں کھایا' اور جس نے بلانے والے کی بات نہ سنی نہ آیا نہ کھایا۔ ان میں سے ایک نے کہا اس کی تشریح بھی کردو' دوسرے نے کہا' گھر جنت ہے' گھر والا اللہ تعالیٰ ہے بلانے والا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو آپ کی بات سنا جنت میں گیا جو نہ سنا محروم رہا۔

" وشفاء لما فی الصدور " (پ 11 ع 6 سورۂ یونس)

(وہ تمہارے پاس آگیا جو بیمار دلوں کی شفا ہے)

صاحبو! عمر گذشتہ پر افسوس نہ ہونا' بُرے اعمال پر ندامت نہ ہونا' یہ علامت ہے دل کے بیمار ہونے کی' اٹھو جلدی علاج کرو' دل کا مسیح آچکا ہے' پانچ جز کا نسخہ بتایا ہے اس کو لو' اور تندرست ہو جاؤ۔ وہ نسخہ یہ ہے : -

(1) قرآن شریف کو تدبر سے پڑھنا۔

(2) رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ باقی دنوں میں روزہ رکھنا۔

(3) تہجد پڑھنا۔

(4) سحر کے وقت گڑگڑا کر رونا۔

(5) صالحین کی صحبت میں رہنا۔

دیکھئے کیسے کیسے بیمار اس طبیب کے ہاتھ پر شفایاب ہو گئے ہیں۔

حدیث : -

ایک نوجوان نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ آج کل کسی مولوی یا مشائخ سے کہئے تو کیا حال ہوتا ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے حضور کے تحمل کا، اس کو پاس بٹھا کر فرمائے، تیری ماں سے اگر کوئی زنا کرے تو کیا تو راضی ہوگا، اس نوجوان نے عرض کیا میں ہرگز راضی نہ ہوں گا بہت بُرا معلوم ہوگا۔ حضور ارشاد فرمائے تو جس سے زنا کرے گا وہ کسی کی ماں، بہن جورو ہوگی جس سے تو زنا کرے گا، کیا اس کے رشتہ دار پسند کریں گے، تیرے جیسا ان رشتہ داروں کو بُرا معلوم ہوگا۔ اس کے بعد فوراً نوجوان کے دل کو شفا ہو گئی'' ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔

حدیث : -

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ؓ کی شادی ہوئی ' رات دلہن کے پاس رہے ' صبح کو ندا ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو چلو۔ ہائے کیا دل تندرست ہوگئے تھے ' غسل کی ضرورت بھی یاد نہ رہی ' جہاد میں شریک ہوگئے ' خوب لڑکر شہید ہوگئے۔ جب تمام شہیدوں کے نعش جمع کئے گئے حنظلہ رضی اللہ عنہ کی نعش ندارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھے قدرت کا تماشہ نظر آیا۔ چاندی کے تختہ پر فرشتہ حنظلہ کو لٹاکر نہلا رہے ہیں ' حیران تھے ' اور دوسرے شہیدوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔ حضرت حنظلہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں ہو رہا ہے ' ان کی بیوی سے راز کھلا ' کیا دلوں کا روگ گیا تھا اور شفایاب ہوگئے تھے کہ غسل دینے فرشتے آرہے ہیں۔

اگر راہ بھٹکے ہوئے ہوں تو وہدی راہ دکھانے والا آگیا ' جن کو دوسری جگہ اللہ تعالٰے نے " سراجاً منیرا " فرمایا آپ ایسے روشن چراغ ہیں کہ نفسوں کے عیب کھل رہے ہیں ' گمراہی کی تاریکی دور ہو رہی ہے اندھیرے میں کچھ نہ سوجھتا تھا ' اب ہر چیز اپنی اصلی حالت پر دکھائی دے رہی ہے۔

گھر کی کھوئی چیزیں چراغ سے دکھائی دیتے ہیں ' اس چراغ سے خدائے تعالٰے کا پتہ لگتا ہے ' بچھڑے ہوئے خدا سے مل رہے ہیں ' جس طرح چراغ سے گھر والے کو راحت و امن ' چور کو خجالت حاصل ہوتی ہے ' ایسا ہی حضورؐ جو چراغ ہیں ان سے دل والوں کو دل کی سلامتی ' نفس اور شیطان کو ندامت ہو رہی ہے ' جیسے چراغ سے سینکڑوں چراغ منور ہو رہے ہیں ' ایسا ہی اس چراغ سے سینکڑوں علماء

اولیاء اللہ روشن ہو کر دلوں کو منور کر رہے ہیں۔

اگر گنہگار ہو تو گھبراؤمت " ورحمۃ للعالمین " سراپا رحمت آگئے۔
حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے آپ کی اُمت پر سے سختی اُٹھا لی گئی اور اجر زیادہ کیا گیا۔

(1) وہ سخت سخت عذاب ٹل گئے جو اگلی اُمتوں پر آتے تھے ' بندر ' سوّر بنتے تھے ' زمین الٹ دی جاتی تھی ' پتھر برستے تھے ' اب وہ نہ رہا۔

(2) ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر تو ضرور بلکہ ایک نیکی کا ثواب سات سو نیکیوں کے ثواب کے برابر ملتا ہے۔

(3) سخت احکام جو اگلی اُمتوں پر تھے جیسے توبہ کے لئے جان دے دینا تو توبہ قبول ہوتی تھی ' طہارت کے لیے بجائے کپڑا دھونے کے کپڑے کا وہ حصہ جس کو نجاست لگی ہے کتر دینا اب اٹھا لئے گئے۔

ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسی محبّت نہیں ہے ' جیسی محبت حضرت کو ہم سے ہے ' معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے ' حضور کو ہم نہیں سمجھے مگر ہم کو حضور سمجھ لیے ہیں۔

باب پنجم

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراحل ومدارج طے کرتے ہوئے قالبِ انسانی میں جاگزین ہو کر اس دُنیا میں تشریف آوری کی پوری تفصیل گذر چکی۔ اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عظمت وشان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے مقصد کو بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت کے تشریف آوری کی غرض وغایت حضور کی رسالت ہے ' نفس رسالت کے دو اجزاء ہیں 'ایک رسول' دوسرے منشاء رسالت ' اب اس باب میں اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور سے منشاء رسالت کامل طور پر پورا ہونے کے تفصیلات بیان کئے جاتے ہیں۔

فصل 1۔

مالداروں کو پیغمبر نہ بنانہ کی وجوہات میں

نبی اور ولی ہونا ایسی دولت ہے کہ عوام کو نظر نہیں آتی

پہلا شبہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہمارے جیسا آدمی نبی کیسا ۔

ہمسری با انبیاء برداشتند

اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

گفت اینک مابشر ایشاں بشر

ماوایشاں بستۂ خوابیم وخور

پیغمبروں کے ساتھ ہمسری کا دعوی کرتے ہیں

اولیاء کو اپنا جیسا خیال کرتے ہیں۔

کہتے ہیں وہ بھی آدمی، ہم بھی آدمی

وہ بھی کھاتے سوتے اور ہم بھی کھاتے سوتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم

ان انذر الناس وبشر الذین امنوآ ان لهم قدم

صدق عندربهم (پ 11 ع 1 سورہ یونس)

کیالوگوں کواس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو قدم ڈرائے اور ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائے کہ ان کے پروردگار کے پاس ان کا سچادرجہ ہے۔

آدمی کو پیغمبر بنانے کا تعجب ہورہاہے۔ پتھروں اور لوہے اور پیتل کے بتوں کوجوخدابنارہے ہیں اس کا کچھ تعجب نہیں۔

لولا نزل ہذاالقران علیٰ رجل من القریتین عظیم (پ 25 ع 3 سورہ زخرف)

اگرآدمی پراتارنا تھاتومکہ یاطائف کے کسی بڑے آدمی ودولت مند پر کیوں نازل نہ ہوا' ایک یتیم پر کیوں نازل ہوا' جس کے پاس نہ دولت ہے نہ مال اگر ہے تووہ محتاجی کی دولت ہے۔

حضور کے حالات کی تفصیل : -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طالب کے پاس رہتے تھے' خود حضرت ابو طالب کو پیٹ بھر نہ ملتا تھا انھوں نے کئی مرتبہ تجربہ کیا کہ حضرت کے ساتھ سب گھر کے لوگ کھاتے تو سب کا پیٹ بھر جاتا اگر اکیلے کھاتے تو سب بھوکے رہتے۔ اس لئے حضرت ابو طالب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر کھاتے' اگر آپ نہ رہتے تو آپ کو ڈھونڈ لاتے تا کہ آپ کی برکت سے سب کا پیٹ بھرے۔

ہاں البتہ حسب و نسب میں سب سے اعلیٰ درجہ کے تھے' گو کہ حسب و نسب کو نبوت میں دخل نہیں' مگر صاحب حسب و نسب کے اتباع میں کسی کو عار نہیں آتی۔ حضرت میں اتنی بات تو تھی باقی کوئی اور دنیوی فراغت نہ تھی' اس لئے رؤساء مکہ کہتے تھے کہ کسی رئیس پر قرآن کیوں نازل نہ ہوا۔

اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس و بشر الذین امنوآ ان لھم قدم صدق عند ربھم (پ 11 ع 1 سورہ یونس)

کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجدی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کا پروردگار کے پاس ان کا سچا درجہ ہے۔ ان میں سے ایک شخص پر جو دولت مند نہیں ہے ہم قرآن اتار رہے ہیں اس سے تعجب ہو رہا ہے۔ ارے نا

شکرے انسان ! خوب تو ہماری نعمت کی قدر کیا خوب ہماری عنایت کا شکریہ ادا کیا' یہ ہماری شفقت ہے کہ ہم ہمیشہ دولت مند کو نبی نہیں بناتے ' اگر نبی ہمیشہ صاحب سلطنت اور صاحب مال ہوا کرتے تو ان کا اتباع سلطنت اور مال کی وجہ سے ہوتا ہے اس سے حق کا ظہور نہ ہوتا اور اسلام کا دین ہونا ثابت نہ ہوتا۔

باوجودیہ کہ حضور نہ صاحب سلطنت و حکومت تھے نہ پڑھے لکھے تھے اور نہ کوئی کمالِ عرفی رکھتے تھے ' پھر دفعتہً بڑے بڑے سلاطین بڑے بڑے اہلِ کمال کی آپ کے سامنے گردنیں جھک گئیں ' یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی برحق ہونے کی دلیل ہے۔

جس طرح کعبہ شریف اللہ کا گھر ہونے کی دلیل ہے کہ خانہ کعبہ اگر وادی " غیر ذی زرع" (ایسا جنگل جس میں کھیتی نہیں ہوتی) میں نہ ہوتا اور کسی شاداب اور تر و تازہ مقام پر ہوتا تو اس کی حقانیت ایسی ظاہر نہ ہوتی ' یہی وسوسہ ہوتا کہ ظاہری شادابی کے سبب لوگ وہاں جارہے ہیں ' بخلاف اس وقت کے کہ سنگستانِ خشک میں کعبہ ہے ' پھر اس کی طرف مخلوق مشقتیں اٹھا اٹھا کر جاتی ہے جو ایک مرتبہ وہاں ہو آیا اس کو پھر جانے کی ہوس ہے' یہ کیا بات ہے' یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس میں ایک غیبی کشش ہے۔

غرض کہ جس شخص میں حقانیت ہوتی ہے وہ ظاہری بناؤ سنگھار سے مستغنی ہوتا ہے اور جس میں حقیقی رونق ہے اس کو ظاہری رونق کی ضرورت نہیں۔

جب حقانیت کی دولت آتی ہے دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے حقانیت والوں کے پاس پہلے سے کیا مال و متاع ہوتا کہ کوئی اس کی لالچ میں آتا' ان کے پاس کی کیفیت تھی کہ جو اہلِ مال بھی وہاں آیا وہ مال سے متنفر ہو گیا' مال بے چارہ کیا اسلام کو کھینچتا بلکہ اسلام خود مال کو کھینچ کر نکال ڈالتا تھا۔

حکایت :-

ایک یہودی کا کچھ قرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا' ایک روز وہ آکر مانگنے لگا اور کہا کہ آج تو میں بغیر لیے آپ کو کہیں جانے نہ دوں گا۔ بعض صحابہ برہم ہوئے' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے خاموش رہو' صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہے' حضرت گھر نہ گئے' رات بھر مسجد میں ہی رہے' جب صبح ہوئی وہ یہودی سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہا :-

"اشہد ان لاالہ الا اللہ ان محمد رسول اللہ"

اس کے بعد کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کا امتحان کیا تھا اس لیے کہ میں نے کتب سماوی میں دیکھا ہے کہ نبی آخری الزماں کی علامت یہ ہے کہ وہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیں گے' اب میں مسلمان ہوتا ہوں' مسلمان ہوتے ہی اس کو مال و دولت سے ایسی نفرت ہو گئی کہ اپنا کل مال اللہ کی راہ میں دے دیا

آں راکہ ترا شناخت جاں راچہ کند

فرزند و عزیز خاں وماں راچہ کند

اے اللہ آپ کو جو پہچانا پھر کسی چیز کی اس کے پاس قدر نہیں' جان کیا چیز ہے۔
فرزند ہوں' کوئی عزیز قرابتدار ہو اور خاندان ہو سب کی کچھ ہستی باقی نہیں رہتی۔

شاد باش اے عشق حوش سودائے ما

وی طبیب جملہ علّت ہائے ما

خوش رہ اے عشق تو رہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں' بہترین سرمایہ ہے تو۔
اے عشق تو طبیب ہے سارے بیماریوں کا تو علاج کرتا ہے۔

اے ووائے نخوت و ناموس ما

اے افلاطون و جالینوس ما

ہمارے تکبر اور غرور کی اے عشق تو بہترین دوا ہے

اے عشق تُو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد

اوز حرص و عیب کلی پاک شد

جس کسی کو عشق کا لباس پہنایا جاتا ہے۔

وہ حرص سے اور تمام عیبوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

الغرض وہاں تو یہ تھا کہ مال و دولت حاصل کرنے کیلئے مسلمان نہیں ہوتے تھے بلکہ مسلمان ہو کر اپنے گھر میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔

حکایت : -

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک باغ بڑے شوق سے لگائے تھے نماز میں ایک مرتبہ اس باغ کا خیال آگیا' حضور سے عرض کئے یا رسول اللہ میرا باغ میرے لئے فتنہ ہو گیا' اس لئے اس باغ کو فقراء کے لئے وقف کرتا ہوں۔

حضرت غوث پاک قدس سرہ کی خدمت میں سنجر پادشاہ ملک نیم روز نے عرضیہ لکھا کہ حضور کی خانقاہ کے لئے دو چار گاؤں وقف کرتا ہوں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد

در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

سنجر کا چتر جیسے سیاہ ہے ایسا میرا نصیبہ بھی سیاہ اور بد بخت ہوئے۔ اگر میرے دل میں سنجر کے ملک کی کچھ ہوس ہو تو اس لئے میں' سنجر کا سارا ملک اگر مجھے مل جائے تو پسند نہیں کرتا ہوں دو چار گاؤں لیکر کیا کروں۔

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب

من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

جب سے کہ مجھے نیم شب کی بیداری میں جو مزہ ملتا ہے۔
اس کے مقابلہ ملک میں نیم روز کی ایک جو کے برابر قدر نہیں کرتا ہوں۔

یہ ہے وہ دولت جوان حضرات کے پاس تھی اس کے مقابلہ میں دولت دنیا کی کوئی چیز ہے ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل پیڑ ہیں' حضرت غوث پاکؒ مثل ڈالی' اب حضرت غوث پاک کے مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے۔

جو چیزیں پیڑ میں نہ ہوں وہ ڈالیوں میں کہاں سے آئے۔ اگر دولت مند پیغمبر بنائے جاتے تو حضرت پیران پیر جیسے پھول کیسے کھلتے۔ اس لئے پیغمبر دولت مند نہیں بنایا گیا۔

فصل 2۔

دولتمند کو پیغمبر نہ بنائے جانے کی دلائل میں۔

آدمی کیوں پیغمبر ہوا' اگر ہونا بھی تھا تو کوئی دولتمند ہونا تھا۔ اس کے دو جواب۔ ایک حکیمانہ جس کا بیان پہلی فصل میں ہو چکا ہے دوسرا حاکمانہ جواب' وہ اب بیان کیا جاتا ہے۔

خدائے تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز میں ایک خاص طرح کا اثر پیدا کیا ہے ۔آگ میں روشن کرنا اور جلانا' پانی میں سرد کرنا اور بجھانا' ہوا میں خشک کرنا اور

اڑانا' خاک میں پستی کی طرف گرنا اور کثیف ہونا۔

اس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا۔ آگ کبھی سرد نہ کرے گی اور نہیں بجھائے گی۔ پانی روشن نہیں کرے گا اور نہیں جلائے گا۔

ان عناصر سے جو مرکب ہے ان کا علحدہ علحدہ اثر ہے۔ سانپ کا منہ زہر کے لئے' زہر موت کے لئے' سانپ کا منہ زہر مہرہ کے لئے' زہر مہرہ شفا کے لئے' ختن کی زمین ہرن کے لئے اور ہرن نافہ کے لئے اور نافہ مشک کے لئے۔ بدخشاں کے پہاڑ لعل کے لئے چمن کی کالی زمین گلاب کے لئے' سمندر میں سیپ موتیوں کے لئے مقناطیس کی کشش آہن (لوہے) کے لئے چراغ' ستارہ' چاند' سورج' روشنی کے لیے انسان میں دماغ عقل کے لیے' کان سننے کے لیے' آنکھ دیکھنے کے لیے' ہاتھ پکڑنے اور نوالہ اٹھانے کے لیے' پیر چلنے کے لئے۔ ہر چیز میں جو اثر دیا گیا ہے وہ اثر اسی چیز میں تلاش کرنا چاہیے' ایک چیز کا اثر دوسری چیز میں تلاش کرنا عقل کے خلاف ہے۔

کسی کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ مقناطیس میں یہ کشش کیوں پیدا ہوئی' سونے' چاندی' میں کیوں نہ ہوئی۔ مشک ہرن کے پیشاب کی جگہ سے نزدیک کیوں پیدا ہوا' ہرن کے سر میں کیوں نہ ہوا لعل سخت پتھر میں کیوں' موتی سیپ میں کیوں' گلاب کے جھاڑ میں کانٹے کیوں۔

لایسئل عما یفعل " (پ 17 ع 2 سورۃ الانبیاء)

اللہ تعالےٰ کے کام میں ہم کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں ، جس طرح تمام چیزوں کے خواص خدائے تعالیٰ کے خواہش پر موقوف ہیں ' ایسا انسان کے اخلاق اور صفات خدائے تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں ' کسی کی مجال نہیں جو اس سے پوچھے کہ فلاں شخص کو یہ خوبیاں کیوں دی گئیں ' فلاں کو کیوں نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حُسن کیوں دیا' ان کے بھائیوں کو کیوں نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کی جو شان تھی وہ ابو جہل کو کیوں نہ دیا۔ سورج کو یہ روشنی دیا کالی زمین کو کیوں نہ دیا۔ لعل و زمرد کو جو چمک دیا وہ پہاڑی پتھروں کو کیوں نہ دیا۔

جس طرح ان مذکورہ چیزوں کے متعلق کوئی نہیں پوچھ سکتا ' ایسا ہی یہ بھی کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ آدمی کو پیغمبر کیوں بنایا ' فرشتے کو کیوں نہ بنایا۔ مفلس کو پیغمبر کیوں بنایا مالدار کو پیغمبر کیوں نہ بنایا

" **اہم یقسمون رحمت ربک** (پ 25 ع 3 سورۃ الزخرف)

کیا لوگ خدا کی رحمت کو بانٹنے بیٹھے ہیں۔

ان کا ہونا ' اُن کو نہیں ' اِن کو یہ ہونا ' اُن کو یہ نہیں ہونا ' تم کون پوچھنے والے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ بھی ارشاد ہے : -

کیا ہمارے افعال پر تعجب کرتے ہو ؟

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم ان انذر الناس و بشر الذین امنوان لہم قدم صدق عند ربہم (پ 11 ع 1 سورہ یونس)

(کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائے کہ ان کا پروردگار کے پاس ان کا سچا درجہ ہے۔

اس پر کیوں تعجب نہیں کرتے کہ سورج میں چمک کیوں ہے ٗ کالی زمین میں کیوں نہیں ٗ ایسا ہی اس پر بھی تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ مفلس کو پیغمبر کیوں بنایا مالدار کو کیوں نہ بنایا۔

فصل 3۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منشاء رسالت کامل طور پر پورے ہونے کے بیان میں

لوگو ! پیغمبری کن کو ملنا چاہیئے تھا اور کن کو نہ ملنا چاہیئے تھا یہ کیا فضول جھگڑوں میں پڑے ہو ٗ سونچو اور غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ پیغمبروں کو بھیجنے کا منشاء کیا ہے اور عرض کیا ہے ٗ وہ منشاء اس پیغمبر سے پورا ہوا یا نہیں ٗ سنئے ہر چیز کے

دو حالت ہوتے ہیں : -

ایک ظاہری حالت ہوتی ہے جو سر دست ان میں پائی جاتی ہے۔

اور ایک ان میں قابلیت ہوتی ہے جو پیدائش کے ساتھ ساتھ عطا ہوتی ہے اور وہ قابلیت بطور امانت کے محفوظ رہتی ہے کسی کامل کا فیض پا جانے کے بعد وہ امانت ظاہر ہوتی ہے۔

جیسے چراغ کے روشن ہونے کے پہلے ایک صورت تھی، پھر روشن ہونے کے بعد دوسری صورت ہوئی۔ پہلی صورت ظاہری پیدائشی صورت تھی، روشن ہونے کے بعد قابلیت والی صورت ظاہر ہوئی مگر اس قابلیت کو ظاہر کرنے کے لئے آگ کی ضرورت تھی، آگ قریب آئی اسکے فیض سے وہ کالا چراغ روشن ہوا۔

پتھر کا ٹکڑا جو پائخانوں اور مکانوں میں لگایا جاتا ہے جب اس کو آفتاب کی صحبت ملی اس آفتاب کی شعاعوں کے فیض سے لعل اور الماس بن گیا، بادشاہوں کے تاج پر لگایا جاتا ہے، اس کو کوہ نور کا خطاب دیا جاتا ہے۔ غرض صحبت کے بغیر اندرونی قابلیت ظاہر نہیں ہوتی۔

ایسا ہی ان لوگوں میں جن میں قابلیت ہے مگر وہ ظاہر نہیں ہو سکتی تو خدائے تعالیٰ پیغمبروں کو بھیجتا ہے ان کی صحبت سے وہ قابلیت ظاہر ہوتی ہے، یہ منشاء ہے

پیغمبروں کے بھیجنے کا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بات اس پیغمبر میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ مشاہدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جن حضرات میں یہ قابلیت تھی اور ظاہر نہیں ہو رہی تھی جب ان کو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تو فیض صحبت سے جو ادنی سے ادنی تھے وہ اعلیٰ درجہ کا عروج حاصل کئے۔

آج دنیا کے کسی حصہ پر ان سے زیادہ باخدا عبادت گزار نہیں ہے۔ نہ ان سے زیادہ مہمان نواز ہے اور نہ ان سے زیادہ سخی ہے۔ نہ بہادر' وہ حضرات انسانی اخلاق سے گزر کر فرشتوں کے اخلاق تک پہنچے۔

پیغمبروں کے بھیجنے کا منشاء اس پیغمبر سے پورا ہو چکا' اس لئے پیغمبر کو بھی نبی ماننا ضروری ہے۔ بلکہ وہ منشاء جیسے اس پیغمبر سے پورا ہوا کسی اور پیغمبر سے پورا نہ ہوا' اس کو سمجھنے کے لئے اولاً ایک تمثیل پر غور کیجئے۔

گندم (گیہوں) پہلے ایک شخص بوتا ہے اور کھلّا کرتا ہے' پھر کوئی پیستا ہے' پھر کوئی گوندھتا ہے' اس کے بعد ایک شخص اس کو چولہے پر توا رکھ کر پکاتا ہے' وہ روٹی اس آخر شخص سے ہاتھ پر تمام ہوتی ہے۔

ایسی ہی آدم علیہ السلام کے فیض صحبت سے دین کا گندم بویا گیا۔اس کے بعد ہر ایک پیغمبر ایک ایک کام کرتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خمیر کئے۔

آخر پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشق و محبت کا چولہا سلگائے اور دین کی تکمیل ہوئی۔

اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (پ 6 ع 1 سورۃ المائدہ)

میں نے تمہارا دین کامل کر دیا' میں اپنی نعمت پوری تم کو دیدیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیغمبروں کا آنا بند ہو گیا تھا۔ پیغمبروں کے نہ آنے سے لوگ مثل قحط زدہ کے ہوگئے تھے' وہ قحط زدہ لوگ جان اور مال دیکر اس روٹی جو خرید لیئے۔

وجاہدووا باموالکم وانفسکم (پ 10 ع 6 سورہ ال توبہ)

ہزار ہا امتیں اس روٹی کے واسطے جان دیدئے تھے۔

کنتم خیر امۃ (پ 4 ع 12 سورہ ال عمران)

(سب امتوں میں تم بہترین امت ہو)

تم کیسے خوش تقدیر ہو وہ پکی پکائی روٹی تمہارے تقدیر کی تھی۔

ایں چہ جام است اینکہ اندر کام مستاں ریختی

بادۂ عشق است کاں در ساغرِ جاں ریختی

کیا کہیں یہ کیسا جام محبت تھا جسکو آپ مستوں کے حلق میں ڈال دیئے
یہ عشق کی شراب تھی، جو جان کے پیالے میں ڈال دیئے

ایں نہ زاں بادہ است کاندر ساغر و پیمانہ است

زاں شرابست ایں کہ در موسیٰ و عمراں ریختی

یہ وہ شراب نہیں ہے جو ساغر و پیمانہ میں ہوتی ہے۔
یہ وہ عشق الہیٰ کی شراب ہے جو موسیٰ اور عمران کے ساغر میں ڈالی گئی

زاں مئے وحدت کہ شاہاں رانہ دادی جرعۂ

صد ہزاروں جام درکامِ گدایاں ریختی

یہ وحدت کی شراب ہے جو بادشاہوں کو ایک گھونٹ بھی نہیں دی گئی
ہزاروں جام فقیروں کے حلق یں ڈال دیئے گئے ہیں۔

جب پیغمبروں کے بھیجنے کا منشاء اس پیغمبر سے سب سے زیادہ ظاہر ہوا ہے تو پھر تم کو تعجب کیوں ہے ؟

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم ان انذر الناس وبشر الذین امنوآ ان لہم قدم صدق عندر بہم (پ 11 ع 1 سورۂ یونس)

(کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوش خبری سنائے کہ ان کا پروردگار کے پاس ان کا سچا درجہ ہے۔) کہ پیغمبر انسان کو بھی مفلس کو کیوں بنایا۔

حکایت :-

ایک عارف پر عرش کا کشف ہوا ' جب وہ وہاں پہونچے تو عرض کیئے کہ الہیٰ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھے دکھا ' ورنہ میں ان کے فراق میں جی نہ سکوں گا ۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کیا تم عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہو ؟ وہ عیسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشر ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہوں گے ' عیسیٰ علیہ السلام کو جب مخلوق پر ظاہر کیا گیا تو ان سے وہ کام ہوئے جو کسی سے نہیں ہو سکتے ۔

" وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی " (پ 3 ع 5 سورۃ ال عمران)

(ماں پیٹ کے اندھے کو بینا بنا دیئے ' کوڑی کو اچھا کر دیئے اور مردو کو زندہ کیئے)

عیسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت دیکھ کر نصاریٰ نے ان کو " المسیح ابن اللہ (پ 11 ع 5 سورۃ التوبہ)

(مسیح اللہ کے بیٹے ہیں) کہنے لگے ۔

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک کا جمال خلق کو دکھائیں ' سارے مُردے جی اٹھیں ' جھاڑ پہاڑ بولنے لگیں ' فلک کو مدار رہے نہ ملک کو قرار

‘سارا عالم شیدا ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا پرست بنانے آئے ہیں‘ سب کے سب محمد پرست ہو جائیں گے ‘اس لئے ان کو رجل (آدمی) ہی کے پردے میں رہنے دو۔

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم ان انذر الناس وبشر الذین امنوآ ان لہم قدم صدق عند ربہم (پ 11 ع 1 سورۃ یونس)

کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائے کہ ان کے پروردگار کے پاس ان کا سچا درجہ ہے۔

کیا اب بھی تعجب رہے گا ایک رجل (مرد) کی طرف وحی کرنے سے جب کہ وہ اپنی پیغمبری کے فرائض کو ادا کرے "**ان انذر الناس** (پ 11 ع 1 سورہ یونس) لوگوں آنے والے عذاب سے ڈرائے **بشر الذین آمنوا** (پ 11 ع 1 سورہ یونس) اور مسلمانوں کو خوشخبری سنائے۔" **ان لہم قدم صدق عند ربہم** (پ 11 ع 1 سورہ یونس) کہ ان کے پروردگار کے پاس ان کا سچا درجہ ہے)

اے امتیو ! تمہاری نبی کی شفاعت تمہارے واسطے ہی ہے وہ نبی پہلے جنت میں جائیں گے اور تم ان کے پیچھے ‘ بشر طیکہ تم یہاں یعنے دُنیا میں انکے پیچھے چلو اور ان کی پیروی کرو‘ پھر دیکھو دشوار گزار جنت کا راستہ کیسے آسان ہو جاتا ہے۔

راہ جنت گرچہ دشوار است پیش دیگراں

بر طلبگارانِ ایں امت چہ آسان ساختہ ای

جنت کا راستہ اگرچہ دوسروں پر دشوار ہے۔
مگر یا رسول اللہ آپ اپنی امت پر کس قدر آسان کریئے ہیں۔

گوہر وصلش بہ نقد ہر دو عالم می خرند

لیکن از بہر گدایاں توارزاں ساختہ ای

اللہ تعالیٰ کے وصال کا گوہر دو جہاں دے کر لوگ خریدتے ہیں۔
لیکن آپ اس کو اپنی امت کے لئے کس قدر سستا کر دئے ہیں۔

یا رسول اللہ بہ حال عاصیاں کن یک نظر

تا شوں دزاں یک نظر کار فقیراں ساختہ ای

یا رسول اللہ گنہگاروں کی حالت پر ایک نظر ڈالیئے
اس ایک نظر سے گنہگاروں کے کام بن جائیں گے۔

کچھ ڈراکر، کچھ خوشخبری سنا کر خداتک پہنچانے اور جنت میں لے جانے اور شفاعت کر کے عذاب سے چھڑانے میں حضرت سب انبیاء سے مقدم ہیں، اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ قدم صدق (پ 11 ع 1 سورہ یونس) فرمایا۔

قیامت کے روز خدائے تعالیٰ فرمائے گا میرے نبی یہ امتی تو ناکارہ اور دوزخ کے قابل ہے ان کے دلوں کو دیکھو کیسے ہوگئے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب مبارک کا اثر ڈال کر دلوں کو منور بنا کر عرض کریں گے الٰہی دیکھئے اب تو جنت کے قابل ہوگئے ہیں۔ یہی شفاعت کی حقیقت ہے۔

اے گل گلزار ہمہ بلبلاں

قافلہ سالار سبک محملاں

یارسول اللہ آپ عاشقانِ الٰہی کے باغ کے پھول ہیں جو زاہد کہ دنیا سے تعلق توڑے ہوئے سارے تعلقات سے آزاد ہیں ان کے آپ قافلہ سالار ہیں۔

راہ نمائے ہمہ سر گشتگاں

قفل کشائے ہمہ دربستگاں

معرفت الہیٰ حاصل نہ ہونے سے جو حیران وپریشان ہیں ان کو آپ معرفت الہیٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اللہ تک پہنچنے کا دروازہ بند تھا آپ قفل کھول کر اللہ تک پہنچانے والے ہیں۔

بر فگن آں پردہ زر خسار دوست

ہاں کہ دلم عاشق دیدار اوست

ہم غفلت کے پردہ میں ہیں٬ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے یہ پردہ اٹھا کر ہم کو مقرب الہیٰ بنایئے۔ اس وجہ سے کہ ہمارا دل اللہ کے دیدار کا اور اس کے مقرب ہونے کا مشتاق ہے۔

دست شفاعت بہ میاں اندر آر

صد چو مرا پائے ازیں گل برار

آپ شفاعت کا ہاتھ آگے بڑھایئے۔ ہم جیسے سینکڑوں کو جو کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں مدد فرما کر کیچڑ سے نکالیئے۔

تاج کرامت بہ سر ما بنہ

ہر چہ مرادا ستہ خدا یا بدہ

اللہ سے مقرب ہونے کی عزت کا تاج ہمارے سر پر رکھئے۔
اے اللہ ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو ہماری مرادیں ہیں اس کو پوری کر۔

فصل 4۔

اس سے پہلے رسالت کو کافی دلائل کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے اور رسالت کا جوہر " نور ہدایت " ہے اس فصل میں نورِ ہدایت کے خصوصیات اور تاثرات کا بیان ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانے سے جو بات حاصل ہوئی کسی پیغمبر کو رسول بنانے سے وہ بات حاصل نہیں ہوئی ' اس واسطے کہ سب پیغمبر ایک مرتبہ کے نہیں ہیں ' سب کا فیضان ایک طرح کا نہیں ہے۔

چراغ ' لالٹین ' گیس کے ہنڈے بجلی کے قمقمے ' تارے ' چاند ' یہ سب اندھیریاں دُور کرنے کے لیے ہیں ' مگر یہ سب ایک درجہ کے نہیں ہیں ' چراغ میں ایک درجہ کا نور ہے ' جس سے اندھیری دُور ہوتی ہے تو لالٹین میں کئی درجے زیادہ ' گیس کے ہنڈوں میں اس سے زیادہ ' بجلی کے قمقموں میں اس سے بھی زیادہ تاروں اور چاند میں سب سے زیادہ۔ گو کہ سب میں ایک سے ایک بڑھ کر نور ہے

مگر کسی سے سارا عالم منور نہ ہو سکا۔ کوئی ایک کمرہ کو روشن کیا تو کسی نے گھر روشن کیا۔ سارا عالم روشن کرنے کے لیے سورج ہی ہے' اس سے دُنیا کا کونہ کونہ منور ہو گیا۔

ایسا ہی تمام پیغمبر گمراہی کی اندھیری دور کرنے کے لیے ہیں مگر سب ایک درجہ کے نہیں ہیں۔ کسی نے ایک قوم کی ہدایت کی تو کسی نے ایک بستی کی۔

مگر سارے قوموں کو دُنیا کی ساری بستیوں کو منور کرنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔

آپ سے مثل سورج کے دُنیا کا کونہ کونہ منور ہو گیا' اور گمراہی دور ہوئی۔

اس لیے اللہ تعالے کا ارشاد ہے : -

"**ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض**" (پ 10 ع 6 سورئہ بنی اسرئیل)

ہم نے ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر فضیلت دی ہے (کسی کو ایک درجہ اور کسی کو دو درجہ) اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے : -

"**ورفع بعضہم درجت** (پ 3 ع 23 سورۃ البقرہ)

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سینکڑوں ہزاروں بے گنتی درجے دیئے ہیں' الغرض جب تک مدینہ کا چاند نہیں نکلا تھا' عالم تیرہ و تار تھا' کسی کو کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔ شیطان چور کی خوب بن آئی تھی' عقائد لوٹ رہا تھا اور اعمال بھی' ایسے وقت خدائے تعالے کی رحمت کو جوش ہوا۔ مدینہ شریف میں ایسا چراغ روشن ہوا جس سے سارا عالم روشن ہوا' جس سے سارا عالم چمک اٹھا۔

انا ارسلنک شاہدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا (پ 22 ع 6 سورۃ الاحزاب)

(بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا' اور ڈرانے والا اور اللہ تعالے کی طرف بلانے والا' روشن چراغ بنا کر۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین ۔ (پ 6 ع 3 سورۃ المائدۃ)

غرض کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن آ چکا ہے۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "**نور اللہ**" اس لیے فرمایا کہ نور طالب اور مطلوب کے درمیان وساطۂ دید ہوتا ہے۔ حضور بھی اللہ اور اللہ والوں کے درمیان واسطہ ہیں' اللہ تعالے نے نورِ خدا اس لئے بھی کہا ہے کہ مظہر اتم

حضور ہی ہیں۔

مظہر اتم (یعنی اللہ تعالیٰ کا نور) کامل طور پر حضور سے ظاہر ہونے کی تفصیل

دوسرے پیغمبر بھی اللہ تعالے کے نور سے منور تھے' مگر وہ پیغمبر اللہ تعالے کے نور کے پورے مظہر نہیں تھے' یہی وجہ تھی کہ ان سے ہدایت بھی صرف خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملک کو ہوئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے نور کے پورے مظہر تھے' اس لئے پوری ہدایت ہوئی' دنیا کے کونے کونے میں ہدایت پہنچ گئی' یہ آپ' نور خدا کے مظہر اتم ہونے کی بین دلیل ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ۔ (پ 18 ع 5 سورۃ نور)

اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ ہمارے نور سے سارا آسمان اور ساری زمین منور ہیں مگر کوئی مظہر اتم اس نور کا نہ ہوا۔ ہمارے نور کے مظہار اتم اگر دیکھنا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو' آپ کے سینۂ مبارک میں ہمارا نور کامل طور پر جو ظہور کیا ہے اسکو ایک مثال سے اس طرح سمجھو کہ :-

ایک طاق میں چراغ ہے اور وہ چراغ قمقمے میں رہنے سے بہت منور ہے اور اس چراغ کا تیل زیتون کا ہونے سے چراغ کے نور میں صفائی بھی پیدا ہو گئی ہے۔

اس مثال کے بعد حضور کے سینۂ مبارک کے نور پر غور فرمایئے جس طرح چراغ کے طاق میں رہنے اور اس میں بہتر تیل کی وجہ سے کامل درجہ کا نور ظاہر ہوتا ہے‘ اسی طرح اللہ تعالےٰ کا نور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک میں ظاہر ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچا۔ اسی کی وضاحت میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد : -

الم نشرح لک صدرک (پ30 ع1 سورۃ الانشرح) ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم اپنا کامل اور پورا نور آپ کے سینہ میں ڈال دیئے جس کا نتیجہ ہے آپ کا سینہ کامل طور سے منور ہو کر شرح صدر ہو گیا۔

نور کو سایہ نہیں ہوتا چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن ہر طرح نور ہی نور تھے‘ اس لئے حضور کو بھی سایہ نہ تھا (دیکھو خصائص کبریٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک سے صدہا ظاہراً و باطناً روشن ہوئے باطنی طور پر تو قیامت تک اولیاء کبار اور علماء ابرار روشن ہوتے رہیں گے‘ ظاہراً جو سینکڑوں چیزیں روشن ہوئیں ان کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

حدیثِ بخاری : -

دو صحابی نمازِ عشاء پڑھ کر حضرت کے پاس سے رخصت ہونے لگے‘ اس وقت ابر تھا اور اندھیرا تھا۔ حضور نے ایک کھجور کی لکڑی ایک صحابی کے ہاتھ میں

دیئے وہ لکڑی چمکنے لگی ، جس سے راہ نظر آتی تھی ، جب وہ دونوں صحابی ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو وہ اس لکڑی سے دوسرے صحابی اپنی لکڑی بھی ملاائے ، وہ لکڑی روشنی ہو گئی ، اسی روشنی میں ہر ایک اپنے اپنے گھر پہونچ گئے ۔

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیزوں کا منور ہونا ۔ اسی طرح بیہقی کی حدیث میں مذکور ہے ۔

بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رخصت ہوئے وہ رات اندھیری تھی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہماری انگلیاں روشن ہو گئیں اور ہم اس روشنی میں آرام سے اپنے اپنے گھر پہنچ گئے ۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیز کا منور ہونا ۔

اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ اسلام کے لئے چند صحابہ کو بھیجے تو وہ صحابہ درخواست کئے کہ اسلام سچا مذہب ہونے پر ہم کیا دلیل پیش کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں انگلی رکھ دیئے ، جس سے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ سے نور چمکنے لگا ۔ صحابہ اس نور سے اپنا کوڑا ملا لئے تو وہ کوڑا بھی اس نور سے چمکنے لگا ۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جو ایک دوسرے کو منتقل ہو رہا تھا۔

نورِ آفتاب سے زیادہ نورِ مُبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض رسانی کی تفصیل

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب نہ کہا اس لیئے کہ آفتاب کا فیضان ضعیف ہوتا ہے ' بخلاف چراغ کے کہ اس کا فیضان قوی ہوتا ہے اس سے صدہا چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نور ہی نور تھے مگر چاند اور سورج کی طرح نہیں تھے۔ کیوں کہ چاند اور سورج کے نور سے کوئی اور نورانی نہیں ہوتا ہے بلکہ آپ کا نور چراغ کے نور کی طرح فیض رساں تھا کہ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے ' ایسا ہی آپ کے نور سے دوسری چیزیں منور ہو رہے تھے۔

پہلی وجہ ' حضرت کے نور کو آفتاب کے نور سے تشبیہ نہ دینے کی یہ ہے کہ : -

آفتاب کا نور کھلی جگہ میں پہنچتا ہے ' بند مقامات میں آفتاب کا نور نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں ! چراغ کا نور ہر جگہ پہنچ جاتا ہے ' کھلا مقام ہو یا بند مقام۔ گھر کے ہر کمرے میں چراغ کا نور پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح حضور کا نور بھی سب پر اور سب جگہ پہنچ جاتا ہے ' اگر کوئی قبول نہ کرے تو یہ اس کی بد بختی ہے۔

دوسری وجہ ' حضرت کے نور کو آفتاب کے نور سے تشبیہ نہ دینے کی یہ ہے کہ :
-

آفتاب ڈوبنے کے بعد ظلمت اور تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اس کے دور کرنے کیلئے کسی اور نورانی چیز کی ضرورت پڑتی ہے. بخلاف یہ چراغ سے کہ چراغ بجھ جانے کے بعد دن روشن ہو جاتا ہے ' پھر اور کوئی نورانی چیز لگانے کی ضرورت نہیں۔

ایسا ہی حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سے ایسی نورانیت پھیلی ہوئی ہے کہ پھر اور کسی نبی کو آکر ظلمت دور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی (اسی لئے آپ کے نور کو چراغ کہا کہ آپ کے بعد کسی نور کی ضرورت نہیں)

تیسری وجہ ' حضرت کے نور کو آفتاب کے نور سے تشبیہہ نہ دینے کی یہ ہے کہ :
-

آفتاب خود اپنے ذات سے منور ہے ' بخلاف چراغ کے کہ وہ آگ اور تیل سے روشن ہوتا ہے۔

ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ' اللہ تعالے کے نور سے منور ہے اس لئے آپ کے نور کو چراغ کہا۔

اسی وجہ سے اللہ تعالے کا ارشاد ہوتا ہے کہ : -

ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی (پ 9 ع 2 سورہ انفال)

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر ہجرت فرمارہے تھے کفار آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے 'آپ ایک مٹھی کنکر لے کر پھینک دیئے ' وہ کنکر ہر ایک کافر کے آنکھ میں پہنچا ' وہ آنکھ ملتا ہی رہا۔ حضور سامنے سے ہجرت کے لئے تشریف لے گئے 'کیا کسی کے ایک مٹھی کنکر میں یہ تاثیرہیکہ ہر ایک آنکھ میں پہنچ جائے ' یہ ہمارا ہی نور تھا جس سے آپ منور ہوئے ہیں۔آپ کنکر نہیں پھینکے بلکہ ہم کنکر پھینکے ہیں 'اس لئے ہماری قدرت کا ظہور ہوا کہ ایک مٹھی کنکر ہر ایک کافر کی آنکھ میں پہنچ گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے چراغ آگ اور تیل سے روشن ہوا ہے 'ایسا ہی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالے کے نور سے منور ہوا ہے۔

چوتھی وجہ 'حضرت کے نور کو آفتاب کے نور سے تشبیہ نہ دینے کی یہ ہے کہ : -

آفتاب کا نور ایک حال پر رہتا ہے' اس میں کوئی درجہ نہیں' بخلافِ چراغ کے نور کے' کہ چراغ کے نور میں کئی درجہ ہوتے ہیں۔

ایسا ہی حضرت کے نور میں بھی کئی درجہ ہیں جن کو آپ ہمیشہ طئے کرتے رہتے ہیں۔ اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے بے انتہاء مدارج ہیں' میں ان قربِ الٰہی کے مدارج میں سے جس درجہ پر بھی رہوں اس درجہ سے ترقی کر کے اس سے بڑھ کر جو درجہ بھی ہو' اس پر پہنچ جاتا ہوں' ہمیشہ یہی ہوتا رہتا ہے کہ میں ایک درجہ پر پہنچا' پھر ترقی کیا اور اس سے بڑے درجے پر پہنچ گیا' وہ پچھلے درجہ جن سے ترقی کیا ہوں مجھے ناپسند ہو جاتے ہیں' اور یہ خیال ہوتا ہے کہ اب تک جن نچلے درجوں میں رہا' بجائے اس کے اس سے بڑے بڑے درجوں میں رہنا چاہئے تھا' اس لئے ترقی سے پہلے رہے ہوئے نیچے کے درجوں پر دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو سونچو اچھی طرح سونچو' اور اس کلیہ پر بھی غور کرو کہ عام نور خود ظاہر ہوتا ہے اور دوسری شئے کو دکھاتا ہے بعینہٖ یہی کلیہ حضرت کے نور پر بھی صادق آتا ہے کہ آپ کا نور معجزات دکھانے سے خود روشن ہے اور یہ نور دوسروں کو بھی راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آپ ہی کا نور تھا جس کی روشنی میں ہم نے اللہ کو اللہ جانا۔

فصل 5۔

آئندہ پیروی واتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلات ہیں۔اس سے پہلے یہ جان لینے کی ضرورت ہے کہ پیروی کی ماہیت واصلیت کیا ہے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ پیروی کی اصلیت جس کی پیروی کی جارہی ہے۔اس سے جڑ جانا ہے۔اس فصل میں اولاً عقلی طور پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ کوئی چیز کسی چیز سے جڑ جاتی ہے' پیوند ہوجاتی ہے تو اس جڑنے والی چیز کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑ کر پیوست ہوکر آپ سے محبت پیدا کرنے کی ترغیب کا بیان ہے۔

صحبت کا اثر پذیر ہونے پر چند مثالیں : -

پیاز ایک بدبودار چیز ہے سوائے متعفن چھلکوں کے اس میں کچھ بھی نہیں جو کھانے کے بعد بھی اپنا ذاتی تعفن نہیں چھوڑتی' ہاتھوں کو بدبودار کرتی اور منھ کو بساند بناتی ہے' ڈکار آئے تو بدبو آتی ہے۔

وہی پیاز اگر ایک لخط گھی کے ساتھ آگ پر رہ جائے تو بجائے بدبو کے اپنی خوشبوئی سے محلّہ کو بساتی ہے سچ ہے ۔

صحبت صالح ترا صالح کند نیکوں کی صحبت نیک بناتی ہے۔

صحبتِ طالح ترا طالح کند .بروں کی صحبت تجھے.برا بناتی ہے۔

کسیلے اور ترش پھل والے درخت کی شاخ کو جب کسی شیریں خوش ذائقہ درخت کی شاخ سے پیوند کیا جاتا ہے تو وہ کسیلے اور کھٹے پھل والا درحت بھی نہایت عمدہ اور شیریں پھل لاتا ہے۔

تِل اپنی ذات میں کوئی خوشبودار چیز نہیں ہے مگر جب وہ ایک عرصہ تک چنبیلی کے پھولوں میں بسائی جاتی ہے تو وہی تِل کا تیل خوشبودار اور قیمت والا ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ اچھوں سے تعلق کا نتیجہ ہمیشہ وصال اور کامیابی ہی ہوتا ہے۔

تمام ریل گاڑیاں بے جان چیز ہیں از خود مطلقاً حرکت نہیں کر سکتیں ' البتہ انجن چلنے والی چیز ہے مگر جب وہ مردہ گاڑیاں چلنے والے انجن سے مل جاتی ہیں تو نہایت تیز چلنے والی ہو جاتی ہیں ' جس وقت انجن اسٹیشن پر پہنچتا ہے اسی وقت گاڑیاں بھی پہنچ جاتی ہیں۔

پانی اپنی کثرت کے وجہ سے کم قیمت ہے ' اگر اسی پانی کو ایک مدت تک گلاب کے پھول کی صحبت میسّر ہو جائے تو وہ بیش قیمت عرقِ گلاب ہو جاتا ہے۔

دوستوں ! پانی گلاب کے پھول کی صحبت سے عرق گلاب بنا ' بدبودار پیاز گھی کی صحبت سے خوشبودار ہوئی کڑوے نکمّے پھل شیریں درخت سے پیوند ہو کر شیریں وذائقہ دار ہوئے ' معمولی تِل چنبیلی کے فیض صحبت سے خوشبودار ہوئی '

غرض کہ یہ سب کچھ دُنیا میں ہو رہا ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ انسان جو تمام مخلوقات میں بڑی استعداد رکھنے والا ہے ' کسی کامل ولی یا نبی کی صحبت سے اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ہائے مردہ بے جان گاڑیاں ایک انجن سے تعلق پیدا کر کے سب کی سب بہت جلد اپنے منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

کیا انسان انبیاء کے ساتھ تعلق پیدا کر کے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا؟

آپ کے دل میں یہ بات کھٹک رہی ہو گی کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے ' بہت لوگ ایسے ہیں کہ بزرگوں کے پاس رہنے کے باوجود ان کی اصلی حالت نہیں بدلی دُور کیوں جائیں ابو جہل پر حضرت کا کیا اثر ہوا۔ عبداللہ بن اُبی منافق ایک زمانہ تک حضرت کے ساتھ رہا مگر اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

دوستو! آپ نے غور نہیں کیا' ورنہ نتیجہ صاف ہے اور بات کھلی ہوئی ہے ۔ پیاز پر گھی کی صحبت کا اثر اس وقت نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے بدبوئی چھوڑ کر خوشبوئی حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ گھی کے ساتھ اپنی جان نہ جلائے' پیاز کی ڈلی کو اک سال تک گھی کے اندر ڈالے رکھئے 'کبھی بھی اس کی بدبوئی نہ جائے گی۔

پیاز کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا پڑے گا، پہلے تو کٹ کٹ کر ٹکڑے ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد گھی میں جلنا پڑے گا، جب کہیں اپنی بدبوئی چھوڑ کر خوشبوئی حاصل کر سکے گی۔

اسی طرح اگر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حضرت کی محبت کے گھی میں جل جائیں، تب کہیں پاک اور خوشبودار ہوں گے۔

صاحبو ! ایک ابو جہل کا رونا مت روؤ ہم کب حضرت کی تابعداری میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں اور حضور کی محبت میں کب جلے ہیں، پھر ہم اگر پاک ہوں گے تو کیسے پاک ہوں گے اور کیسے خوشبودار ہوں گے۔

کھٹے درخت کی شاخ پر شیریں درخت کی شاخ کا پیوند لگاتے ہیں، اس وقت ترش شاخ کو تراشتے ہیں، اگر اس ترش شاخ کو نہ تراشا جائے تو کبھی پیوند درست نہ ہو گا۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا پیوند لگا کر اپنی مرضی و خواہش کو بالکل نہ ترک کیا جائے گا تو کبھی بھی نبی کے فیضان سے شیریں ہونا میسر نہ ہو گا اور کبھی بھی بُرے اخلاق کی ترشی زائل نہ ہو گی۔

ابو جہل نے کب پیوند درست کیا تھا اور اب ہم کب حضورؐ سے پیوند درست کئے ہوئے ہیں۔

صاحبو! ہماری حالت درست نہ ہونے کا اندرونی سبب معلوم کرنے کے لیے ذیل کی مثال پر غور کرو۔

ریل گاڑی کے ڈبے انجن کے قریب کھڑے ہوئے ہیں، دیکھنے والوں کو دھوکا ہو رہا ہے کہ یہ ڈبے انجن سے لگ گئے ہیں، جب انجن چلا تو اب معلوم ہوا کہ جو ڈبے اپنی زنجیر اس انجن سے جوڑے ہوئے تھے وہ انجن کے ساتھ چلنے لگے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے اور جو ڈبے ظاہری اتصال رکھتے تھے اپنی زنجیر اس انجن سے نہیں جوڑے تھے وہ وہیں کے وہیں رہ گئے۔ دوستو! غور کرو ظاہری اتصال کیا کام آیا

یا کوئی ڈبہ پٹڑی سے اتر جائے وہ گاڑی ٹوٹ جائے گی

یا جس ڈبہ کا پہیہ باندھ دیا جائے وہ چلنے سے رہ جائے گا

اسی طرح جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی تعلق نہ جوڑے

یا حضرت کی ڈالی ہوئی شریعت کی پٹڑی سے اتر جائے

یا گناہوں کے بوجھ سے پہیہ بند ہو جائے

وہ ساتھ چلنے سے رک جائے گا منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پانی صرف گلاب کی صحبت میں رہ کر عرقِ گلاب کہلاتا ہے ؟ ہائے آپ نے اس پر نظر نہیں ڈالی کہ پانی کو قرانبیق میں بند ہو کر کس قدر جلنا پڑا ہے ، تب کہیں جا کر عرقِ گلاب کہلایا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین یا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی محبت کا دعویٰ کرنے والو ! سچ کہو کہ بجز زبانی وجمع خرچ کے عملی طور پر کبھی تم نے محبت کا ثبوت دیا ہے ؟ بتاؤ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین یا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما بے نمازی اور بے روزہ دار تھے ، کیا دنیا ملنے کے وقت یہ حضرات خدا اور رسول کے احکام بھول جاتے تھے ؟ کیا خدا کے خوف سے بے ڈر تھے ؟

حضرت زین العابدین رحمۃاللہ علیہ کے آنسو سے پرنالہ بہہ رہا تھا حضرت کے آنسوؤں کا وہ پانی کسی شخص کے جسم پر گرا ، اس شخص نے پوچھا کہ پرنالہ سے جو پانی گر رہا ہے ناپاک تو نہیں ہے ، حضرت جواب دیئے بھائی دھو ڈالو ، یہ گنہگار کے آنکھ کا پانی ہے ، محبت کے دعویدارو بتاؤ وہ گنہگار زیادہ تھے یا ہم ہیں۔

صاحبو! کیوں محبت کو بدنام کرتے ہو، یہ جو ہم کو اور آپ کو محبت کا دعویٰ ہے یہ فطری محبت ہے، انسان کی طبیعت کا تقاصہ ہے کہ جس کے اچھے اوصاف سنتا ہے اس سے خواہ مخواہ محبت ہو جاتی ہے، جیسے رستم کی بہادری کا ذکر سن کر اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

ایسی محبت تو کافر سے بھی ہو جاتی ہے، جرمن سے کچھ تو تعلق تھا اثنائے جنگ میں ہر شخص کا دل اس کی طرف مائل تھا کیا بات تھی اس کے صفات سُن کر خود بخود محبت ہو گئی تھی یہ محبت معتبر نہیں، ایسی محبت میں کیا کمال ہے۔

خدا اور رسول کی محبت میں مسلمانوں کی یہ حالت ہونا چاہیئے۔

زندہ کنی عطائے تو	اگر آپ زندہ کریں تو آپ کی عطا ہے۔
وربہ کشی فدائے تو	اور اگر مار ڈالیں تو ہماری جان آپ پر سے
دل شدہ مبتلائے تو	قربان ہے، دل آپ کا شیدا ہے۔
ہرچہ کنی رضائے تو	جو آپ کریں اس پر ہم راضی ہیں۔

محبت ایسی ہونا چاہیئے جیسی کے اشعار میں بیان ہوئی ہے 'آج کل یہ بات کہاں ہے۔

فصل 6۔

اطاعت کرنے والے کو جس کی اطاعت کی جارہی ہے ان سے محبت ہونا ضروری ہے مگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور آپ سے محبت کی زبانی دعویدار ہیں۔ اس فصل میں حقیقی محبت اور اس کے ثمرات و فوائد کا بیان ہے۔

اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے کون سے مسلمانوں کے' نام کے مسلمانوں کے ساتھ نہیں' ان مسلمانوں کے ساتھ ہے جن میں آئندہ بیان ہونے والی شرطیں پائی جائیں۔

جب تک وہ شرطیں پائی گئیں خدا بھی ان کے ساتھ تھا' ساری خدائی ان کے ساتھ تھی' فرشتے ان کی مدد کے لیے اترتے تھے' مسلمانوں کی خاطر بار بار ان کو حکم ہوتا تھا کہ فرشتوں! مسلمانوں کی ہمت بندھاؤ' ان کو ثابت قدم رکھو' اسی کا اثر تھا کہ سرسبز سلطنتیں بے سر وسامان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھیں۔

جب مسلمانوں نے وہ شرطیں کھودیں خدا کی نظر عنایت بھی مسلمانوں سے اٹھ گئی' اپنے پرائے ہوگئے۔ سلطنتیں گئیں' عزت گئی۔ اب بھی فرشتوں کو اللہ

تعالیٰ بھیجتا ہے ‘کیوں کافروں سے یہ کہنے کے لئے کہ

یا یہاالکفرۃ ا قتلوا الفجرۃ۔ (اے کافرو ! قتل کرو فاجروں کو)

اب بھی وقت

ہے سنبھلو سنبھالتے ہیں‘ ان شرطوں کو پوری پوری پابندی کرو

پہلی شرط : -

یا یہاالذین امنوآ اطیعواللہ ورسولہ (پ 9 ع 3 سورۃالانفال)

(مسلمانو ! خدا کا اور رسول کا کہا مانو)

دوسری شرط : -

ولا تولواعنہ (پ 9 ع 3 سورۃالانفال)

(خدااور رسول کے ارشادات سے منھ مت پھیرو)

ہائے تم تو انسان ہو جانور تک ان کا حکم مانتے اور بات سنتے تھے۔

حکایت : -

ایک صحابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرا ایک باغ ہے' میرے بیوی بچوں کی گذر اسی پر ہے۔ باغ کے کام کے لئے دو اونٹ ہیں' انھیں سے موٹ چلاتا اور باغ کو پانی دیتا ہوں' خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ وہ دونوں اونٹ اپنے پاس نہیں آنے دے رہے ہیں جو بھی نزدیک جائے اس پر حملہ کرتے ہیں' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی اٹھے اور اس باغ تک تشریف لے گئے اور فرمائے باغ کا دروازہ کھول دو' ان صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ بہت بگڑے ہوئے ہیں' حضور فرمائے مضائقہ نہیں تم دروازہ کھول دو' دروازہ کی کھڑ کھڑاہٹ سنتے ہی وہ دونوں اونٹ حملہ کے لئے کے لیے لپکے۔ الغرض دروازہ کھول دیا گیا۔سب سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے وہ دونوں اونٹوں کی نظر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی' فوراً سامنے آ کر بیٹھ گئے' اور وہ اونٹ سجدہ میں گرے' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے سر پکڑے' خدا جانے کیا فرمائے اس کے بعد مالک کے حوالے کر دیئے اور فرمائے ان سے کام لو اور ان کی اچھی طرح خبر گیری کیا کرو۔

یہ جانوروں کی اطاعتِ رسولؐ تھی کہ سر کش اونٹ بالکل نرم ہو گئے' جانوروں نے حضرت کی بات سنی' افسوس ہے کہ ہم انسان ہو کر حضرت کی خلاف ورزی کریں۔

ہائے افسوس! اس منہ پر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ ہے۔ظاہر ہمیشہ باطن کے تابع ہوتا ہے ٔ قلب میں اگر غصّہ ہو تواس کے آثار ظاہر اًنمایاں ہو جاتے ہیں ٔ دل میں اگر خوشی ہے تواس کے آثار بھی ظاہر ہوتے ہیں تو کیا ایک محبت ہی ہے کہ وہ دل میں ہو ٔ اور اس کے آثار ظاہر نہ ہوں۔

دوستو! دلی محبت تو وہ چیز ہے کہ بغیر اعضا سے دل کی محبت ظاہر ہونے لگتی ہے اور یہ ایک موٹی بات ہے ٔ قلب افضل واشرف ہے ٔسب اعضاء اس کے تابع ہیں ٔ جو کیفیت قلب میں ہو ٔ اس کا اثر بال بال میں آنا ضروری ہے ٔ دیکھئے بخار اس حرارت کا نام ہے جو قلب میں پیدا ہوتی ہے اسکا اثر بال بال میں ہوتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف قلب میں بخار ہو ٔ اعضاء میں اس کا اثر نہ ہو۔

اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ قلب میں محبت کی آگ ہو اور تمام بدن میں نہ بھڑک اُٹھے۔ہائے یہ کیسی محبت ہے کہ دل میں تو ہے مگر تمام اعضاء خلاف میں ڈوبے ہوئے ہیں ٔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی محبت کا دعویٰ ہے ان کے پاؤں نماز میں کھڑے کھڑے سوجھ گئے تھے ٔآپ کا سر گھنٹوں سجدہ میں رہتا تھا اور آپ کو آخر وقت چلا نہیں جاتا تھا ٔ کاندھوں پر ہاتھ دیئے پاؤں گھسیٹتے مسجد تشریف لاتے تھے جن کی محبت کا دعویٰ ہے ان کی حالت یہ تھی۔

ادھر ہمارا سر سجدہ میں نہیں جھکتا ٔ پیر مسجد کی طرف نہیں چلتے پھر بھی محبت کا دعویٰ۔

ہائے ایک بازاری عورت سے محبت ہو جاتی ہے جو وہ کہے کرنے تیار ' چاہے عزت جائے 'مال جائے ' جائداد جائے مگر اس کی فرمائش پوری ہو 'سارے خاندان کا خلاف ہو جائے تو پرواہ نہیں ' مگر خلاف نہ ہو تو اس چڑیل کا جس سے دل لگا ہے ' دوستو ! یہ ہے دلکی محبت کا اثر۔

عشق مولیٰ کَے کم از لیلیٰ بود

گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے گیا گذرا ہوا ہے۔ گیند پھینکنے والے کے لئے جیسا گیند تابع ہو جاتا ہے ایسا ہی جو اللہ کا حکم ہو 'اس کے تابع ہو جانا چاہیے۔

اصل یہ ہے کہ محبت ہی کی کمی ہے ہائے اگر محبت ہوتی تو جان و مال سب قربان کرتا حضور جو فرماتے وہ سب کرتا۔

ہائے مسلمانو ! حضرت سے محبت نہیں 'ارے اپنے جانوں سے بھی محبت نہیں ' حکیم اور ڈاکٹر کی بات جس طرح سنتے ہو اور فوراً عمل کرتے ہو ' حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بھی وقعت نہیں ' وہ حکیم چار پتے کوٹ کر دیئے تو مان لیتے ہو 'اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں اس کو نہیں مانتے ہو۔

مسلمانو! تم سب کے سب اسفل السافلین میں گرے ہوئے ہو اگر اعلَی علّیین پر پہنچنا چاہتے ہو تو ایک کام ضروری ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، کیسی محبت، جان سے، مال سے، اہل و عیال سے، سب سے بڑھ کر حضرت کی محبت ہو ایسی محبت کا اثر یہ ہے کہ انسان آپ کے ہر ارشاد کو مان لیتا اور ہر بات میں آپ کی تابعداری کرتا۔

افسوس مسلمانو! تمہاری حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے گو تم منھ سے حضورؐ کی تابعداری سے انکار نہیں کرتے ہو، مگر عملاً تمہارے اطاعت نہ کرنے کی حالت یہ کہہ رہی ہے کہ خدا اور رسول نے یہ سب بکھیڑے، نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، معاملات درست کرو، اخلاق اچھے کرو، فضول پھیلائے ہیں۔

پہلے زمانہ میں خدا اور رسول کی نافرمانی اس قدر نہیں ہوتی تھی، جس قدر اب ہو رہی ہے، اس وقت بھی عام لوگوں میں سب دین دار نہ تھے مگر اس وقت کے لوگوں میں اور اس وقت کے لوگوں میں فرق یہ ہے کہ اس وقت کے لوگ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے تھے اور اپنے افعال کو دین نہیں سمجھتے تھے۔

اس وقت کے لوگ گناہ کرتے ہیں پھر بھی دین دار کے دین دار اور خود دین کے احکام کے موافق نہیں ہوتے بلکہ اپنے افعال کو دین کے احکام کے موافق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی سود کے حلال کرنے کی فکر میں ہے تو کوئی کہتا ہے نکاح فضول ہے تراضی طرفین کافی ہے ہاں جبر نہ ہو۔

ایک اخبار میں چھپا تھا اسلام کی طرف سب جھکتے ہیں مگر اس نماز کی ایسی پخ ہے 'اس کی وجہ سے لوگ رکتے ہیں 'اگر علماء نماز کو اڑا دیں تو پھر بہت لوگ مشرف با اسلام ہوتے ہیں۔

ایک صاحب بے وضوء نماز پڑھ لیا کرتے تھے کسی نے کہا کہ جناب بے وضوء نماز نہیں ہوتی' وہ صاحب جواب دیئے یہ دقیانوسی مولویوں کے خیالات ہیں' یہ مولوی غور نہیں کرتے اور دین کی تہہ کو نہیں پہنچتے۔ عرب میں جب اسلام آیا افلاس بہت تھا۔ محنت مزدوری سے پیٹ بھرتے تھے میلے کچلے رہتے تھے اس لیے حکم دیا گیا تھا کہ جب نماز پڑھو' منہ ہاتھ دھو لیا کرو' اب وہ حال نہیں رہا' ہم روز صبح کو صابون لگا کر غسل کرتے ہیں' ہم کو بار بار جسم دھونے کی ضرورت نہیں۔

ایسا ہی روزہ بھی' ملک عرب وحشی ملک تھا وہاں بہیمیت زیادہ تھی ان کی اصلاح کے لیے روزہ مقرر فرمایا گیا تھا' ہم کو تہذیب و اخلاق حاصل ہے ہم کو روزہ کی کیا ضرورت ہے۔

لکھنو میں مجلس ہوئی تھی مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر غور کیا گیا تھا آخر میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام ہی تنزل کا سبب ہے' یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

یوں تو پہلے ہی سے نفس مشقت سے بھاگتا ہے 'اس پر باہر سے مذہب پر حملے ہو رہے ہیں 'ادھر نوجوانوں کی روشن خیالی ہے 'ان سب باتوں سے اس قدر حالت

بگڑ گئی ہے کہ اب سنبھلنا بہت مشکل ہے ' اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : -

اطیعوااللہ ورسولہ ولاتولوعنہ وانتم تستمعون

(خدااور رسول کا کہنامانو ' ان کے حکم سے منھ مت پھیرو) (پ 9 ع 3 سورۃالانفال)

مسلمانو ! تم میں اعتقاد ہے ' ہر بات اعتقاد سے سنتے ہو ' ایسے ہی اعتقاد کے موافق عمل بھی کرو۔

ولاتکونواکالذین قالوسمعناوھم لایسمعون (پ 9 ع 3 سورۃالانفال)

نام کے مسلمانوں جیسے مت ہو جاؤ ' جو کہتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں حالاں کہ خاک نہیں سنتے ' اس لئے کہ ان میں اعتقاد ہی نہیں جو جی میں آئے بکتے ہیں ' بے اعتقاداور اعتقاد سے سننے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ان شر الدوآب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون۔ (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

مخلوق میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ اعتقاد کی بات سنتے نہیں ' اور اعتقاد کی کہتے نہیں ' حق بات سمجھتے نہیں ' یہ بدترین ہیں ' جو اعتقاد رکھ کر اعتقاد سے سنتے

ہیں ‘اور عمل نہیں کرتے۔ وہ بد سے بد تر ہیں۔

ولو علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

یہ بے اعتقادوں میں ایک بڑی خوبی کی کمی ہے وہ طلبِ حق ہے اگر ان میں طلبِ حق کی خوبی ہوتی تو اللہ تعالےٰ ان کو حق بات سننے اور سمجھنے کی توفیق دیتا۔

ولو اسمعہم لتولوا وہم معرضون (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

جن کو طلبِ حق نہیں ہے انکو ہم سنُوا بھی دیں تو بے کار ہیں ‘ان کی وہی ہٹ رہے گی اور وہی اعتراض رہے گا۔

مسلمانو ! ان لوگوں کو چھوڑو تم کو تو اعتقاد ہے ‘تم اعتقاد سے سنتے ہو ‘جو کچھ سنتے ہو ‘اس پر عمل بھی کرو ‘تم کو اطاعت کا جو حکم دیا جارہا ہے اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تم کو ہمیشہ کی زندگی دینے کے لیے بلایا جارہا ہے۔

یا یہاالذین امنوا استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

مسلمانو ! اللہ کے رسول کی بات سنو ‘ ان کا کہنا مانو ‘ وہ تم کو ہمیشہ کی زندگی دینے بلاتے ہیں ‘ سو نچو تو اس میں تمہارا فائدہ ہے یا اللہ ورسول کا۔

حدیث : -

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کچھ لوگ جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے ‘ جہاں پانی اور آبادی منزلوں دور تھی ‘ توشہ ختم ہو گیا تھا ‘ سواریاں مر گئی تھیں ‘ سب کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ہم مر جاتے ہیں ‘ ایسے میں ایک شخص پیدا ہوا ‘ اور کہا لوگو کیا حال ہے ‘ ان لوگ نے کہا کیا پوچھتے ہو ‘ مرنے کے قریب ہیں ‘ نہ سواری ہے نہ توشہ ‘ اس شخص نے کہا آؤ میں تم کو ایک سر سبز مقام کی طرف لے چلتا ہوں جہاں پانی ہے اور طرح طرح کی نعمتیں ہیں ‘ مگر اس شرط سے لے چلتا ہوں عہد واثق کرو کہ میری کسی بات میں نافرمانی نہ کرو گے ‘ وہ تمام لوگ عہد کر لئے وہ شخص ان کو لے کر شاداب مقام میں پہنچا ‘ وہ سب لوگ بہت خوش ہوئے اور وہاں اتر کر نعمتوں کا لطف لینے لگے۔

پھر اس شخص نے کہا لوگو چلو کوچ کرو ‘ سب نے کہا کہاں ‘ اس شخص نے کہا ایسے مقام کی طرف جہاں کے پانی کو یہاں کے پانی سے ‘ وہاں کے باغ کو یہاں کے باغ سے کچھ مناسبت نہیں ‘ وہاں کی ہر چیز یہاں کی ہر چیز سے اعلیٰ ہے یہاں تو چند روز رہنا ہے وہاں ہمیشہ رہو گے ‘ ان میں اکثر کہنے لگے ہمارے خیال میں تو نہیں آتا کہ اس سے کوئی اچھی جگہ بھی ہو گی۔ چند لوگوں نے کہا اس شخص سے نافرمانی نہ کرنے کا عہد کر چکے ہو ‘ اور یہ شخص اپنے پہلی بات میں سچا نکلا ہے اس لئے اس

کی یہ دوسری بات بھی مان لو ' اس کے ساتھ چلو کچھ لوگ اس شخص کے ساتھ ہو لئے ہمیشہ کی زندگی اور ہمیشہ کے نعمتوں میں پہنچ گئے اور جو لوگ خلاف کئے وہیں رہ پڑے ان کو دُشمن لوٹ لئے اور قتل ہوئے اور قید کئے گئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے جو انسانوں کی حالت تھی ' وہ بد سے بدتر ہو گئی تھی ' عقائد خراب ' معاملات خراب ' عبادتوں کا نام نہیں ' سب تباہ ہو کر دوزخ کے قریب پہنچ گئے تھے اور محتاج اور مفلس تھے ' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ' انسان جو تباہ ہو رہا تھا اس کو بچانے کے لیے نصیحت فرمائے کہ تم یہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہو ' آؤ میری بات سنو ' میرے کہنے کے موافق عمل کرو ' پھر دُنیا تمہاری ہے ' سارا ملک تمہارا ہے تو حضرت کے کہنے کے موافق عمل کئے ۔ وہ وہ فتوحات ہوئے ' ساری دُنیا ان کے زیرِ نگیں ہو گئی جس کی تاریخ شاہد ہے ' جب دُنیا میں پھنس کر پھر تباہ ہونے کے قریب ہو گئے تھے ' حضور نے فرمایا دُنیا میں پھنسے مت رہو ' اور دُنیا کے ساتھ آخرت کی بھی تیاری کرو ' اب میں تم کو اس سے بہتر باغ بہار میں نعمتوں میں لے چلتا ہوں ' جس کو جنت کہتے ہیں وہ دلاتا ہوں کچھ تو حضور کی بات سن کر آپ کے حکم کے موافق عمل کر کے جنت اور اس کی نعمتوں کو حاصل کئے ۔ کچھ حضور کی بات نہ سن کر دُنیا ہی میں پھنسے رہے ' شیطان کو موقع مل گیا ' وہ طرح طرح کے نافرمانیاں کرایا تو یہ دوزخ کے مستحق ہو گئے ۔

اتباع کرنے والے لوگوں کو جو حیاتِ جاوید ملی اس کے اثرات دُنیا ہی میں ہی ظاہر ہونے لگے مثلًا :

حکایت : -

حضرت زید رحمتہ اللہ علیہ ایک خچر کرایہ پر لئے ' خچر کا مالک بدو یہ شرط کیا کہ جہاں جہاں مجھے کام ہو گا وہاں ٹھیرتا ہوا چلوں گا۔ حضرت زیدؒ اس شرط کو منظور کر لئے ' وہ تھوڑی دور چل کر راستہ چھوڑا ' اور ایک ویران جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا یہاں اترو ' آپ وہاں اترے ' اس مقام پر ہزاروں لاشیں پڑی ہوئی تھی ' وہ لاشیں ان کی تھیں جن کو اس بدو نے اسی دھوکے سے لا کر قتل کیا تھا اور مال چھین لیا تھا۔ الغرض وہ بدو جب حضرت زید کے قتل کے لئے پہنچا۔ حضرت زید فرمائے اتنی مہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں ' اس بدو نے کہا سب ایسی ہی نماز پڑھے لیکن کسی کی بھی جان نہ بچی ' حضرت زیدؒ نیت کئے اور نماز شروع کر دیئے ' آپ سجدہ میں تھے وہ بدو قتل کے لئے دوڑا ' آپ فرمائے " **یاارحم الراحمین** " یکایک ایک آواز آئی خبر دار قتل نہ کرنا بدو یہ آواز سن کر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا ' پھر وہ قتل کے لئے آیا ' پھر آپ **یاارحم الراحمین** فرمائے پھر وہی آواز آئی و بدو پھر رکا۔ تیسرے مرتبہ ایسا ہی ہوا یکایک ایک سوار برچھا لئے پہنچا آتے ہی وہ اس بدو کو قتل کر دیا ' حضرت زیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ سوار میرے پاس آیا اور کہا آپ پہلی بار جب **یاارحم الراحمین** کہے تو میں ساتویں آسمان پر تھا ' دوسری دفعہ جب آپ یاارحم الراحمین کہے آسمانِ دُنیا طے کر چکا تھا۔ تیسری دفعہ آپ کے کہنے کے ساتھ ہی دُشمن تک پہنچا ' اب آپ جایئے **ارحم الراحمین** نے آپ کی جان بچادی ہے ' یہ ہے

غیبی تائید جو نیکوں اور خدا اور رسول کے حکم ماننے والوں کو پہونچتی ہے۔

" واعلموآ ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔

اللہ تعالے کا قاعدہ ہے جس میں طاعت ہے 'اس میں کفر اور معاصی نہیں آنے دیتا اور جس میں مخالفت ہے تو اس میں ایمان اور نیکیاں نہیں آنے دیتا۔

حکایت : -

بنی اسرائیل میں ایک بڑے عابد تھے 'ایک عبادت خانے میں ہمیشہ یادِ الٰہی میں رہتے تھے ' قاعدہ ہے جب بندہ خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا بھی اس کا ہو جاتا ہے ' خدائے تعالیٰ نے ان عابد کے لئے ایک انگور کی بیل اُگادی تھی 'اور پانی کا چشمہ پاس ہی نکل آیا۔ انگور کھاتے اور پانی پیتے ' خدا کی یاد میں رہتے ' مخلوق کی کچھ پرواہ نہ رکھتے۔

ایک عورت نہایت حسین و جمیل ایک روز وہاں آئی اور بہت عاجزی سے کہی بستی دور ہے اگر اجازت ہو تو رات کی رات یہاں پڑی رہوں ' عابد اجازت دیئے ' وہ عورت رات کے وقت عابد سے جماع کی خواہش کی حتیٰ کہ ننگی ہو کر سامنے آئی ' ہر طرح عابد کو اپنی طرف مائل کرنا چاہی مگر اس خدا کے دوست نے کسی بات کی

طرف خیال نہ دوڑایا۔

ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ (پ 9 ع 3 سورۃ الانفال)

(خدا بندہ کے اور اس دل کے بیچ میں ہے)

عابد کو طاعت کی دھن تھی' اس لئے اللہ تعالےٰ معصیت کو قلب عابد تک نہ آنے دیا۔

پھر عابد اپنے نفس کو سمجھاتا رہا' اے نفس تجھ کو زانی کی سزا معلوم ہے اسکی پیشانی پر لکھا جاتا ہے۔ **انہ عائس من رحمۃ اللہ** (زانی خدا کی رحمت سے مایوس وناامید ہوتا ہے) اپنے نفس کو دوزخ کے المناک عذاب سے ڈراتا رہا اور آخری عملی تدبیر یہ کیئے کہ چراغ میں تیل ڈال کر موٹی بتی لگائے' جب چراغ بھڑکا اس پر انگلی رکھدیئے اور کہے اس نفس ستر پانی سے دھوئی ہوئی یہ آگ ہے اس کی برداشت نہیں ہوسکتی دوزخ کے آگ کی برداشت کیسے کرسکے گا۔

اِدھر داروغہ آگ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا' آگ لپکی' عابد کے ہاتھ کو جلا کر خاک کر دی' یہ واقعہ دیکھ کر عورت چیخ ماری اور جان دے دی' صبح کو عابد دفن وکفن کی فکر میں تھے شیطان نے تمام شہر میں مشہور کر دیا کہ فلاں عابد عورت سے زنا کیا' اور افشاء کے خوف سے قتل کرڈالا۔ بادشاہ خود آیا' عورت مری پڑی ہوئی دیکھ کر اس کو قتل کا یقین ہوگیا۔ بادشاہ نے عابد کے سر پر آرہ رکھ کر چیرنے کا

حکم دے دیا۔ جب آرہ چلنے لگا' عابد کے منھ سے آہ نکلی' جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہمارے بندہ عابد سے کہو کہ تونے اپنی اس دردناک آہ سے حاملانِ عرش اور آسمانوں پر کے رہنے والوں کو رلادیا۔ میری عزت کی قسم ! اگر تو دوسری دفعہ آہ کیا تو آسمانوں کو زمین پر پٹک دوں گا' عابد سمجھے رضائے الہیٰ ایسی ہی ہے صبر کئے اور راضی برضائے الہیٰ رہے جب عابد چیر دیئے گئے 'اس مردہ عورت نے سارا قصہ سنایا۔ سبھوں نے پچھتایا مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے۔ عابد اور عورت کے لئے ایک ہی قبر کھودی گئی 'اس میں مشک کی بو نکل رہی تھی 'الغرض جب ان کو دفن کرنا چاہے تو آسمان سے آواز آئی ٹھیرو تا کہ ہمارے نیک بندہ پر فرشتے نماز پڑھ لیں۔

فصل 7۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق چلنے کے لئے انسان کو اس کی عقل پر نہیں چھوڑا بلکہ واضح احکام دیا اور ان احکام پر عمل کرنے نمونہ بھی دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اس فصل میں حضور کے نمونہ ہونے کا تفصیلی بیان ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لاالہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم۔

(پ: 11 ‘ع: 16 سورۃالتوبہ)

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں ‘ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں ‘ پھرا گر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہدو کہ خدا مجھے کفایت کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ‘اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کسی درجہ رحمت ہے اور کتنی محبت ہے کہ ہماری تربیت کے لئے وہ انداز ‘ وہ طریقہ اختیار فرمایا جیسا شفیق باپ اپنے بچہ کے ساتھ کرتا ہے۔

ہمارے فائدہ کے لئے ہم کو اپنی راہ کیلئے ایسا بہلاتا ہے جیسے کوئی بچوں کو کام لینے کے لئے بہلاتا ہے۔

اولیاءاللہ بھی ایسے تدبیروں سے اصلاح کرتے ہیں۔

حکایت :-

حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مُرید کو حضرت کی ایک باندی کے ساتھ محبت ہوگئی حضرت شیخ فریدؒ کو اس کی جب خبر ہوئی تو حضرت نے

ان کو نہ ملامت کی اور نہ خفا ہوئے بلکہ تدبیر یہ کئے کہ اس باندی کو مسہل کی دوا پلادیئے ، اور جو دست آئے وہ سب ایک طشت میں جمع کرادیئے۔ دست آنے سے اس باندی کا رنگ و روغن جاتا رہا۔ اس کے بعد اس باندی کے ہاتھ اس مرید کے پاس کھانا بھیجے ، اس مرید کو اس باندی سے نفرت ہو گئی ، اس کی طرف توجہ تک نہ کئے ، پھر حضرت نے مہتر سے کہا وہ نجاست لائے ، وہ نجاست لائی گئی ، حضرت اس مُرید سے فرمائے ، باندی تو وہی ہے ، اس میں صرف نجاست کم ہو گئی ہے ، اب تم کو اس باندی سے محبت نہ رہی ، معلوم ہوا کہ تمہارا محبوب باندی نہیں تھی یہ نجاست تھی کم ہو گئی ہے ، کیسے افسوس کی بات ہے کہ تم محبوبِ حقیقی کو چھوڑ کر اس نجاست سے دل لگائے تھے وہ مُرید ایک چیخ مارے اور توبہ کئے۔

ایسے ہی تدبیروں سے خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔

صاحبو ! آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع دار بنانا اللہ تعالے کو منظور ہے تابع داری بار ہو رہی ہے ، اس لئے ایسے ڈھب سے آپ کو حضرت کے تابع داری کرنے کا حکم دیتا ہے تابع داری بار نہ ہو۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی مہمان آرہا ہو ، اور قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ اس مہمان کا آنا میزبان کو گراں اور بار ہے تو کہتے ہیں تم کو خبر بھی ہے کہ تمہارے پاس کون آرہا ہے ؟ تمہارے یہاں وہ شخص آرہا ہے جو تم کو ہمیشہ روپیہ بھیجتا تھا ، اور وہ بڑی شان والا ہے ، تمہارے تقدیر اچھے جو وہ آرہا ہے ورنہ وہ کیا آتا ، اور تم اس پر عاشق بھی تو ہو ، اس سے سننے والوں کو بے اختیار محبت اور تابع داری کا

شوق پیدا ہوتا ہے۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خوش خبری دیتا ہے ' اور حضرت کے ایسے اوصاف بیان فرمایا ہے جس سے بے اختیار آپ کو حضرت سے محبت پیدا ہو جائے اور آپ حضرت کے تابعدار بنیں۔

خدائے تعالیٰ کو اس کا حق حاصل تھا کہ آپ کو آپ کی رائے پر اور عقل پر چھوڑ دیتے اور پھر غلطیوں پر مواخذہ فرماتے۔

آپ کا اور ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ دنیا میں نوکروں سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے اشاروں پر چلو ' اگر کبھی نوکروں سے اس کے خلاف ہو جاتا ہے تو باز پرس کرتے ہیں کہ تم نے ہمارے اشاروں کو کیوں نہیں سمجھا۔

باوجود ایک قلیل معاوضہ کے جب ہم کو یہ حق ہے تو کیا خدائے تعالیٰ کو یہ حق نہ تھا ہم کو ہمارے عقل پر چھوڑ دیتے اور گناہوں پر مواخذہ کرتے۔

اگر ایسا کرتے تو کیسی سخت مصیبت ہوتی ' اس لئے ہماری عقل خدائے تعالے کے مرضیات و نامرضیات کو معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اللہ تعالے کا کتنا بڑا احسان ہے کہ بجائے عقل پر چھوڑنے کے تمام احکام صاف صاف بیان فرمایا ایک وقت نہیں دو دو تین تین مرتبہ بیان فرمایا۔ بیان بھی

اس طور سے نہیں فرمایا کہ کوئی پرچہ بھیج دیتے کہ اس کے پڑھنے اور سمجھنے اور عمل کرنے میں دِقّت ہوتی۔ بلکہ عجیب فطرت کے موافق طریقہ اختیار کیا۔

اپنی مرضی کے باتیں معلوم کرنے ایک ذاتِ مقدس کو نمونہ بنا کر بھیجا۔ خدائے تعالےٰ کو ہم سے کس قدر محبت ہے کہ اس نمونہ کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا۔ اے پیروی کرنے والو ! بغیر اس واسطہ کے تم سینکڑوں ٹھوکریں کھاتے ' اب آنکھ موند کر اس نمونہ کے موافق چلو ' خدا تک پہنچ جاؤ۔

انسانی طبیعت کا کہاں تک لحاظ کیا گیا ہے کہ انسان بغیر نمونہ کے کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ جانور کو کمال حاصل کرنے کے لئے نمونہ کی ضرورت نہیں ' یہی وجہ ہے کہ مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگتا ہے۔ بخلاف اس کے ایک بڑے سے بڑے تیراک کا بچہ تیراک نہ ہو گا جب تک نہ سکھایا جائے اور نمونہ نہ دکھایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کتابوں کی تعلیم سے اتنا نفع نہیں ہوتا جتنا کسی کامل کی صحبت سے ہوتا ہے۔

اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا گیا۔ بعضوں نے حضرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بعضوں نے حضرت کی سیرت کو دیکھا ۔ سیرت کا دیکھنا بھی بعینہٖ حضرت کو دیکھنا ہے۔

اس نمونہ کی موجودگی میں اب ہم کس آسانی کے ساتھ خدائے تعالےٰ کے مرضیات پر چل سکتے ہیں ' غور کیجئے کہ ہم پر خدائے تعالیٰ کی کیا عنایت اور کیا محبت

ہے۔

باوجود اس آسانی کے پھر بھی اگر کوئی کم نصیب تابع داری نہ کرے تو کس قدر سخت باز پرس ہوگی۔ حکم ہوگا ارے ظالم ہماری اتنی آسانی کی تو کچھ قدر نہ کیا اور اس نمونہ کے موافق بن کر نہ آیا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہم کسی درزی کو شیروانی کا کپڑا دیں اور نمونہ کے لئے اپنے جسم کی شیروانی بھی دیں اور کہیں کہ اس نمونہ کے موافق کاٹ اور سلائی رہے ' شیروانی تیار ہو جانے کے بعد نمونہ کے موافق نہ رہے ' اس میں فرق ہو جائے تو آپ درزی پر کس قدر خفا ہوں گے ' آپ کی خفگی پر اگر درزی کہے کہ شیروانی میں سب کچھ تو برابر ہے ' صرف چھاتا ذرا ڈھیلا ہو گیا ہے اور آستین چھوٹے ہو گئے ہیں ' آپ کہیں گے کہ ارے کمبخت تو نے تو میرا پورا کپڑا خراب کر دیا۔

غرض کہ جو برتاؤ آپ درزی سے کریں گے وہی برتاؤ خدائے تعالے سے پانے کے لئے تیار ہو جایئے اس منظر کو پیشِ نظر رکھئے کہ جب آپ خدائے تعالے کے سامنے کھڑے ہوں گے اور نمونۂ نبوی کے موافق نہ اُتریں گے۔ خیال کیجئے کہ اس وقت خدائے تعالے کس قدر غضبناک ہوگا۔

اسی لئے اللہ تعالے فرماتا ہے : -

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ’’ (پ 21 ع 3 سورۃ الاحزب)

(بالکل اس نمونہ کے جیسے بن جاؤ)

نماز ایسی ہی ہو جیسی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔

روزہ بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ حضرت کا تھا

الغرض ہر چیز اسی طرز کی ہو جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز تھی

۔

قبر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حضرت کی تصویر کو اس لئے دکھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ نمونہ ہے ‘ ذرا اپنے آپ کو اس نمونہ سے ملا کر انصاف کرو کہ کیا تم اس نمونہ کے موافق ہو ‘ بس اس پر قبر کا تصفیہ ہے اگر نمونہ کے موافق ہیں تو آرام و چین ہے اگر نمونہ کے موافق نہ اُترے تو عذاب ہی عذاب ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے نمونہ کے موافق ہو کر دکھایا ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کٹورے میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے ‘ ایک صحابی جب حضرت کے اس عمل کو دیکھے تو اس کے بعد سے خود بھی کٹورے سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھانے لگے ‘‘ وہی صحابی فرماتے ہیں اس

واقعہ کے بعد مجھے کدو سے محبت ہو گئی۔

لوگو تمہارا کدھر خیال ہے۔

لقد جاء کم (پ 11 ع 16 سورۃالتوبہ) (نمونہ تمہارے پاس آگیا)

یہ وہی نمونہ ہے اور یہ وہی نور ہے جو سب کائنات سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ عالم ارواح میں اس نور کی تربیت ہو رہی تھی 'آخر زمانہ میں اس اُمت کی خوش نصیبی سے جسم عنصری میں جلوہ گر ہو کر تمام عالم کو منور کرنے کے لئے لقد جاء کم رسول بن کر آگیا۔ صاحبو! اس رسول کی اتباع کرو۔

اس ہادی کی تابع داری آسان ہوتی ہے جس کے ہم پر احسان ہوں 'اور اس سے محبت ہو 'اور وہ عظمت اور شان والا ہو 'اس لئے اللہ تعالےٰ اب حضور کی ایسی صفتیں بیان فرماتا ہے جس سے تینوں باتیں ثابت ہوں۔

فصل 8۔

اس فصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت بیان کی جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام اور حضور کی شان و عظمت میں کیا فرق ہے 'تاکہ حضور کی اطاعت کرنے والے پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم

کی قدر و منزلت ظاہر ہو' اور اتباع کا شوق بڑھے۔

لقد جاء کم رسول '(پ 11 ع 16 سورۃالتوبہ)

عربی قاعدہ کے لحاظ سے " **الرسول** " لفظ رسول کو' الف ل کے ساتھ کہنا چاہیے تھا۔ بجائے اس کے صرف رَسُوْل بغیر الف۔ ل۔ کے ارشاد ہو رہا ہے' عربی کا یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ جس کلمہ پر الف۔ ل۔ نہ ہو تو اس کلمہ پر تنوین کے معنے اعظمت کے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لفظ **رُسُول** " پر الف۔ لام نہ لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرتا ہے۔

"**لقد جاء کم رسول** " لوگو ! تم کو کچھ خبر ہے کہ ایک عظیم الشان رسول آ گیا جس کا وجود' افضل الموجودات' جس کی روح' تمام ارواح سے مطہر جس کا قبیلہ و خاندان افضل القبائل' جس کی زبان تمام زبانوں میں بہترین زبان یعنی عربی' جس کی کتاب تمام الہیٰ کتابوں میں بہترین کتاب یعنی قرآن مجید جس کی آل بہترین آل انبیاء جس کے اصحاب بہترین اصحاب انبیاء جس کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر' جس کا روضۂ منور سب مکانوں سے بہتر' حتیٰ کہ عرش سے افضل' ایک وقت سفر میں صحابہ کو ضرورت تھی تو آپ کی انگلیوں سے پانی بہا' وہ انگلیوں کا پانی افضل سب پانیوں سے حتیٰ کہ زم زم سے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر انبیاء کی عظمت کا تقابل : -

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم الشان نبی ہیں کہ تمام پیغمبر دُنیا سے جانے کے بعد ان کے آثار ختم ہو جاتے ہیں' اور ہمارے نبی کے آثار قیامت تک باقی رہیں گے' تمام انبیاء طالبِ رضاء حق ہیں۔

وعجلت الیک رب لترضی (پ16 ع4 سورہ طٰہٰ)

موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمّت کے منتخب لوگوں کو لے کر کوہ طور کی طرف چلے' سب لوگوں کو پیچھے آتے ہوئے چھوڑ کر آپ جلد کوہ طور پر پہنچ گئے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ سب کے ساتھ کیوں نہیں آئے' جلدی آنے کی کیا وجہ ہے' موسیٰ علیہ السلام عرض کئے' اے اللہ میں جلدی اس لئے آیا ہوں تا کہ آپ میرے سے راضی ہو جائیں' اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سے راضی کریں بخلاف ہمارے نبی کے کہ اللہ تعالے چاہتا ہے کہ نبی اللہ تعالے سے راضی ہو جائے۔ اس لئے فرماتا ہے۔

ولسوف یعطک ربک فترضی " (پ30 ع1 سورۃ الضحیٰ)

اے نبی ہم آپ کو وہ وہ چیزیں دیں گے کہ آپ ہمارے سے راضی ہو جائیں ۔ تمام انبیاء خدا کی قسم کھاتے تھے' ہمارے نبی کی خدا خود قسم کھاتا ہے۔

لعمرک (اے نبی آپ کے عمر کی قسم)

نبی تو کیا اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کے متعلقات کی بھی قسم کھاتا ہے کیوں کہ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ مثلاً :

والعصر (پ 30 ع 1 سورۃ العصر)

(جس زمانہ میں آپ ہیں اس زمانہ کی قسم)

لااقسم بہذاالبلد وانت حل بہذاالبلد (پ 30 ع 1 سورۃ البلد)

میں اس شہرِ مکہ کی قسم کھاتا ہوں ، جس میں آپ تشریف رکھتے ہیں

موسیٰ وہارون علیہما السلام جیسے اوالعزم پیغمبروں کو حکم ہوتا ہے۔

"**فقولا لہ قولا لینا**" (پ 16 ع 2 سورۃ طٰہٰ)

موسیٰ وہارون ، جب تم فرعون کے پاس جائیں تو فرعون کو بہت نرمی سے سمجھانا اور یہ نبی کے کچھ ایسے اخلاق ہیں کہ : -

انک لعلی خلق عظیم (پ 29 ع 1 سورۃ القلم)

اے نبی آپ بہت وسیع اخلاق کے ہیں فرما کر

واغلظ علیہم (پ 10 ع 10 سورۃ التوبہ)

اے نبی ! اس قدر نرمی بھی کیا' کفار و منافقین پر کچھ تو سختی کیجئے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام پیغمبروں کو ان کے نام سے پکار رہے ہیں جیسے : -

یا موسیٰ یا عیسیٰ (اے موسیٰ' اے عیسیٰ)

ہمارے عظیم الشان پیغمبر کو کوئی نہ کوئی صفت سے پکار رہا ہے' جیسے : -

یا یہا المزمل (پ 29 ع 1 سورۃ المزمل)

(اے نبی وہ جو کمبل اوڑھے ہوئے ہیں)

یا یہا المدثر (پ 29 ع 1 سورۃ المدثر)

(اے وہ نبی جو چادر اوڑھے ہوئے ہیں)

یا یہاالنبی (پ 21 ع 4 سورۃ الاخراب)

(اے وہ نبی)

اگر کبھی نام لیا بھی ہے تو اس سے ایک عظمت ٹپکتی ہے : -

محمد رسول اللہ (پ 26 ع 4 سورۃ الفتح)

(محمد اللہ کے رسول ہیں)

تمام پیغمبروں کو ان کی اُمّت جب بُرا بھلا کہتی تھی تو خود ہی جواب دیتے تھے جیسے قوم نوح کہتی ہے : -

انا لنریٰک فی ضلل مبین (پ 8 ع 8 سورۃ الاعراف)

(اے نوح تم کھلی گمراہی میں ہو)

نوح علیہ السلام فرماتے ہیں : -

یقوم لیس بی ضللۃ (پ 8 ع 8 سورۃ الاعراف

(اے میری قوم میں گمراہ نہیں ہوں)

قوم ھود کہتی ہے :

انا لنرئک فی سفاہۃ (پ 8 ع 9 سورۃ الاعراف)

(اے ھود ہم سمجھتے ہیں تم بیو قوف ہو)

ھود علیہ السلام جواب دیتے ہیں : -

یقوم لیس بی سفاہۃ (پ 8 ع 9 سورۃ الاعراف)

(اے میری قوم میں بیو قوف نہیں ہوں)

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو کہتا ہے :

انی لاظنک یموسی مسحورا (پ 15 ع 12 سورہ بنی اسرائیل)

(اے موسیٰ معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے ' جب ہی تم ایسی باتیں کرتے ہو)

موسیٰ جواب دیتے ہیں :

وانی لاظنک یفرعون مثبورا (پ 15 ع 12 ع سورہ بنی اسرائیل)

(اے فرعون نہیں نہیں، میں سمجھتا ہوں تو ہلاک ہونے والا ہے جب ہی تجھ کو یہ سوجھ رہا ہے)

ہمارے عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار بے سمجھی سے کہتے ہیں :-

ماظنک الا ضلال

(یا محمد ہم سمجھتے ہیں تم گمراہی میں ہو)

حضور اس کا کچھ جواب نہیں دیتے بلکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ وہ بھی قسم کھا کر فرماتا ہے :-

والنجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم وما غوی (پ 27 ع 1 سورہ نجم)

(قسم ہے تارے کی جب وہ گرتا ہے ' کافرو تمہارے پاس جو نبی آئے ہیں نہ وہ گمراہ ہیں نہ بھٹکے ہوئے ہیں)

ایک ظالم حضرت کو مجنوں کہا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون (پ 29 ع 1 سورۃ القلم)

(نون اور قلم کی قسم اور جو لکھا جاتا ہے اس کی قسم ' کفار بولیں گے آپ ہرگز مجنون نہیں ہے)

کسی کافر نے حضرت کو شاعر و کاہن کہا تھا ' حضرت کچھ نہیں کہے ' حضرت کی طرف سے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

وما ہو بقول شاعر ولا بقول کاہن (پ 29 ع 2 سورۃ الحاقہ)

(کافرو خوب سونچو ' یہ شاعر کا قول نہیں ہے ' کاہن کا قول نہیں ہے ' یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو مُحمّد صلی اللہ علیہ وسّلم کی زبان سے ظاہر ہو رہا ہے)

ایک کافر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ساحر کہا : -

اِن ہذآ الا سحر یوثر (پ 29 ع 1 سورۃ المدثر)

(یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے)

اللہ تعالیٰ اس کافر کو اس کی دس بُری صفتوں سے جو اس میں تھے اظہار کر کے فرماتا ہے :-

کل حلاف مہین ہماز مشاء بنیم مناع للخیر مرتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم۔ (پ 29 ع 1 سورۃ القلم)

بہت قسمیں کھانیوالا ' بے وقعت ' طعنہ دینے والا ' چغلیاں لگاتا پھرنے والا ' لوگوں پر آوازیں کسنے والا ' نیک کام سے روکنے والا ' حد سے گذرنے والا گناہوں کا کرنے والا ' سخت مزاج اس کے علاوہ حرام زادہ۔

ایک ظالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخی سے جب آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو " ابترو " (یعنے مقطوع النسل یعنے کوئی ان کے بعد نام لیوا نہ رہے گا) کہا تھا تو اللہ تعالے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر دُعا کے اچھی اچھی چیزیں چن چن کر دیا ' ان اچھی اچھی چیزوں کی تفصیل یہ ہے :-

(1) جہت میں کعبہ ۔۔۔ **فول وجہک شطر المسجد الحرام** (پ 2 ع 17 سورۃ البقرہ)

(نماز میں اپنا منہ مسجد حرم کی طرف کر لیا کرو)

(2) اپنی صفات میں سے صفت عطا ۔۔۔ **یعطی عطاء لایخشی الفاقۃ**

(حضور اس کثرت سے خیرات اور عطائیں دیتے ہیں کہ خود کے لیے فاقہ اور محتاجی کا کوئی خوف نہیں رکھتے ہیں)

(3) عبادت میں جہاد ۔۔۔ **جاہد الکفار** (پ 10 ع 1 سورۃ التوبہ)

(جہاد کرو کافروں سے)

(4) مقامات میں مقامِ محمود ۔۔۔ **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا**

(پ 15 ع 9 سورہ بنی اسرائیل) (قیامت کے دن ضرور آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود عطا کرے گا)

جہاں آپ کھڑے رہ کر اللہ تعالے کی ایسی تعریف کریں گے نہ کوئی انسان کیا اور نہ آپ کبھی کیئے ، جس کے صلہ میں آپ کو شفاعتِ کبریٰ کی اجازت دی

جائے گی۔

(5) ناموں میں نامِ محمّد۔۔۔ **وما محمد الا رسول** ” (پ 4 ع 15 سورہ ال عمران)

(6) احوال میں سے حالتِ عشق۔۔۔ یحبہم و یحبونہ ٗ (پ 6 ع 8 سورۃ المائدہ)

(اللہ ان سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)

(7) دنوں میں سے۔۔۔۔۔۔ جمعہ کا دن

(8) شب میں سے۔۔۔۔۔۔ شبِ قدر

(9) بلد (شہروں) میں سے۔۔۔ مکہ مکرمہ

(10) مہینوں میں سے۔۔۔ ماہِ رمضان

(11) از پیراں۔۔۔۔۔۔ بوڑھے جان نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ کو دیا۔

(12) از کہوں۔۔۔۔۔۔ ادھیڑ جان نثاروں میں حضرت عمرؓ

(13) ازاغنیاء۔۔۔۔۔۔ غنی جان نثاروں میں حضرت عثمانؓ کو دیا۔

(14) ازفتیٰ۔۔۔۔۔۔ جان نثارجوانوں میں حضرت علیؓ کو دیا۔

(15) ازبنات۔۔۔۔۔۔ صاحبزادیوں میں فاطمہؓ جیسی صاحبزادی

(16) ازذریات۔۔۔۔۔۔ ذریات میں حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ جیسی پاک ذریت دیا۔

(17) کتاب۔۔۔۔۔۔ کتابوں میں قرآن دیا جو آسمانی کتابوں میں اس کی نظیر نہیں۔

(18) ازمِلل۔۔۔۔۔۔ دینوں میں جو بہتر ہے دینِ اسلام وہ دیا

(19) ازکوہ۔۔۔۔۔۔ پہاڑوں میں سے معظم و محترم صفاہ و مروہ دیا۔

(20) ازمکانہا۔۔۔۔۔۔ مکانوں میں مسجدیں دیا جو نہایت متبرک ہیں۔

(21) ازصفات۔۔۔۔۔۔ انسان کی بہت سی صفتیں ہیں۔ سب صفتوں میں چن کر تقویٰ کی صفت دیا۔

(22) ازگلستاں ۔۔۔۔۔۔ باغوں میں سے بہترین باغ جو جنت ہے دیا
۔

(23) علوَیات۔۔۔۔۔۔علویات میں سے قابِ قوسین دیا۔

(24) سِفلیات۔۔۔۔۔۔سفلیات میں حرم دیا۔

(25) ازنساء۔۔۔۔۔۔ عورتوں میں سے بہتریں عورتیں حضرت عائشہ اور
حضرت خدیجہ دیا جن کی کوئی نظیر نہیں۔

(26) ازاِخوان۔۔۔۔۔۔یوں توسب کے دوست ہوتے ہیں بہترین
دوست صحابہ آپ کو دیا۔

(27) ازغذا۔۔۔۔۔۔ غذاؤں میں بہترین غذا دودھ دیا۔

(28) ازخواب۔۔۔۔۔۔خواب توسب کوپڑتے ہیں آپ کورویائے صالحہ
دیا۔

(29) ازاَنہار (نہریں) نہروں میں سے جنت کی نہریں دیا۔

(30) ازاعمال۔۔۔۔۔۔اعمال میں سے بہترین عمل نماز دیا۔

(31) ازذکر ۔۔۔۔۔۔خدا کا ذکر کئی طرح سے ہوتا ہے ' سب ذکروں میں بہترین ذکر لاالہ الااللہ دیا۔

(32) ازبنی آدم۔۔۔۔۔۔بنی آدم میں بہت سے اُمتیں ہوئیں یہ خیر الامم بہترین اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔

اللہ تعالے نے حضرت کو سب اچھی چیزیں چن کر دیا تو تعجب نہیں ' کیوں کہ پیارے کو دیا ہی کرتے ہیں ' سب چیزیں حضرت کو دے کر حضرت جیسے اللہ کے محبوب نبی ہم جیسوں کو دیا جو اس نعمت کے قابل نہ تھے تعجب تو اس کا ہے ۔

لقد من اللہ علی الموئمنین اذ بعت فیہم رسولا من انفسہم (پ4ع17 سورہ ال عمران)

(اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ہمارے ہی میں سے ایک حضرت کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجے

لقد جاء کم رسول " (وہ عظیم الشان نبی آگیا)

انکی عظمت کیا بیان کروں۔

ایک روز چند صحابہ جمع تھے آپس میں کہنے لگے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو صفی بنایا، حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت موسیٰ کو کلیم حضرت عیسیٰ کو کلمہ اور روح اللہ ۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے باہر تشریف لائے اور فرمائے، بے شک آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں " **ولا فخر** " یہ کوئی فخر کی بات نہیں، نہ فخر سے کہہ رہا ہوں ایک واقعی بات ہے، جس کو سنا رہا ہوں۔

صفی اللہ کے ساتھ " عصی اٰدم " (آدم نافرمانی کئے) کا بھی ذکر فرمایا اور حضرت ابراہیم کی خلت کے ساتھ "**والذی اطمع ان یغفرلی** " (پ 19 ع 5 سورۃ الشعراء)

(میں اُمید کرتا ہوں کے خدا میری مغفرت فرمائے) بھی ہے موسیٰ کے کلیم اللہ ہونے کے ساتھ یہ معذرت "**رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی** " (پ 20 ع 2 سورۃ القصص) (اے میرے رب میں نے گناہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا آپ میری مغفرت فرمایئے) بھی ہے، حضرت عیسیٰ کے روح اللہ ہونے کے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ قیامت میں ان سے پوچھا جائے گا" **ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ** " (پ 7 ع 16 سورۃ المائدۃ) (کیوں عیسیٰ کیا

تم اپنی امت کو یہ کہے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے کو اپنی ماں کو معبود بناؤ)

حضرت عیسیٰ کانپ جائیں گے، عرض کریں گے اے میرے معبود اگر میں کہا ہوں تو آپ خوب جانتے ہیں اور میں ایسا کیسے کہہ سکتا ہوں، آپ خوب جانتے ہیں میری اندرونی حالت کو میں آپ کی اندرونی حالت کو نہیں جان سکتا، یہ آپ کے بندے ہیں اگر آپ ان کو بخش دیں تو آپ کی مہربانی ہے، اگر آپ عذاب دیں تو یہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہوگا یہ سب باتیں رہنے دو، یہ قیامت کا دن ہے جو سچے ہیں آج سچائی ان کو نفع دینے والی ہے

بخلاف ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو جو محبت ہے اس کے اظہار کے لئے حبیب اللہ آپ کو فرما کر اور مراتب دینے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ **عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا** (پ 15 ع 9، سورہ بنی اسرائیل) مقام محمود دیں گے جو کسی پیغمبر کو نہیں دیئے۔

لوگو! ایسا عظیم الشان پیغمبر تمہارے پاس آگیا، کیسا عظیم الشان رسول ہے۔ سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں " **رب اغفرلی وہب لی ملکالاینبغی لاحد من بعدی** (اے اللہ مجھے ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو ویسی سلطنت نہ دے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو جہان پیش کی جاتی ہے۔ **مازاغ البصر وماطغی** (پ 27 ع 1 سورۃ النجم) مگر آپ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، اس کے صلہ میں **لقد رای من ایت ربہ الکبری** (پ 27 ع 1 سورۃ النجم)

فرما کر دیدار الہیٰ سے سرفراز فرمایا۔

ایسا عظیم الشان رسول آگیا کہ :

رضوان جن کے امت کے باغوں کا داروغہ ہے۔ دوزخ جن کے دشمنوں کا قید خانہ ہے' حضرت عیسیٰؑ ان کے آنے کی خوشخبری سنانے کیلیئے **یاتی من بعدی اسمہ احمد** (پ27 ع1 سورۃ الصّف) میرے بعد ایک پیغمبر آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہے' کا اعلان کرنے والے ہیں' جبرئیل انکے قاصد' میکائل ان کا چار جامہ اٹھانے والے' قلم ان کی مدح لکھنے والا' عرش ان کا مہمان خانہ ہے۔

اس رسول کی عظمت کا اندازہ کرنے کیلیئے ذرا ہر ایک پیغمبر کی معراج پر نظر ڈالیئے۔

کسی رسول کی معراج عناصر اربعہ سے آگے نہ بڑھ سکی' مثلاً کسی پیغمبر کی معراج مٹی کیطرف ہوئی تو کسی کی ہوا کی طرف' کسی کی پانی کی طرف ہوئی' کسی کی آگ کی طرف۔

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی معراج مٹی یعنے زمین کی طرف ہوئی۔ حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کی معراج پانی کی طرف' حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی معراج ہوا کی طرف' حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج عالم فلک اور ملکوت سے گزر کر عرش سے اوپر لامکاں پر ہوئی

یا محمدؐ نہیں کونین میں ثانی تیرا

تو جو ایسا ہے خالق تیرا کیسا ہوگا

وہ تو موسیٰؑ ہوئے دیدار کو جس نے چاہا

جس نے دیکھا اسے بتلاؤ وہ کیسا ہوگا

او جمال جہاں آرا محمدی کے طالبو! او وصالِ احمدی کے طلب کرنے والو! تم کیا جانو عظمت کو، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، ذرا جبرئیلؑ سے پوچھو، ذرا میکائیل سے دریافت کرو، شمع محمدی کے وہ کیسے پروانے تھے۔

ایک روز جبرئیل علیہ السلام عاشقانہ طرز پر کبھی ہاتھ چومتے اور کبھی چادر مبارک پر منہ ملتے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے جبرئیل! یہ کیا حالت ہے۔ جبرئیل عرض کئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میکائل سے پوچھئے۔ میکائل علیہ السلام

عرض کئے یارسول اللہ ! اگر کبھی آپ کے پاس آنے کے لئے کوئی حکم نہیں ملتا ہے ہم بے تاب ہو جاتے ہیں' آج ہزارہا بار دعا کرتے گزری' ہماری اس عاجزانہ دعا پر فرشتہ حیرت سے پوچھتے تھے کہ جبرئیل و میکائل ! اتنی بے قراری کیوں ہے' ہم جواب دیئے جمال محمدی دیکھے بغیر چین نہیں آتا کیا کریں' چونکہ بہت دعاؤں کے بعد آپ کا دیدار نصیب ہوا۔اس لئے یہ حالت ہے۔

صاحبو! ہم کو تعلق اس عظیم الشان رسول سے بے مانگے ہو گیا ہے اس لئے ہم کو کچھ قدر نہیں' اگر کچھ رقم خرچ کرنی پڑتی' یا کم سے کم مڈل پاس کرنا پڑتا' یا مولوی ہونے کی شرط ہوتی تو جب قدر ہوتی' اب تو مفت میں لاالہ الااللہ پڑھ لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش میں پہنچ گئے جو چیز سستی ملتی ہے' اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔

ہر کہ ارزاں خرد ارزاں دہد

گوہرے طفلے بقرص نان دہد

جو سستا خریدتا ہے وہ سستا دیتا ہے
جواہرات کو بچہ ایک روٹی کے بدلے دیدیتا ہے

آپ اگر کہیں کہ ہمارے دل میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے میں پوچھتا ہوں پھر آپ میں عظمت کے آثار کیوں نہیں' حاکموں کی عظمت ہے

اس لئے ان کے قانون کی قدر ہے' اگر حضرت کی عظمت ہے تو حضرت کے احکام کی کیوں بے قدری ہے۔

کل اگر خدا تعالے پوچھے ہم نے تم کو اتنی بڑی دولت مفت دی تھی مگر تم نے اس کی قدر نہ کی ہائے ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔

ہائے ہم کس عظیم الشان رسول کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں' آپ کو تو معلوم ہے کہ ابلیس کیسا عابد تھا' ایسا نورانی اور فرشتہ کے جیسا ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں دیو ظلمانی ہو گیا **ابی واستکبر وکان من الکفرین** (پ 1 ع 4 سورۃ البقرۃ) (سجدہ کرنے سے انکار کیا' اور تکبر کیا اس لئے کافروں میں سے ہو گیا) ہمارے حضرت کے زمانہ میں دیو ظلمانی فرشتہ نورانی بن گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **اسلم شیطانی علی یدی** (میرا شیطان میرے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا) کیسا عظیم الشان نبی ہے۔

آدم علیہ السلام کے وقت میں قالبِ خاکی' قلب پر غالب تھا' اسلئے **اہبطوا منہا** (پ 1 ع 4 سورہ البقرۃ) (اترا جنت سے) حکم ہوا' حضرت آدم' عالم پاک سے ملکِ خاک میں آئے۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قلب' قالب پر غالب تھا اس لئے آپ معراج میں عالم خاک سے عالم پاک کی طرف تشریف لئے گئے" **دنا فتدلی۔ فکان قاب قوسین اوادنی** (پ 27 ع 1 سورۃ النجم) قریب ہوئے

بالکل قریب ہوئے دوکمان کے مقدار فاصلہ رہ گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج جو آگ میں ہو رہی تھی اور آپ آگ کی طرف گرائے جارہے تھے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام کے اطراف پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ **ہل لک حاجۃ**

کیا آپ کو مجھ سے مدد لینا ہے تو فرمایئے میں مدد کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام کو جواب دیئے جبرئیل میرے اللہ کو میری سب خبر ہے۔ وہ چاہے گا تو مجھ کو بچالے گا' تم سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج میں حضرت جبرئیلؑ سدرۃالمنتہیٰ تک تو ساتھ تھے' جب صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃالمنتہیٰ سے آگے تشریف لے جانے لگے تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام عرض کیئے یارسول اللہ اب آپ آگے جایئے قرب کے مقامات طئے کیجیئے میں یہاں سے ایک انگل آگے نہیں بڑھ سکتا۔

ولو دنوت انملۃ لاحترقت

(اگر میں ایک انگل برابر آگے بڑھوں تو تجلیات الٰہی مجھ کو جلادیں گے)

اے نبی یہ آپ ہی کا حق ہے' آپ آگے تشریف لے جایئے۔

اگریک سر موئے.برتر پرم

فرغِ تجلّی بسوزِد پرم

اگرایک بال.برابر بھی میں آگے اڑوں
توتجلیات میرے پر کو جلادیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ :

ولاتخزنی یوم یبعثون (پ19 ع5 سورۃالشعراء)

(اے اللہ جب قیامت میں سب کو اٹھائیں گے آپ وہاں مجھ کو رسوانہ کرنا) بے مانگے اللہ تعالیٰ حضرت کو فرماتا ہے :

لایخزی اللہ النبی (پ28 ع2 سورۃالتحریم)

(اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رسوانہیں کرے گا)

ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

انی ذاہب الی ربی (پ 23 ع 3 سورۃ الصفت)

(جب ابراہیم کے والد نے ابراہیم سے کہا کہ تو بتوں کو بہت برا بولتا ہے، میرے پاس سے چلا جا) تو حضرت ابراہیم فرماتے ہیں اچھا میں میرے اللہ کی طرف جاتا ہوں، وہی مجھے ہدایت پر رکھے گا اور موسی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ولما جاء موسی لمیقاتنا (پ 9 ع 17 سورۃ الاعراف)

(جب موسی ہماری میقات کی طرف آئے ان دو آیتوں میں ان دونوں پیغمبروں کا اللہ کی طرف آنا معلوم ہوتا ہے۔

بخلاف ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ارشاد ہوتا ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہ (پ 15 ع 1 سورہ بنی اسرائیل)

(پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو معراج کے لئے لے گیا) اس سے حضور کو اللہ تعالیٰ کا خود لے جانا معلوم ہوتا ہے۔

ان آیتوں پر آپ غور کیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا گیا "**ولما جاء موسی لمیقاتنا** اور بخلاف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بجائے نام لینے کے عزت کے ساتھ آپ کی صفت "**بعبدہ**" کہہ کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ ہم

اپنے بندے کو معراج کے لئے لے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہے :

واجعل لی لسان صدق (پ 19 ع 5 سورہ الشعراء)

(الٰہیٰ اپنے بندوں کو ایسا بنا کہ وہ میری تعریف کریں)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ورفعنا لک ذکرک (پ 30 ع 1 سورۃ الانشراح)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے بغیر اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف ہر جگہ کروا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سارے جہاں میں اللہ تعالیٰ کو چن لئے۔

فانہم عدو لی الا رب العالمین (پ 19 ع 5 سورہ الشعراء)

سارے الہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے کہ وہ میرا دوست ہے

(

دو جہاں میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔

لولاک لما خلقت الکونین

(اے نبی آپ نہ ہوتے تو میں دو جہاں پیدا نہ کرتا)

موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر معراج ہو رہا ہے تو چالیس دن روزہ رکھا کر روٹی پانی چھڑا کر بلاتے ہیں اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوا ہے تو حضور بچھونے پر آرام فرما رہے تھے، حضرت جبرئیلؑ آکر جگا کر سوتے بچھونے سے معراج کے لئے جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام "**رب ارنی**" (پ9ع17 سورۃ الاعراف) (اے میرے رب مجھے آپ دکھ جایئے میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں) فرماتے ہیں تو جواب ملتا ہے "**لن ترانی**" (پ9ع17 سورۃ الاعراف) (موسیٰ تم مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے)

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو "**مازاغ البصر وماطغی**" (پ27ع1 سورۃ النجم) جب کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر بھی

نہیں دیکھے تو حکم ہوتا ہے۔ :

الم ترا الی ربک (کیاآپ اپنے پروردگار کو دیکھتے نہیں)

لقد جاء کم رسول (ایسا عظمت والا نبی آپ کے پاس آگیا)

ایک چھوٹی سی بات مگر بہت سوچنے اور غور کرنے کے قابل ہے۔آدم علیہ السلام جنت سے کیسے نکلے ' گیہوں کھائے ' جنت چھوٹی ' باہر آئے۔

خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تزکیہم (پ 11 ع 13 سورۃ التوبہ)

(یا نبی ! مسلمانوں کے مال سے فطرہ دیجئے اس سے انکا مال پاک ہوگا اور ستھرا ہوگا) صدقہ فطر کے گیہوں کوئی کھاتا ہے اور کوئی کھلاتا ہے ' باوجود اس کے پاک وصاف ہو کر جنت میں جاتے ہیں۔

وہی گیہوں آدم کے وقت جنت سے نکالا تھا وہی گیہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جنت میں لے جاتا ہے۔

اللہ رے شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ' وہاں ابلیس کا واسطہ ہے یہاں حضور کی برکت ہے وہاں خود کھاتے ہیں جنت سے نکالے جاتے ہیں یہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھلاتے ہیں اس لئے کھا پی کر جنت میں جاتے ہیں '

کیوں نہ ہو آدم جنت سے نکلے ہیں اور جنت حضور کے نور سے نکلی ہے۔

دوستو! جس کو جنابت کی حاجت ہو وہ مسجد میں نہیں آسکتا' ساری دنیا نجس ہوئی تھی اس لئے بیت المعمور کو یہاں سے اٹھالیا گیا' حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ساری دنیا کو غسل دیا گیا' پھر بھی زمین پاک نہیں ہوئی' عیسیٰ علیہ السلام تک مسجدوں کے سوا زمین کے کسی حصہ میں نماز نہیں ہوسکتی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین پر قدم رکھتے ہی ساری زمین پاک ہوگئی۔

جعلت لی الارض مسجدا

(ساری زمین ہمارے لئے مسجد بنادی گئی جہاں چاہو نماز پڑھو)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک جہاں سب سے پہلے گرے وہ حصہ زمین سارے عالم کا قبلہ بن گیا' تمام زمین کے پاک ہونے کی کچھ حد بھی ہے خود زمین پاک ہی نہیں ہوئی بلکہ پانی کی طرح پاک کرنے والی بھی تو ہوئی۔

فلم تجدواماء فتیمموا صعیدا طیبا (پ 6 ع 2 سورۃ المائدۃ)

(پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمّم کرلو)

یہی تارے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں چور اور رہزن تھے۔

فلما جن علیہ اللیل را کو کبا قال ہذا ربی (پ 7 ع 9 سورۃ الانعام)

(جب رات اندھیری ہو گئی تو حضرت ابراہیمؑ تارے کو دیکھے اور کہے یہ نورانی مخلوق میرا رب یہی ہے۔ جب تارا ڈوب گیا تو فرمائے رب کو بھی کہیں زوال ہوتا ہے ؟ یہ میرا رب نہیں ہے۔

وہی تارے حضور کے وقت پاسباں ہو گئے۔

فوجد ناہا ملئت حرسا شیدا و شہبا (پ 29 ع 1 سورۃ الجن)

(پایا ہم نے تاروں کو نگہبانی کرنے والے) اور راستہ دکھانے والے بھی ہو گئے۔

و بالنجم ہم یہتدون (پ 14 ع 2 سورۃ النحل)

(تاروں سے لوگ راستہ دیکھتے ہیں) پاسبان ہی نہ ہوئے بلکہ خادم بنے ہوئے عبادت کرا رہے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ' کے لئے آفتاب طلوع سے رک گیا تا کہ ثوابِ جماعت فوت نہ ہو۔

ایک دوسرے خادم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ؑ کی نماز عصر وقت پر ادا ہونے کے لئے غروب ہو کر پھر نکل آیا تاکہ نماز عصر ادا کریں۔

لقد جاءکم رسول ؑ (یہ شان والا نبی آگیا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لوگو ! ہم نے ایسی مبارک ذات کو جو ایسا عظیم الشان ہے رسول بنا کر بھیجا ؑ اب تم کو ان کی اطاعت بار نہیں ہونا چاہیئے۔اب تو ایسے نبی کی تابعداری سہل ہونا چاہیئے

فصل 9۔

اتباع اور پیروی کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم جنس ہو ؑ جن اور فرشتہ کو انسان کے غیر جنس ہونے کی وجہ سے پیغمبر نہ بنانا ؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے ہم جنس ہونے کی وجہ پیغمبر بنانے اور اس کے فوائد کی تفصیلی بحث اس فصل میں کی جارہی ہے۔

خدائے تعالیٰ کی رحمت پر رحمت اور نعمت پر نعمت تو دیکھئے کہ اپنے مرضیات پر چلنے کے لئے ایک دستور العمل یعنی قرآن شریف دیا۔اس کے پڑھنے اور سمجھنے اور عمل کرنے میں دقت ہوتی تھی ؑ اس لئے قرآن کی زندہ تصویر ؑ اپنے مرضیات کا نمونہ بنا کر ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا ؑ آنکھ مونچ کر اس نمونہ کے موافق چلو۔

اگر چلو گے تو قرآن پر بھی عمل ہوتا ہے اور خدا کے حسب مرضی بھی ہو جاتے ہیں' وہ نمونہ کوئی معمولی نمونہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان ذات مقدس کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ اس رسول کی اطاعت آسان ہو جائے۔

اب رہا یہ کہ بجائے انسان کو رسول و نمونہ بنانے کے کسی فرشتہ یا جن کو نمونہ بنا کر کیوں نہ بھیجا۔ اچھا فرشتہ اور جن کو ہی لے لیجئے اور سوچئے کہ اگر فرشتہ یا جن نمونہ بن کر آتا تو زیادہ فائدہ تھا' یا اب انسان نمونہ بن کر آنے سے زیادہ فائدہ ہو رہا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کو انست اس چیز سے زیادہ ہوتی ہے جس چیز سے کچھ مناسبت ہو' جس چیز سے مناسبت زیادہ ہو گی' اس سے انست بھی زیادہ ہو گی اور جس قدر مناسبت کم ہو گی اسی قدر اس سے وحشت بڑھے گی۔

اسی واسطے غیر جنس تو کیا بلکہ جنس میں بچوں کو بڑوں سے اور جوانوں کو بڈھوں سے اور مالداروں کو غریبوں سے نہ مناسبت ہوتی ہے اور نہ میلان ہوتا ہے ' انسان سے انسان کو جتنا میلان ہوتا ہے' جانوروں سے نہیں ہوتا۔

آپ ہی بتایئے اگر رسول کوئی جن یا فرشتہ بن کر آتا تو مناسبت تو در کجا وحشت ہوتی' پھر ہم اس سے کیسے فائدہ اٹھا سکتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اسی لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انست و محبت ہو اور ہم حضرت سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

ہم کو ذرا برابر بھی وحشت نہ ہونے کے لئے حضرت کی کوئی حالت معمول کے خلاف نہیں بنایا۔ اگر کسی حالت میں ذرا بھی خلاف ہوتا تو مناسبت کم ہوتی' مناسبت کم ہونے سے انست بھی کم ہوتی ہے۔ چناچہ آپ کی پیدائش کوئی نئی طرز سے نہیں ہوئی۔ آپ کی بیوی بچے تھے اور کھانا پینا اور سونا غرض آپ کے تمام احوال ہمارے جیسے تھے تا کہ آپ میں اور ہم میں پوری مناسبت رہے۔

خدائے تعالیٰ کا ہم پر یہ کتنا احسان ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم انسانوں میں سے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ تم کو ان سے انست و مناسبت رہے اور محبت پیدا ہو اور تابعداری کرنا آسان ہو۔

اگر کوئی فرشتہ رسول بن کر آتا تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا کیونکہ فرشتہ کو نہ کھانے کی ضرورت نہ پہننے کی حاجت اور نہ اس کو بیوی بچوں سے زندگی کرنا ہے۔ ان چیزوں کے احکام میں وہ یہ کرتا کہ ہم کو پڑھ کر سنا دیتا۔ یہ کام تو صرف کتاب بھیجنے سے بھی نکل سکتا تھا کہ ایک کتاب ہمارے پاس آ جاتی' اس میں سب احکام لکھے ہوتے اس کو پڑھ لیتے اور اس پر عمل کر لیتے' فرشتہ نبی بننے سے اس سے زیادہ کوئی بات نہ پیدا ہوتی جو کتاب سے ہو سکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ **من انفسکم** تمہارے ہی جنس میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا۔

وہ پیغمبر ایسے ہیں کے ہماری طرح کھاتے اور پیتے ہیں' بیویاں اور دوسرے تعلقات بھی رکھتے ہیں اور تمدن و معاشرت کی عادت رکھتے ہیں' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کتاب بھیجا کہ وہ خود اپنے ذات سے معاشرت کے ہر مسئلہ پر عمل کر کے دکھلائیں تاکہ ہم کو عمل کرنے میں سہولت اور آسانی ہو' اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق (پ 18 ع 2 سورۃ الفرقان)

آپ کے پہلے پیغمبروں کو جو ہم بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے تھے' اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

فرشتہ کیا کرتا' ہمارے حضرت کے کمالات فرشتوں سے کئی درجہ بڑھ کر ہیں جبرئیل اور میکائیل جیسے فرشتے قرب الہیٰ میں پیچھے رہ جائیں' ہمارے حضرت وہاں پہنچ جائیں جہاں کوئی فرشتہ نہ جاسکے۔

فرشتوں میں کیا رکھا ہے ایسے مقدس ذات کو انسان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جو تمام افعال انسانی کا نمونہ بن سکتے ہیں' خدا تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے اس

لئے فرماتا ہے ' **من انفسکم** ' تمہارے ہی جنس میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا۔

دیکھ لیجئے دینوی تعلقات کی جتنی باتیں انسان کو پیش آتی ہیں ' وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں ' حضرت نے خود بیویاں رکھیں۔ اپنی اولاد کا نکاح کیا اور حضرت کے پاس غم کے واقعات بھی ہوئے کہ صاحبزادوں کا انتقال ہوا ' آپ کی چہیتی بیوی حضرت خدیجہ انتقال کر گئیں ' شکست ہوئی ' فتح ہوئی ' شادی ہوئی ' اولاد کی شادی کیئے۔ غرض جو حالات ہم کو پیش آتے ہیں وہ سب حضرت کو پیش آئے ' فرشتہ بے چارہ کو ان حالات کی کیا خبر ہوتی وہ کیسے نمونہ بنتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' **من انفسکم** '' (تمہارے ہی جنس میں پیغمبر بنا کر بھیجا)

ایک مثال پر غور کیجئے کہ ایک شخص بھوک سے مر رہا ہے فرشتہ کو کیا معلوم کہ بھوک کیا بلا ہے اور بھوک میں کیا تکلیف ہوتی ہے انسان کو بھوک کی حقیقت معلوم ہے۔ وہ بھوک کی تکلیف کا اندازہ کر سکتا ہے

اس لئے بھوک سے مرنے والے کی نسبت ' انسان رسول نے کہا مجھ کو معلوم ہے کہ بھوک کیا چیز ہے اور اس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔ اس سخت تکلیف کے پیش نظر اجازت دیتا ہوں کہ ایسے وقت مردار کھالیا کرو۔

سفر کی حالت کا اندازہ فرشتہ کیا کر سکتا ہے ' اس کو کیا معلوم کہ سفر میں کیا کیا مشقتیں ہوتی ہیں اور کیسا وقت کم ملتا ہے یہ انسان ہی کو معلوم ہے اس لئے حکم دیتے ہیں کہ بھائی کسی حال میں خدا کو بھولنا تو اچھا نہیں ' سفر میں چار رکعت کے

بجائے دو ہی پڑھ لو۔ سنت اور نفل کے لئے اگر موقع نہ ملے تو نہ سہی نہ پڑھو کیا آپ پر ایسی آسانی فرشتہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ انسان رسول کو بھیجنا ہمارا احسان ہے " **من انفسکم** " (تمہارے ہی جنس میں سے ہے) جو تمہارے سارے ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

آپ کو شبہ ہو رہا ہو گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے کیسے رسول ہو سکتے ہیں اور ان کی کیسی ہدایت کر سکتے ہیں۔

اس کو یوں سمجھئے کہ جن میں جو باتیں ہیں وہ سب باتیں انسان میں ہیں، اور انسان میں جو باتیں ہیں وہ جن میں نہیں، اس لئے انسان تو جن کی ہدایت کر سکتا ہے البتہ جن انسان کی ہدایت نہیں کر سکتا، کھانے پینے عورت اور بچے وغیرہ میں جن انسان کے ساتھ شریک ہیں لیکن انسان سے جن کو وحشت نہیں ہیں، جن سے انسان کو وحشت ہے، قوی ہیکل ڈراؤنی صورت، سامنے کھڑے ہو جائے تو کدھر کا فائدہ کہاں کے دریافت مسائل، ہوش ہی کس کے ٹھکانے رہتے۔ فرشتہ یا جن سے اگر معجزات صادر ہوتے تو آپ یہ کہتے کہ یہ تو ان کا کام ہی ہے جو کئے ہیں وہ نئی بات کیا ہوئی اس لحاظ سے معجزے بیکار تھے۔

ہاں انسان اگر معجزہ دکھائے تو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من انفسکم** (تمہارے ہی جنس میں پیغمبر بنا کر بھیجا)

فرشتے اگر نبی بن کر آتے تو تم کتنی ہی عبادت کرتے مگر وہ عبادت ان کی نگاہوں میں بھرتی ہی نہ تھی' انسان نبی بن کر آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ تم ذرا حد سے زیادہ عبادت کرتے تو وہ نبی بے چین ہو جاتے ہیں' جیسے ماں سے اپنے بچے کی مشقت دیکھی نہیں جاتی' ایسا ہی اس نبی مکرم سے تمہاری مشقت دیکھی نہیں جاتی ' تمہارے مصلحت سے روزے کا حکم دیتے ہیں' مگر یہ خیال کر کے میرے امتی تمام دن بھوکے اور پیاسے رہیں گے اس لئے یہ بھی حکم دیتے ہیں کہ میرے امتیو' آخری وقت سحر کیا کرو اور جلدی افطار کر لو۔

بعض صحابہ جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل تھے' یہ ارادہ کئے کہ گوشت چھوڑ دیں' عورتوں سے علحدہ ہو جائیں یا خصی ہو جائیں اور جنگل میں نکل جائیں' تمام رات جاگیں اور ہر دن روزہ رکھا کریں غرض اسی قسم کے منصوبوں کی مجلس ہوئی' اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی' حضور بڑی بے چینی سے مقام مجلس پر تشریف لائے یہ انتظار نہیں کئے کہ وہ مجلس والے جب میرے پاس آجائیں گے میں ان کو سمجھاؤں گا بلکہ خود مجلس میں پہنچ گئے' یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی فرشتہ نبی ہوتا تو خوش ہوتا کہ میری تعلیم نے اثر کیا' میرے جیسے فرشتے بننا چاہتے ہیں۔اس فرشتے کو انسانی جذبات کیا معلوم' یہ انسان رسول ہے اسلئے بیتاب ہو کر مجلس میں چلا آتا ہے۔

جب آپ اہل مجلس سے ملتے ہیں تو فرماتے ہے لوگو! میں نمونہ بن کر آیا ہوں' تم کیا خیال کر لئے ہو' مجھ کو دیکھو میں کھاتا ہوں' سوتا بھی ہوں' بیوی ہیں اور بچے بھی ہیں آنکھ کا اور بیوی کا تمہارے نفس کا تم پر حق ہے کھاؤ بھی اور

روزہ بھی رکھو، سوؤ بھی اور جاگو بھی، کیا فرشتہ آپ کو ایسی تعلیم دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ فرشتہ کو کیا معلوم کہ نفس کیا بلا ہے، انسان کے پیغمبر سمجھ سکتے ہیں کہ نفس ایسا ہے، اس کی ضرورتیں پوری کرنا ضروری ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من انفسکم** (تمہارے ہی جنس میں پیغمبر بنا کر بھیجا) اگر تم گناہ کرتے تو فرشتوں سے وہ گناہ دیکھا نہ جاتا وہ تمہارا کوئی عزر نہ سنتے خدا جانے کیا سے کیا کر دیتے۔ یہ انسان نبی ہی ہے کہ گناہ سے متعلق سن کر کس تدبیر سے گناہ ترک کراتا ہے۔

حکایت : -

ایک نوجوان آکر پوچھتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جی حرام کرنا چاہتا ہے، فرشتہ کو تاب نہ ہوتی، جن کو آگ کی مخلوق انکے غصہ کی کچھ حد نہ رہتی، ہائے یہ انسان نبی ہے، نزدیک بلا کر محبت سے پوچھتے ہیں اے میرے پیارے امتی ! اگر کوئی تیری ماں سے حرام کرے تو تجھ پر کیا گزرے گی تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت برا معلوم ہو گا پھر ارشاد ہوا اگر کوئی تیری بہن یا تیری بیٹی یا تیری بیوی سے زنا کرے تو تجھ پر کیا گزرے گی۔ اس جوان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت برا معلوم ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ایسا ہی تو جس سے بھی زنا کرے گا وہ بھی کسی کی بیٹی کسی کی بہن، کسی کی ماں، کسی کی جورو ہو گی، وہ نوجوان زنا کے خیال سے تائب ہو گیا۔

انسان نبی کی شفقت کے مضمون کی دلیل کے لئے اوپر جو مختصراً زنا سے توبہ کرانے کا مضمون مجملاً آیا ہے اب اس مضمون کو ایک صحابیؓ کے حکایت کے ضمن میں تفصیل سے ملاحظہ فرمایئے۔

ایسا ہی ماعز کا قصہ ہے کہ وہ زنا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر اقرار کر لئے حضرت کو تو انسانی جذبات کا حال معلوم ہی ہے اس خیال سے کہ اگر آئندہ کے لئے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیگا منہ پھیر لئے وہ دوسری طرف آ ئے اسی طرح چار مرتبہ ہوا کہ حضور منہ پھیر لئے اور اس طرف آجاتے جب انہوں نے اپنے گناہ کے اقرار پر اصرار کر لیا تو بلا اخر انہیں سزا دی گئی۔ انکا خون کسی صحابی پر گرا وہ صحابی ماعز کو برا کہے' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ان کو برا نہ کہو وہ ایسی توبہ کئے ہیں کہ اگر ان کی توبہ تمام شہر کے لوگوں پر بانٹ دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے گی۔

سچ کہو صاحبو ! گنہگار کو ایسا دلاسا کوئی جن یا فرشتے دے سکتا تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من انفسکم** (تمہارے ہی جنس میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا)

ایک شخص صغیرہ گناہ کر کے آیا اور عرض کیا کیا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گناہ کیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس کے بعد ہی نماز شروع ہوئی وہ شخص نماز میں حضور کے ساتھ شریک ہو گیا۔ ارشاد ہوا کہاں ہے وہ شخص سن لے۔

ان الحسنت یذہبن السیئات (پ 12 ع 1 سورہ ھود)

(نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں)

کیا ہے کوئی فرشتہ یا جن ایسا دل بڑھا کر کام لینے والا' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **من انفسکم** (تمہارے ہی جنس میں پیغمبر بنا کر بھیجا)

خدائے تعالیٰ کے پاس کا یہ قاعدہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے کہ ہم فرشتے اتارتے ہیں جب ان کا خلاف کیا جاتا ہے فوراً عذاب آ جاتا ہے اگر فرشتہ رسول بن کر آتا اور اس کا خلاف کیا جاتا فوراً عذاب آ جاتا عذاب بھی ایسا کہ ایک دو نہیں کل برباد ہو جاتے' اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من انفسکم** (تمہاری ہی جنس میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا)

اس انسان نبی نے سیدھا راستہ بتایا۔ سب کو آگ لگ گئی۔ سب نفرت کرنے لگے' ہر ایک جوان اپنی تلوار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے باڑھ رکھنے لگا۔ ہر ایک زبان آپ کو گالیاں دینے لگی' ہر ایک دماغ آپ کو ہلاک کرنے کے تدابیر سوچنے لگا۔ ہر ایک ہاتھ آپ کو مارنے کیلئے زمین سے پتھر اُٹھانے لگا ہر ایک آنکھ غصہ سے حضرت کو دیکھنے لگی۔ ہر ایک مجمع میں آپ کے دفع کرنیکا مشورہ ہونے لگے۔ غرض ایک جان لاکھوں قاتل۔ ایک تکلیف نہیں ہزاروں طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دی جا رہی ہیں ان حالات میں خدائے تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا کہ اگر حکم ہو تو دونوں پہاڑ مل

جائیں تا کہ یہ سب کچل دیئے جائیں وہ انسان رسول کہتا ہے۔

الہم اہد قومی فانہم لا علمون۔

(اے میرے اللہ ! انکو ہدایت دے یہ میرا مرتبہ نہیں جانتے)

اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئیں انکی اولاد تو راہ راست پر آئے گی۔

ہائے کیا فرشتہ یا جن ایسا کہتا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من انفسکم** (تمہارے ہی جنس میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا)

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس نمونے کی کیا قدر کیئے؟ ذرا درزی کی مثال کو یاد رکھئے ایک بالشت کپڑا کم کر دینے سے شیر وانی منھ پر ماردی جاتی ہے اگر درزی کے بجائے سینے کے کپڑے کی دھجیاں کر کے مالک کے سامنے رکھدے تو وہ کس سزا کا لائق ہے جبکہ مالک سزا دینے پر قادر بھی ہو۔

واللہ ہمارے اعمال کی حالت یہی ہو گئی ہے۔ جو طریقہ بھی بتلایا جائے اس پر عمل سے کوسوں دور بلکہ ان اعمال کو تباہ کر کے دھجیاں اڑا کر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ سارے اعمال میں کاٹ چھانٹ کر کے جیسا چاہے ویسا بنا لیتے ہیں ان اعمال میں تنگی نہ ہونے اور کافی وسعت ہونے کے باوجود انکی کچھ قدر نہ کی

گئی۔

اگر کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اب ہم کو دیکھے ہرگز نہ پہچان سکے کہ ہم اس نمونہ کے موافق ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیبت کیا کرتے تھے' کیا آپ کا لباس ایسا ہی تھا کیا آپ کے وقت میں بھی یہی کھیل' تاش' گنجفہ تھے' کیا حضرت ایسے ہی نمازی تھے' کیا حضرت رمضان المبارک کی ہنسی کرتے تھے' کیا حضرت زکواۃ کو جرمانہ سمجھتے تھے' نعوذ باللہ کیا آپ ایسا ہی ظلم کرتے تھے کہ جس کی چاہی زمین دبالی جس کا چاہا روپیہ مار لیا تو کیا آپ کو کوئی سلام کرے تو ناخوش ہو کر آداب بندگی کرنے کیلئے کہتے تھے۔ حضرت کے صاحبزاہ کا انتقال ہوا تو حضور کے چشمِ مبارک سے آنسو گرے' کیا ہمارے جیسا زمین وآسمان ایک کیئے تھے' کیا حضرت ایسا ہی معاملہ کئے تھے جیسا ہم کرتے ہیں کیا حضرت رشوت لیتے تھے کیا حضرت سود کھاتے تھے۔

غرض ہماری تو حالت بگڑی ہوئی ہے سچ پوچھئے تو یہ کہنے کو دل چاہتا ہے :

ای بسر اپردۂ یثرب بہ خواب

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

اجی حضور! ذرا خواب راحت سے اٹھئے تو سہی دیکھئے آپ کی امت کس بلا میں گرفتار ہے نمونہ کا کیا حال کر دی ہے اور **من انفسکم** کی کچھ قدر نہیں کی ہے۔

جس کی پیروی کی جارہی ہے وہ اشرف و اعلی ہو تو پیروی میں عار نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے حضور کے تمام انسانوں میں اشرف و اعلی ہونے کا مختصر مضمون سنئے ۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ وسلم سے پاکوں میں رہتے ہوئے دنیا میں قدم رکھا ہے۔

حضور ہیں تو تمہیں انسانوں میں ایک انسان مگر سب سے اشرف و اعلیٰ نسب میں، حسب میں، ہر چیز میں اس کی ایسی مثال ہے کہ یاقوت والماس ہی پتھروں میں کا ایک پتھر ہے مگر پتھر تو ٹھوکروں میں رہتا ہے اور یاقوت والماس بادشاہوں کے سر کا تاج ہوتا ہے۔

ایسا ہی حضور ہیں تو انسان مگر انسانوں اور کل مخلوق کے سر تاج

شمع افروز شب خاکیاں :

شمع سراپردہ افلاکیاں :

خاک کی بنی ہوئی مخلوق کی رات کو روشن کرنے والی شمع

فلک پر رہنے والوں کے مقامات کے چراغ ہیں

لقد جاء کم رسول من انفسکمُ) ف کو زبر)

ہر حیثیت سے تم میں کا سب سے زیادہ نفیس افضل واشرف رسول آگیا)

قاعدہ کی بات ہے کہ افضل واشرف کی اطاعت بار نہیں ہوتی اب تو تم کو اس رسول کی اطاعت بار نہیں ہونا چاہیئے۔

فصل 10۔

قاعدہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں کے لئے تکلیف اٹھائے تو جس کے لئے تکلیف اٹھائی جارہی ہے وہ اس کو محسن جانتا ہے اور اس محسن کا تابعدار ہو جاتا ہے اس فصل میں حضور امت کے واسطے جو جو تکالیف اٹھائے ہیں ان کا بیان ہے تاکہ حضرت کے اس احسان کی وجہ سے حضور کی تابعداری کا شوق بڑھے۔

ہائے وہ رسول جو تم میں سے ہے، تم سب سے اشرف وافضل ہے اور جس کے پسینہ کے قطروں سے تم بنے ہو اس لئے تم سے اس رسول کو کچھ ایسا تعلق ہے

عزیز علیہ ماعنتم (پ 11 ع 16 سورۃ التوبہ)

تمہاری مشقت ان پر شاق ہے اور جو چیز تم کو رنج میں ڈالے وہ ان پر گراں گزرتی ہے وہ اس دھن میں رہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے خود تکلیف اٹھاتے ہیں مگر تم کو آرام پہنچاتے ہیں۔

صاحبو! یاد ہے کہ عموماً وحی اترتے وقت اور خاص کر قرآن کی وحی اترتے وقت اونٹ کھڑا نہیں رہ سکتا تھا' چہرہ مبارک پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ سانس چڑھنے لگتا تھا۔ اس طرف کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ سب اپنے پر سہہ لئے مگر آپ کے لئے قران چھوڑے ہیں کہ کس آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔

ہائے! حضور کئی کئی دن بھوکے رہتے' پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صاحبو! کیا حضرت محتاج تھے' آپ اگر چاہتے تو اتنے مالدار رہتے کہ دنیا میں کوئی آپ کے برابر نہ ہوتا۔

حدیث :-

ایک روز جبرئیل علیہ السلام عرض کئے اگر آپ پسند فرمائیں تو اللہ تعالیٰ جبل احد کو سونے کا بنا دیگا اور وہ آپ کے ساتھ ساتھ چلا کریگا۔

جبل احد پہاڑ کے چلنے پر اعتراض کا جواب :

اگر کوئی نئے فیشن والے اعتراض کریں کہ جبل احد کیسا چلتا ؟

صاحبو ! زمین متحرک ہے یا نہیں جب زمین حرکت کر سکتی ہے تو جبل احد کے حرکت کرنے میں کیا محال لازم آتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ زمین کشش آفتاب کی وجہ سے چلتی ہے تو میں کہوں گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں اگر کشش ہو تو کیا قباحت ہے کہ کشش کے لئے جسم کا بڑا ہونا ضروری نہیں۔

کشش تو محض آپ کی خاطر مان لی گئی ہے ورنہ کشش کیا چیز ہے۔

جو شخص خدا کو مانتا ہے اس کو کشش کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے خدا کے حکم سے اگر جبل احد حضور کے ساتھ چلے تو کیا عجب ہے۔

غرض جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کئے اگر آپ پسند فرمائیں تو اللہ تعالیٰ جبل احد کو سونے کا بناتا ہے اور وہ آپ کے ساتھ ساتھ چلا کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں ' جب پیٹ بھر کھاؤں تو اللہ

کا شکر ادا کروں اور جب بھوکا رہوں تو صبر کر کے صبر کا اجر حاصل کروں۔

آپ ہی بتایئے یہ اپنے ہاتھوں سے کیوں اس تکلیف کو گوارا فرمائے اگر غور کیجئے گا تو معلوم ہو گا' بات یہ ہے کہ حضرت جانتے تھے کہ اگر میں دنیا لوں گا تو تمام امت تحصیل دنیا کو سنت سمجھ کر دنیا پر گرے گی' ہلاک ہو جائے گی۔ جیسے ایک کو سانپ کا منتر یاد ہے اس کو اپنے ضرر کا بالکل خوف نہیں ہے مگر پھر بھی وہ سانپ نہیں پکڑتا تا کہ کہیں بچہ بھی دیکھ کر سانپ کے منہ میں انگلی نہ دیدے **عزیز علیہ ماعنتم** تمہاری مشقت ان پر شاق ہے اور جو چیز تم کو رنج دے وہ ان پر گراں گزرتی ہے' اس لئے ہمارے خیال سے بھوکے رہے' پتھر پیٹ پر باندھے مگر دنیا نہ لیئے۔

عزیز علیہ ماعنتم ہم نکمّے امتیوں کے واسطے کیسے کیسے مشقتیں برداشت کئے راتوں کو کھڑے کھڑے قدم مبارک ورم کر گئے امت کیلئے دعا فرما رہے ہیں۔ ایک بار ایک یہ آیت

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیزالحکیم (پ 7 ع 16 سورۃ المائدہ)

اگر آپ عذاب کریں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کے گناہوں کو معاف کر دیں تو آپ غالب اور حکمت والے ہیں۔

میں پوری رات گزار دیئے۔

یہ مشقت تمام امت کیلئے تھی جن میں سے موجود بہت کم تھے زیادہ وہ تھے جو ابھی تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے جیسے کوئی اپنے پوتوں پر پوتوں کے کئے جائداد پیدا کرے۔

ہماری مشقت آپ کو مشقت میں ڈال دیتی تھی۔اس قدر دلسوزی وہمدردی تھی کہ خدائے تعالیٰ کو ازراہ رحمت آپ کو روکنا پڑا۔چناچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین (پ 19 ع 1 سورۃ الشعراء) **فاعرض عنھم** (پ 21 ع 3 سورۃ السجدہ) **ولا تسئل عن اصحاب الجحیم** (پ 1 ع 14 سورۃ البقرہ)

کیا ان کے پیچھے آپ جان دیں گے وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔بس چھوڑیئے انکو دوزخیوں کی حالت کچھ نہ پوچھیئے۔

کچھ تو غرض حضرت کو تھی نہیں صرف خیر خواہی تھی دوزخ سے بچانا مقصود تھا خود کو نہ سہی بھلا اولاد کیلئے یہ کوشش تھی وہ بھی نہیں۔

حدیث : -

چہیتی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آتیں تو حضرت بے چین ہو کر انکے واسطے کھڑے ہو جاتے' جب حضرت سفر کو تشریف لے جاتے' سب سے آخر ان سے ملتے اور حضور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے اول ان سے ملتے' ایسی بیٹی کام سے تھک کر ایک باندی حضور سے مانگتی ہیں تو آپ انکے گھر تشریف لے جا کر فرماتے ہیں۔

بیٹا باندی لیتے ہو' یا باندی سے بہتر کوئی چیز' بیٹی بھی کیسی باپ کو چاہنے والی اور مطیع' عرض کئے باندی سے اچھی چیز دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے سوتے وقت (33) بار **سبحان اللہ** (33) بار **الحمد اللہ** (34) بار **اللہ اکبر** ' پڑھ لیا کرو' یہ باندی سے بہتر ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ لوگوں کی زکوۃ جو آئی تھی اس زکوۃ میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لیئے تھے' حضور ان کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال دیئے۔ ایسے پیغمبر پر کسی کو غرض کا شبہ ہو سکتا ہے۔

محض امت کی خیر خواہی و شفقت تھی حضور کی اس لئے **عزیز علیہ ما عنتم** تمہاری مشقت ان پر شاق ہے اور جو چیز تم کو رنج دے وہ انپر گراں گزرتی ہے۔ کیوں نہ ہو ایک سفیر ہوتا ہے جیسے خط پہنچانے والا اور ایک آقا سردار ہوتا ہے جیسے

استاد جو حاکم و مربی بھی ہو۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سفیر خطوط رساں کی نہیں تھی بلکہ آقا و سردار و استاد و مربی کی تھی' اسی لئے جو شخص بھی آپ کا خلاف کرتا تھا اس پر آپ افسوس کرتے تھے کہ ہائے یہ شخص کیوں بگڑ رہا ہے' اگر آپ سفیر ہوتے تو آپ افسوس ہی کیوں کرتے' آپ اپنی سفارت پوری کر دیئے۔ بری ہو گئے سفیر کا کام صرف اتنا ہی ہے خواہ کوئی جنت میں جائے یا دوزخ میں۔ مگر آپ ایسا نہیں کیئے اس لئے کہ آپ آقا و سردار اور استاد و شفیق تھے۔

ایسی شفقت تھی حضرت کو امت پر کہ کبھی کسی کام کو کرنے سے اس وجہ سے روکتے تھے کہ کہیں وہ کام امت پر فرض نہ ہو جائے۔ مسواک سے آپ کو بڑی رغبت تھی' ہر نماز کے ساتھ آپ مسواک کرنا چاہتے تھے مگر خوف تھا کہ کہیں وہ کام امت پر فرض نہ ہو جائے۔ اس لئے کبھی ترک کرتے تھے۔

آپ کی دلی خواہش تھی کہ عشاء بہت دیر کر کے پڑھیں' مگر اس خیال سے آپ نہیں پڑھتے تھے کہ عشاء دیر کر کے پڑھنا امت پر فرض نہ ہو جائے۔

صوم وصال یعنی کہ کئی کئی دن تک رات اور دن روزہ رہنا' نہ رات کو کچھ کھانا نہ دن کو خود اس طرح کا روزہ آپ رہا کرتے تھے مگر امت کو منع فرما دیئے کہ تم ایسا روزہ نہ رہنا۔

آپ کاارشاد تھا کہ کوئی اگر غائبانہ مجھ کو برا کہے تو اس کا ذکر میرے سامنے نہ کرنا تاکہ میرا دل اس سے ہمیشہ صاف رہے۔

ایک صحابی کی عادت تھی کہ روز وعظ نہیں کیا کرتے تھے حالانکہ سب کی خواہش تھی کہ وہ روز وعظ کیا کریں، اس کی وجہ یہ بیان کئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع دیکھ کر وعظ کرتے تھے تاکہ لوگ ملول نہ ہوں اور اکتانہ جائیں، اس لئے میں ہر روز وعظ نہیں کرتا ہوں، ورنہ تمہاری خواہش پوری کرتا۔

اس لئے **عزیز علیہ ماعنتم** تمہاری مشقت ان پر شاق ہے اور جو چیز تم کو رنج دے وہ ان پر گراں گزرتی ہے۔ اسی واسطے قیامت میں حضور امت کو ایسا ڈھونڈیں گے جیسے کوئی ماں اپنے کھوئے ہوئے بچہ کو ڈھونڈتی ہے۔ قبر شریف میں جب ہفتہ میں دو بار امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو آپ نیکیوں سے خوش اور گناہوں سے رنج فرماتے ہیں یہ سب اسی واسطے کے **عزیز علیہ ماعنتم** تمہاری مشقت ان پر شاق ہے اور جو چیز تم کو رنج دے وہ ان پر گراں گزرتی ہے۔

ہائے! جس نبی کی یہ شفقت کہ ہماری ذرا سی مشقت بھی بار ہو، ہم ان کو بعد انتقال کے بھی ان کو راحت نہ پہنچائیں اور جو **عزیز علیہ ماعنتم** ہو، ہفتہ میں دو بار ہمارے برے اعمال دیکھ کر حضور کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

ہائے ! ہم ایسے ناپکار ہوئے کہ درود شریف پڑھ کر خوش کیا کرتے بجائے اس کے رنج پہنچاتے ہیں۔

فصل 11۔

فطرت کا اقتضاء ہے کہ مربی اور شفیق کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے جس پر شفقت کی جارہی ہے وہ اس مشفق کا غلام ہو جاتا ہے۔آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بنے اور کامل طور پر حضرت کی پیروی کرنے کیلئے اس فصل میں مشفق اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اور آخرت کی شفقتوں کا بیان ہے۔

مسلمانو ! تمہارے پاس ایک عظیم الشان رسول آگیا جو تم میں کا ہے تم سب سے افضل واشرف ہے اس نبی کو تم سے کچھ ایسا تعلق ہے **عزیز علیہ ماعنتم**۔ چاہتا ہے کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے تم کو ذرا سی ایذا دینے والی چیز اس نبی کو بے چین کر دیتی ہے۔ **حریص علیکم** (پ 11 ع 16 سورۃالتوبہ)

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نجات اور ہدایت پر حریص ہیں۔ وہ اسی دھن میں رہتے ہیں کہ کس طرح تمہاری نجات ہو جائے اور تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

ایک واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضرت کو ہمارے ہدایت کی کس قدر حرص تھی۔

حدیث : -

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رکانہ ایک پہلوان تھا۔ یہ مشہور تھا کہ رکانہ میں ایک ہزار مرد کے مقابلہ کی قوت ہے' غرض وہ بہت بڑا اور نامور پہلوان تھا' اس نے حضرت سے کہا آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں' کوئی پوچھے کہ کیا نبوت کیلئے پہلوانی بھی لازم ہے؟ مگر حضرت کو لوگوں کے ہدایت کی کچھ ایسی حرص تھی کہ آپ منظور فرمالئے اور کشتی لڑنے کیلئے تیار ہوگئے اور میدان میں کھڑے ہوگئے۔ رکانہ سے کشتی ہونے لگی' حضرت نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اس نے کہا اس مرتبہ تو ایسا ہوگیا دوبارہ گرادیجئے تو جانوں' آپ پھر تیار ہوگئے' دوبارہ کشتی ہوئی دوبارہ اس کو پھینک دیئے وہ ایمان لے آیا۔

اللہ اکبر لوگوں کے ہدایت پانے کی آپ کو کس قدر حرص تھی۔

کیسا ہم کو نجات دلانے کے درپے تھے چھوٹی چھوٹی باتیں تک ہم کو سکھادیئے۔

حدیث : -

یہاں تک ہم کو بتلادیئے کہ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر مت چلو۔ اس لئے کہ اس طرح چلنے سے احتمال گرجانے کا ہے اور بدنمائی بھی ہے اور امراض کے پیدا

ہونے کا بھی خیال ہے۔

یہ شفقت یہ خیر خواہی تو حضرت کو ہر ایک انسان کے ساتھ تھی۔

بالمومنین رءوف رحیم " (پ 11 ع 16 سورۃ التوبہ)

مگر خاص کر مسلمانوں پر نہایت شفیق ' بکمال مہربان ہیں ' کیا ٹھکانا ہے آپ کی شفقت کا ہم تو تمام رات آرام سے سوئیں اور حضرت ہمارے لئے تمام تمام رات کھڑے ہو کر گزار دیں ' وہ بھی صرف دعا کرتے ہی نہیں بلکہ ہماری مغفرت کیلئے روتے روتے ' ایک رات فرمارہے تھے الہیٰ ! ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **فمن تبعنی فانہ منی** (پ 13 ع 6 سورہ ابراہیم)

(الہیٰ جو میری اتباع کرے وہ میرا ہے) اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں " **ان تعذ بہم فانہم عبادک** (پ 7 ع 16 سورۃ المائدہ)

(الہیٰ اگر آپ ان پر عذاب کریں یہ آپ کے بندے ہیں)

میں کس منہ سے کہوں کہ گنہگاروں کو تو جان آخر وہ بھی میری امت ہیں ' یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

اور یہ بھی فرماتے " **الھم امتی امتی** " معمولی سپاہی کی اہانت سرکاری اہانت ہے۔

کس کی امت محمد رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کی امت مجھ سے نہیں دیکھا جائیگا کہ میرا امتی دوزخ میں جائے۔

حکم ہوا۔ جبرئیل ذرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پوچھو آج آپ کیوں رو رہے ہیں' جبرئیل آکر پوچھتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں کیوں رو رہا ہوں۔ حکم ہوا جبرئیل جاؤ بولو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

انا سنرضیک فی امتک ولا نسوئک

(ہم آپ کی امت کو اس قدر مراتب اور نعمتیں دیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ آپ کو مایوس نہ ہونا چاہیئے) آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دینگے۔

معراج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **السلام علیک ایہا النبی ورحمت اللہ وبرکاتہ** اس وقت بھی حضرت کو ہمارا خیال آیا **السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین** " کہے کر صالحین کو سلام میں شامل فرمائے مگر گنہگاروں کو ویسے موقع پر بھی نہ بھولے اس لئے گنہگاروں کو اپنے ساتھ ملا کر **السلام علینا** صیغہ جمع سے فرما کر اپنے

ساتھ سلام میں شامل کر لئے۔

ہائے ! کیا امت کا خیال تھا۔ کیا امت پر شفقت تھی، معراج میں حضرت صلی للہ علیہ وسلم کے سامنے تین برتن پیش کئے گئے۔ ایک شہد کا، ایک شراب کا، ایک دودھ کا، تو حضرت نے دودھ کو اختیار فرمایا۔

وہ شراب، دنیا کی شراب نہ تھی، جنت کی شراب تھی، حلال اور پاکیزہ تھی، کچھ آپ کو ضرر نہ تھا، نہ آپ کو کچھ گناہ ہوتا، اسی طرح شہد لیتے۔

مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شراب اور شہد نہ لئے۔ اس لئے کہ اگر حضرت ذرا بھی اس وقت لذات کی طرف مائل ہو جاتے تو خوف تھا کہ امت لذات میں پڑ جاتی، حضور نے دودھ کو اختیار فرمایا۔

عالم برزخ میں دودھ کی صورت دین کی ہے اس لئے اگر کوئی خواب میں دودھ پیتے ہوئے یا پلاتے ہوئے دیکھے تو اس کی تعبیر دیندار ہونے کی دی جاتی ہے ۔

حضرت کے دودھ کو کیا اختیار کرنے کی وجہ حضرت جبرئیل علیہ السلام خوش ہو کر فرمائے۔

اخترت الفطرۃ ولو خترت الخمر لغوت امتک

آپ دودھ کو کیا اختیار کیئے فطرت اسلام کو اختیار کیئے اور اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی

حضور کے دودھ کو اختیار کرنے کی برکت ہے کہ امت محمدیہ کو دین کا بہت خیال ہے، کاملین کے سامنے ناقصین چاہے کیسے ہی معلوم ہوں مگر مجموعی طور پر امت محمدیہ کو دوسرے یہود و نصاری کے مقابلہ میں دینداری کا خیال کامل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی کیا کیا رعایتیں اور کیا کیا عنایات فرمائے ہیں، عورتیں نماز کے لئے مسجد میں آیا کرتی تھیں اور ان کے ساتھ انکے بچے بھی ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نماز کو طول کرنا چاہتا ہوں مگر جب بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ تاکہ کہیں بچہ کی ماں پریشان نہ ہو جائے کیونکہ ابتداءِ اسلام میں عورتیں بھی نماز جماعت سے ادا کرنے کے لئے مسجد میں آیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے۔

آخرت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو جو شفقتیں ہوں گے وہ کچھ نہ پوچھو۔

حکایت : -

کسی نے ایک شخص کو تحفہ دیا اور کہا کہ مدرسہ میں جاؤ اور جو بچہ سب سے زیادہ خوبصورت و مقبول نظر آئے یہ ہدیہ اس کو دو۔ وہ شخص مدرسہ میں آیا اور اپنے بیٹے کو وہ ہدیہ دیا' لوگوں نے پوچھا ارے سب کو چھوڑ کر اپنے بچہ ہی کو کیوں دیا تو اس نے کہا مجھے سب سے زیادہ اچھا میرا بچہ معلوم ہوا' اسلئے اس کو دیا۔

ایسا ہی کل قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا قیامت کے مدرسہ میں جایئے۔ میری رحمت کا تحفہ اپنے شفاعت کے ہاتھ سے عمل کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ اچھے ہوں ان کو دیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ رحمت کا تحفہ اپنی امت کے گنہگاروں کو دیں گے' سب سے زیادہ میرے دل کا تعلق ان ہی سے ہے

حکایت : -

ایک شخص کو دعوت دی گئی وہ صاحب دعوت میں آئے' کھانا دستر خوان پر رکھا گیا مگر وہ صاحب کھانا کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے میزبان نے پوچھا میرے مخدوم' میرے حضرت ! کھانا حلال مال سے تیار ہوا ہے پھر کیوں آپ رک رہے ہیں' وہ فرمائے کیا کہوں میرا جگر گوشہ کونہ میں بھوکا پڑا ہے میرا ہاتھ کھانے کی طرف کیسے اٹھے گا۔

ایسا ہی جنت کی نعمتیں سامنے ہیں مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہیں بڑھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پیارے نبی ! ان جنت کی نعمتوں سے لطف اٹھاؤ حضرت فرمائیں گے میری امت کے گنہگار' میرے جگر گوشہ تکلیف میں ہوں'

اور میں نعمت میں، یہ مجھ سے کیسے ہوسکے گا الہٰی ! یا تو مجھ کو ان کے ساتھ دوزخ میں بھیج یا انکو میرے ساتھ جنت میں بھیج دے، حکم ہوگا میرے پیارے نبی آپ کو تو دوزخ میں نہیں بھیجا جا سکتا۔ امت کو ہی آپ کے ساتھ جنت میں بھیجتا ہوں تا کہ ان کو ہماری رحمت اور آپ کی عزت کی قدر ہو۔

از پئے آمرزش یک مشت خاک

کب کشا تا بہ تو بخشند پاک

ہم گنہگاروں کی مغفرت کے لئے آپ دعا کا ہاتھ اٹھائیے
تاکہ سب کی بالکل مغفرت ہو جائے

چو بکشائی نظر مرحمت

بستہ شود ریش دل از مرحمت

آپ جب رحم کی نظر ہم پر ڈالیں، ہمارے دلوں کا زخم
آپ کی نظر رحم سے ایسا چنگا ہو جائے گا جیسا مرہم سے ہوتا ہے

کف بکشا وہمہ راشاد کن

بندۂ خود خواں پس ازآزاد کن

آپ رحم کیلئے ہاتھ بڑھا لیئے' سب کو خوش کر دیجئے
اپنا غلام کہہ کر ہم کو دوزخ سے آزاد کر دیجئے۔

چوں نہ تو شفعے کہ شفاعت کند

حق چہ کند جز کہ اطاعت کند

آپ جیسے شفیع جب ہماری شفاعت کریں اللہ تعالیٰ
ضرور آپ کی شفاعت ہمارے لئے قبول فرمائیں گے

از کرمش حاجت چندیں گدائے

ہم تو طالب تابہ تو بخشند خدائے

ہم فقیروں کی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگئے پھر کیا
ہے اللہ ضرور ہماری مغفرت فرمائیں گے

دوستو! پانی اور آگ مہلک چیزیں ہیں مگر پانی مچھلی کو نہیں ڈبو سکتا' آگ سمندر (آگ میں پیدا ہونے والا جانور) کو نہیں جلا سکتی' یہ تو آنکھوں سے دکھتی بات ہے۔

اسی طرح سونچو دنیا کی مثال اللہ تعالیٰ نے پانی سے دی ہے۔

انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء (پ 11 ع 3 سورہ یونس)

(دنیا کی زندگی کی مثال پانی کے جیسی ہے جو پانی ہم آسمان سے اتارے ہیں)

کتنا ہی دنیا میں حوادث و بلاؤں اور آفتوں کا تلاطم ہو' اور مصیبت کے امواج اٹھ رہے ہوں' امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ڈوبنے کی نہیں مثل مچھلی کے یہاں چھوڑا گیا ہے' دوسرے کنارہ پر نمودار ہوتی ہے۔

دمشق کا دار سلطنت برباد ہوا تو بغداد آباد ہوا' بغداد کو زوال آیا' مصر میں خلافت قائم ہوئی' مصر ڈوبا' قسطنطیہ ابھرا۔ آج قسطنطنیہ فنا ہونے کو تھا انگورہ چمکا

-

کل دوزخ کی آگ میں محبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دلوں میں ہے کہیں گے' سمندر (آگ کے جانور) کی طرح ہم کیا چلیں گے بلکہ دوزخ یہ کہے گی۔

جز یامؤمن فان نورک اطفاء لہبی

(اے مسلمان جلد تو مجھ پر سے گزر جا' تیرے دِل کا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے)

حکایت : -

ایک فاسق و فاجر مر گیا' لوگ اس کو کھینچ کر ایک گھوڑ پر ڈال دیئے۔
جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور کہو موسیٰ ہمارا ایک دوست مر گیا اس کو لوگ گھوڑ پر ڈال دیئے ہیں' اس کی نماز پڑھو اور اس کا کفن دفن کرو' اسکی برکت سے ہم سب کی مغفرت کرتے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام جب گھوڑ پر آکر دیکھتے ہیں تو وہی فاجر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حیرت ہوئی' پوچھے الہیٰ! یہ کیا راز ہے حکم ہوا موسیٰ بیشک یہ گنہگار ہے مگر یہ شخص ایک روز توریت شریف کھولا' اس میں محمد نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھی ہوئی دیکھا اور اس کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت پیدا ہو گئی۔ نام محمد پر منہ رگڑ رہا تھا اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ رہا تھا ۔ نام محمد کی برکت اور حضرت کی محبت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے اس کی کسی کو خبر نہ ہوئی وہ مر گیا' لوگ اس کو گنہگار سمجھے ہوئے ہیں مگر اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔ غرض وہ ہمیشہ گنہگار نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور آپ کی محبت کے طفیل سے دوزخ سے نجات پا گیا' جنتی ہو گیا۔

ایسا ہی آپ کی امت جو دوزخ پر سے گزرے گی تو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی محبت کی وجہ سے دوزخ نہ جلائے گی' جلد اپنے پر سے گزر جانے کو کہے گی۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی جدائی کا زمانہ ختم ہوا' حضرت یعقوبؑ اپنے سب اہل و عیال کو لے کر مصر کی طرف چلے' ادھر حضرت یوسف علیہ السلام مصر کو آراستہ کئے دو طرف فوج قطار باندھے کھڑی تھی' فوج پہلے گزری' پھر یوسف علیہ السلام کی سواری آئی جب حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ دونوں کی نظریں ملیں' یعقوبؑ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' ملاء اعلیٰ کے فرشتہ یہ نظارا دیکھ رہے تھے' جنات بھی ان دو مشتاقوں کی بے چینی سے حیران تھے' جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ رحمت کے طبق نثار کر رہے تھے' حوریں بھی جنت کے کھڑکیوں سے تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ رضوان بھی انگشت بدنداں تھے' سب مل کر عرض کئے الہٰی! جیسی محبت حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے ہے کیا ایسی محبت اور کسی کو کسی سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا جیسی محبت یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ہے اس سے ستر حصہ زیادہ محبت مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہے۔

دوستو! یہ سب کیوں، یہ صدقہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے محبوب اور محسن ہونے میں کیا شک رہا۔

یہ محبت یہ عنایت دیکھ کر تو ہم کو حضرت کا عاشق و جاں نثار ہونا چاہیئے تھا اور یوں کہنا چاہیئے تھا۔ ۔

گر بر سر و چشم من نشینی

نازت بہ کشم کہ نازینی

یا رسولؐ اللہ اگر ہمارے سر اور آنکھوں پر آپ بیٹھیں، میں آپ کا سب ناز اٹھاؤں گا۔ اس وجہ سے کہ آپ اسی کے قابل ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے محبت سچی ہے مگر ہماری محبت حضرت سے صرف زبانی ہے، کتنی شرم کی بات ہے، ہائے محبت کا دعویٰ اور برے اعمال کر کے آپ کو ایذا پہنچا رہے ہیں کیا محبت اسی کا نام ہے۔

ذیل میں جو واقعہ درج ہو رہا ہے اس کو سب اچھی طرح جانتے ہیں مگر دلیلاً مکرر درج ہو رہا ہے۔

حکایت :-

ایک شاعر تھے دل ان کا رقیق تھا انکے کلام میں سوز و گداز تھا ایک شخص انکے فارسی اشعار دیکھ کر ان کو صوفی سمجھ کر ایران سے چلا اور ہندوستان میں ان کے گھر پر ایسے وقت آیا کہ وہ حجامت بنا رہے تھے حجام استرے سے داڑھی صاف کر رہا تھا وہ آنے والا جھلا کر کہا آغا ریش می تراشی (کیوں صاحب داڑھی منڈھوا رہے ہو) شاعر صاحب نے کہا بلے ریش می تراشم مگر دل کس نمی خراشم یعنی داڑھی تر شواتا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں ۔ بڑا گناہ دل دکھانے کا ہے اس آنے والے نے بے ساختہ جواب دیا ۔ آرے دل رسول اللہ می خراشی ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت کو جب اطلاع ہو گی کہ فلاں شخص میرا خلاف کر رہا ہے تو حضرت کو کیسی ایذا ہو گی ۔ یہ سن کر شاعر صاحب کے آنکھیں کھلیں کہنے لگے ۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

برابا جانِ ہمراز کردی

جزاک اللہ کہ میری آنکھ آپ نے کھول دی۔
جان جاں کے ساتھ مجھ کو ہمراز کر دیئے

شاعر صاحب کہے اتنے روز سے میں اندھا تھا آج معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا ہو رہی ہے۔

غرض کہ یہ محبت کیسی ہے کہ حضرت کے دل کو پہنچ رہی ہے، حضرت کا وہ حال اور ہمارا یہ حال، کیا انصاف اسی کا نام ہے۔

میرے دوستو! خدائے تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں منجملہ ان کے رؤف اور رحیم بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں، خدائے تعالیٰ کی رحمت و شفقت جو ہم پر ہے اسکو کیا بیان کروں، آپ اگر کوئی چیز اپنے ہاتھ سے بنائیں اس سے آپ کو کس قدر محبت ہوتی ہے اور کتنا تعلق ہوتا ہے، بنے ہوئے اجزاء کو جوڑ کر ایک چیز بنا دیتے ہیں تو اتنی محبت ہے، اجزاء کو بھی اور آپ کو بھی خدا نے بنایا ہے تو کتنی محبت ہو گی۔ ہائے اگر کوئی عہدیدار کسی کو بناتا ہے تو اس کو خیال رہتا ہے کہ یہ ہمارا بنایا ہوا ہے اسی پر سوچئے کہ خدا کو ہمارا کس قدر خیال ہو گا۔

اسی واسطے توریت میں ہے کہ اگرچہ ابرار میری ملاقات سے مشتاق ہیں لیکن میرا مشتاق ان سے ملنے کا ان سے بڑھ کر ہے جس طرح ماں اپنے پیارے بچوں کی خبر گیری کیا کرتی ہے، اسی طرح میں اپنے بندوں کی خبر گیری کرتا ہوں۔

اے داؤد! اگر یہ بدبخت لوگ مجھ سے دور پڑے ہوئے ہیں دل کھول کر گناہ کرتے جا رہے ہیں جان لیں کہ میں کیسا ان کا منتظر ہوں اور کیسا ان پر مہربان

ہوں اور مجھ کو کیسا شوق ہے کہ کسی طرح وہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور میری طرف چلیں تو ضرور وہ لوگ مر جائیں اور میرے اشتیاق اور محبت کو جان کر انکے اعضاء شوق و محبت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اے داؤد ! جب میرا حال ان بد بختوں کے ساتھ جو میری راہ پر نہیں چلتے یہ ہے تو کیا حال میرا ان لوگوں کیساتھ ہوگا جو کہ میرے شوق میں ڈوبے ہوئے عشق میں بھرے ہوئے دنیا کو چھوڑے ہوئے اپنے آپ کو بھولے ہوئے دل و جان سے میری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں' جب میری محبت کسی سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق دیتا ہوں' وہ توبہ کر لیتا ہے میں اس کے پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہوں اس کو پاک و صاف کر دیتا ہوں بعض گناہوں کو مٹانے کے واسطے بلاؤں اور مصیبتوں میں ڈالکر پاک کرتا ہوں۔ میری محبت کی علامت یہ ہے کہ جس سے زیادہ محبت کرتا ہوں انکو توفیق دیتا ہوں کہ اپنے نفس کے عیبوں سے واقف ہونے لگتا ہے' غرض خدائے تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے حد محبت ہے۔

حکایت : -

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ چالیس برس تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان کرتے رہے' ایک روز اللہ تعالیٰ کے قہر کا بیان کئے تو کئی آدمی مر گئے' الہام ہوا کہ اے عبدالقادر ! کیا ہماری اتنی ہی رحمت تھی کہ چالیس برس میں ان کا بیان ہو گیا۔

صاحبو! خدا کی ایسی رحمت ہے، اسی رحمت کو رؤف و رحیم کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔

حکایت:-

جب یعقوب علیہ السلام مصر میں آئے تو یوسف علیہ السلام تمام مخلوق کو مصر کی جامع مسجد میں جمع کئے منبر رکھا گیا یوسف علیہ السلام بلیغ خطبہ پڑھے۔ پھر پوچھے مصر والو! تم کون ہو؟ سب کہے ہم آپ کے بندے ہیں، یوسف علیہ السلام فرمائے یہ یعقوب علیہ السلام خدا کے پیغمبر میرے پاب ہیں اور یہ سب میرے بھائی ہیں جو مجھے بے حد ستائے ہیں مگر میں یہ حضرت یعقوب جو منبر کے پایہ کے پاس ہیں ان کے طفیل سے میرے سب بھائیوں کے قصور کو معاف کر دیا، اس سے مصر والوں پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی عزت و عظمت ظاہر ہوئی۔

مذکورہ واقعہ کی تطبیق:-

ایسا ہی جب قیامت ہوگی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ قیامت میں آئیں گے تو اس طرح آئیں گے کہ سیدھا ہاتھ جبرئیل علیہ السلام پکڑے ہوئے اور بایاں ہاتھ میکائیل علیہ السلام لئے ہوئے مقام محمود میں تشریف لائیں گے۔ نور کا منبر رکھا جائے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف رکھیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اہل عرصات! تم کون ہو؟ سب کہیں گے الہیٰ

ہم سب تیرے بندے ہیں حکم ہو گا میں رؤف و رحیم ہوں اور یہ منبر پر بیٹھا ہوا نبی رؤف رحیم ہے' اس نبی کی اپنی امت پر جو رحمت و شفقت ہے اس لحاظ سے اپنا نام اس نبی کو دیا ہوں' اب اس نبی کے طفیل سے تم سب کو بخش دیا۔

بالمؤمنین رؤف رحیم (مسلمانوں پر رؤف و رحیم ہیں)

خدائے تعالیٰ نے اپنا نام اس نبی کو دیا' اسی کا اثر ہے کہ یہ نبی مسلمانوں پر مہربان و شفیق ہے۔

حکایت : -

جب موسیٰ علیہ السلام ماء مدین (مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ شعیب علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں ایک طرف اس مجبوری کی وجہ سے کھڑی ہوئی ہیں کہ کنوئیں سے پانی نکالنے کی قوت نہیں' لوگوں سے جانوروں کا جو پانی بچ رہے گا وہ اپنے جانوروں کو پلالیں گے' موسیٰ علیہ السلام کو رحم آیا پانی خود کھینچ کر ان لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کر دیئے۔

واقعہ مذکورہ کی تطبیق : -

ایسا ہی جب قیامت کا میدان ہو گا متقی اس شان و شوکت کے ساتھ جنت میں جائیں گے کہ سامنے سامنے فرشتے **طرقوا، طرقوا** (راستہ دو راستہ دو) کہتے ہوئے چلیں گے۔

گنہگار ایک کونہ میں حیرت سے کھڑے ہوئے ہوں گے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جب ان پر پڑے گی شفاعت کے ڈول سے سیراب کر کے مغفرت کا سامان کریں گے۔اس لئے اللہ تعالیٰ حضور کی شان میں فرمایا **بالمؤمنین رءوف رحیم** (مسلمانوں پر رءوف ورحیم ہیں)

یارب چو بالین لحد خواب شویم

بیدار بر رسول و بر اصحاب شویم

الہیٰ جب ہم قبر کے بچھونے پر سوئیں گے جب قیامت میں ہوشیار ہو تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے رہیں۔

لب تشنہ بہ صحرائے قیامت آئیم

از برِ کہ رحمت نبی تو سیراب شویم

پیاسے قیامت کے میدان میں ہم آئیں گے ایسا کیجئے کہ ہم آپ کے نبی کے رحمت کے حوض سے سیراب ہوئیں۔

اسی واسطے آپ بالموٗمنین رءوف رحیم ہیں۔

ہائے اس نبی کی رحمت کو کیا پوچھتے ہو' جب قیامت قائم ہو گی اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حساب کیلیئے لاوٗ حضور خلفاء راشدین کو انصار و مہاجرین کو صدیق و زاہد و عابدوں کو پیش کریں گے' گنہگاروں کو خدا کی سامنے لے جانے سے شرمائیں گے' اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا میرے پیارے نبی آپ تو تابعداروں کو لائے ہو نافرمان کہاں ہیں' حضور فرمائیں گے الہیٰ تیرے سے شرما کر اور تیرے کرم پر بھروسہ کر کے نہیں لایا ہوں' اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا محمد اجی مجھے آپ کی امت پر عتاب کرنا مقصود نہ ہوتا تو قیامت کا میدان ہی نہ بھراتا' مقصود تو مسلمانوں پر جو میرے دوستی کا دم بھرتے تھے عتاب کرنا ہے' کیوں مسلمانوں کیا یہی دوستی کا تقاصہ تھا کہ تم دنیا میں ہمیشہ ہمارا خلاف کرتے رہے۔ اب یہ دکھاوٗں گا تم کیا کئے ہو۔ اور میں اس نبی کے طفیل تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ تا کہ تم کو معلوم ہو کہ میں اس واسطے میرے نبی کو **بالمومنین رءوف رحیم** کہا ہوں۔

اے روئے تو محراب دل غمناکاں

اے دست تو سرمایہ.برسر خاکاں

اے نبی آپکا چہرہ مبارک غمزدوں کے دل کا محراب ہے' خاک نشینوں کے سر پر آپ کا مبارک ہاتھ سرمایہ رحمت ہے۔

روے کہ روند سوئے جنت پاکاں

جز تو کہ شفاعت بے باکاں

جس دن نیک جنت کی طرف جائیں گے اور گنہگار منہ دیکھتے رہ جائیں گے اس وقت آپکے سوا کون شفاعت کرنے والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کیا تو آپ کی روحانی صورت ویسی ہی بنایا جیسی دنیا میں ہے۔

آپ کا سر مبارک برکات سے بنایا اور آنکھیں حیا سے' کان عبرت سے' زبان ذکر سے' ہونٹ تسبیح سے' چہرہ رضا سے' سینہ اخلاص سے' ہاتھ سخاوت سے' بال نبات جنت (یعنی جنت کی ہریالی) سے مبارک تھوک جنت کے شہد سے' اسی واسطے کھارے پانی کے چشموں میں جب آپ کا مبارک تھوک گرا ہے تو ان کھارے چشموں کا پانی شہد سے زیادہ شیریں ہو گیا' دل مبارک کو رافت (نرمی) اور حقیقت اور رحمت سے بنایا۔ الغرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفتوں کے ساتھ امت کا رسول بنا کر بھیجا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **بالمؤمنین ر**

ءوف رحیم۔

میرے دوستو! سچ بولو، اس شان والا نبی اس کو کیا ضرورت تھی کہ ہماری طرف متوجہ رہے، یہ حضرت ہی کی شفقت ہے، ہمارے حال پر کہ ہم جیسے نالائقوں کے حالات پر توجہ فرماتے ہیں، ورنہ حضرت کہاں اور ہم کہاں، اس واسطے بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **بالمؤمنین رءوف رحیم**

جو کچھ ہم کو محبت ہے وہ حضرت کے محبت کا اثر ہے ع

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود

اول حضرت کو ہم سے محبت ہوئی، پھر حضرت کی کشش سے ہم کو آپ سے محبت تھوڑی بہت ہو گئی ہے، اس کا راز یہ ہے کہ محبت ہوتی ہے معرفت سے ہم کو آپ کی معرفت کامل نہیں، اور آپ کو ہماری معرفت کامل ہے، ہم حضرت کے مرتبہ کو نہیں جانتے، حضرت ہم کو ہر طرح پہچانتے ہیں، اس لئے حضرت کو ہم سے جس قدر محبت ہے، اس قدر ہم کو حضرت سے نہیں، اللہ تعالیٰ اسی لئے فرماتا ہے۔ **بالمؤمنین رءوف رحیم**۔

کیا اس کا یہی تقاضہ ہے کہ حضرت ہی ہم سے محبت کریں اور ہم آپ سے کچھ بھی محبت نہ کریں، کسی کی تابعداری اس وقت سہل ہوتی ہے کہ وہ عظیم الشان ہو، محسن ہو، محبوب ہو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ ہیں، پھر حضرت

کی تابعداری کیوں سہل نہیں ہوتی، ان صفات کو توسن کر حضرت سے طبعی محبت ہونا تھااور تابعداری سہل ہو جانا تھااور کچھ تو محبت ہونا تھا۔

ہائے محبت وہ شئی ہے کہ سب کچھ آسان کرادیتی ہے دیکھو اگر کسی چڑیل مردار سے محبت ہو جاتی ہے، سب تلخیاں شیریں ہو جاتے ہیں۔

ہائے ! حقیقت میں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی محبوب ہونے کے لائق ہیں۔ دنیا میں جس سے محبت ہوتی ہے اس کا کہا مانا جاتا ہے، اسکی عظمت دل میں ہوتی ہے، خود اس محبت کا تقاضہ ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کیا جائے۔

محبت سے غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ محبوب کا دل ٹھنڈا ہو، محبوب کو اس سے راحت ملے۔

ہائے ! یہ محبت کیسی ہے کہ اپنے محبوب کو تکلیف پہنچائی جارہی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سب اعمال کی خبر ہو رہی ہے کیا ہمارے برے اعمال سے حضرت کو تکلیف نہ ہوتی ہو گی۔

خدااور رسول کے احکام میں شبہ : -

یہی محبت کسی عورت سے ہو جائے اور وہ کہے کہ اپنا کرتا نکال کر سر بازار نکل جاؤتو میں تم سے خوش ہوں گی، وہ شخص اگر محبت میں پکا ہے تو کبھی یہ نہ پوچھے

گا کہ اس میں کیا حکمت ہے بلکہ یوں کہے گا کہ میرے محبوب نے اپنے راضی ہونے کی ایک صورت تو نکالی، مجھ کو وجہ دریافت کرنے سے کیا غرض۔ محبت کی تو بڑی مصلحت محبوب کا راضی کرنا ہے۔ جب مردار عورت کی محبت میں یہ حال ہے، اس کے احکام کی وجہ دریافت نہیں کی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کیا پوچھنا، : اگر ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی محبت ہے تو ہم کو حضرت کے احکام کی وجہ پوچھنے کی کیا ضرورت، یہ احکام تو دیکھو کہ کس مقدس ذات کے ہیں، ان کی وجہ کیوں دریافت کی جاتی ہے، ان احکام میں کیوں شبہے نکالے جارہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں ہے، بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے نبی کے برکات سے محروم رہے اور کچھ حاصل نہ کرے۔

ہندوستان میں ایک حاکم لنگڑ کے چلتے تھے فیشن کے گرویدہ بھی لنگڑا کر چلنے لگے ایک بادشاہ کی داڑھی گاؤدم تھی لوگ بھی مدت تک گاؤدم داڑھی رکھتے تھے، شاید دعا کرتے ہوں کہ ہماری داڑھی ایسی ہی ہو جائے اور یہ بھی دعا کرتے ہوں کہ ہم لنگڑے ہو جائیں، دیکھئے عظمت و محبت اس کا نام ہے۔

ہائے ! حضرت کی عظمت و محبت سے ذرا رنگ نہ بدلے، اور ایک بے دین کی ایسی عظمت کہ حلال و حرام کی تمیز نہ رہے۔

اگر خدائے تعالیٰ سامنے بلا کر صرف اتنا پوچھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تمہارے دل میں زیادہ تھی یا شاہانِ دنیا کی تو کیا جواب دو گے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف فرمادیئے (73) فرقے ہوں گے سب دوزخی ایک جنتی، صحابہ عرض کئے جنتی کونسا ہوگا؟ حضور فرمائے۔ **ماانا علیہ و اصحابی** (جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں)

رحمت کی آیتیں اتریں اور رحمت کی جو حدیثیں بیان ہوئیں ان کا تقاضہ یہ تھا کہ حضرت کا احسان مانتے، احسان سے آدمی ممنون اور شکرگزار ہوتا ہے ہماری یہ کیسی دنی اور ذلیل طبیعتیں ہیں کہ جتنا احسان ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے ہماری غفلت اور ناشکری بڑھتی ہی جاتی ہے، ورنہ شرافت کا مقتضی یہی تھا کہ جس قدر احسان زیادہ ہو محسن کی اطاعت میں اور زیادہ سرگرمی ہو۔

یہ شریف طبیعتیں صحابہ کی تھیں کہ رحمت کے احادیث سنتے ہیں مگر یہ خیال فرماتے ہیں کہ کیا یقین ہے کہ اس کے مستحق ہم ہوتے ہیں یا نہیں، صحابہ کرام کو نام لے کر کہا گیا ابوبکر تم جنتی، عمر تم جنتی، عثمان تم جنتی، علی تم جنتی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پھر بھی اس قدر خوف الہیٰ تھا اور خوف سے وہی رونا تھا اور وہی تابعداری تھی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقین کے نام بتائے تھے۔

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ تنہائی میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھتے ہیں سچ بولو حذیفہ میرا نام منافقوں میں حضرت نہیں گنے ہیں۔ ع

عشق است وہزار بدگمانی : جب عشق و محبت ہوتی ہے تو بہت سی بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں ہر وقت خیال رہتا ہے کہ کہیں میرا محبوب مجھ سے ناراض تو نہیں ہوا۔

اتنی بشارتوں پر بھی چین نہ تھا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان تولوا فقل حسبی اللہ (پ 11 ع 16 سورۃ التوبہ)

اگر اس پر بھی باوجود احسانات کے آپ کی اتباع کرنے سے منھ پھیریں اور نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیجئے میرا کیا نقصان ہے، میرے لئے تو اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر کافی ہے۔

لا الہ الا ہو (پ 11 ع 16 سورۃ التوبہ)

اس کے سوا کوئی معبودیت کے لائق نہیں پھر مجھ کو کسی کی مخالفت سے کیا اندیشہ

علیہ توکلت وہورب العرش العظیم (پ 11 ع 16 سورۃالتوبہ)

میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا ہے وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

آفتاب زمین سے دیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے وہ آفتاب آسمان میں ذرا سی جگہ میں موجود ہے' پس آسمان کتنا بڑا ہوا' پھر دوسرا آسمان اس سے بڑا اور تیسرا اس سے بڑا' اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔

مرکز عالم سے عرش کی سطح مقعر تک دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا فاصلہ ہے تو عرش کے محدّب کا فاصلہ کتنا ہوگا جو اہل رصد کو معلوم نہیں وہ بھی اگر فلک الافلک عرش ہو تو ورنہ عرش اس کے بھی اوپر ہوگا' اندازہ لگایئے عرش کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جب ایسے بھاری عرش کا مالک ہے تو اور چیز کا بدرجہ اولی مالک ہوگا۔ مجھے اس پر بھروسہ ہے اس لئے مجھے تو کچھ اندیشہ نہی تم فکر کرلو کہ میری نافرمانی کر کے کہاں رہو گے۔

حکایت : -

ایک بزرگ کے پاس حصرت شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، وہ بزرگ حضرت شبلی کو دیکھ کر سر وقد کھڑے ہو گئے اور ذرا آگے بڑھ کر شبلی کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ لئے، دیکھنے والوں نے جب اس کا سبب پوچھا، ان بزرگ نے فرمایا : میں خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شبلی سے اسی طرح پیش آئے، میں نے حضرت کی یہ مہربانی دیکھ کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ شبلی سے اس طرح کیوں پیش آئے؟ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کیوں نہ پیش آؤں وہ ہر نماز کے بعد **لقد جآکم رسول من انفسکم** آخر سورہ تک کی آیت پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ لوگو! پنج وقتہ نمازوں کے بعد یہ عمل کیا کرو، اور نماز صبح اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھا کرو **حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر**" ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر مہم آسان کر دے گا۔

فصل 12۔

اس فصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت پر کیا کیا حقوق ہیں ان کا بیان ہے۔

صاحبو! یہ نبی جو قیامت میں اس طرح کام آئیں گے تو دنیا میں آپ ان کے کیا حق ادا کر رہے ہو! خدا کی رحمت ڈھونڈنے والو! اگر خدا کی رحمت چاہتے ہو اور

یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے میدان میں خدا کی رحمت میں پناہ لو تو آؤ! رحمتہ العالمین کے در پر آؤ۔ اسی در پر خدا کی رحمت بٹتی ہے کون رحمتہ العالمین ؟ وہی جن کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے آسمانی کتابوں میں جن کی مدح و ثنا ہے جن کو خدا نے توفیق دی، انہوں نے اپنی اپنی کتابوں سے حضرت کو ملا کر دیکھ لئے، قربان ہو گئے مسلمان ہو گئے، حضرت کا وصف پہلی کتابوں میں ہونا تعجب نہیں، آقا کیساتھ ہم غلاموں کا بھی وصف پچھلی کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے، اللہ اللہ کیسے خوش تقدیر ہو تم تمہاری تعریف پچھلی آسمانی کتابوں میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا الہیٰ! میں نے توریت میں دیکھا کہ اس میں آپ لکھے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک امت پیدا ہو گی، پیدا ہو گی سب کیا آخر میں جنت میں جائے گی سب سے پہلے نیک بات بتانا اور برائی سے روکنا ان کا طریقہ ہو گا، انکی کتاب الہیٰ ان کے سینوں رہے گی (حفظ کریں گے) نیکی کا ارادہ کریں گے تو صرف ارادہ پر نیکی کا ثواب ملے گا اور عمل کریں تو ایک نیکی کے عمل پر دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک کا ثواب ملے گا۔ برائی کے ارادہ سے برائی نہیں لکھی جائے گی اور وہ "**غر محجل**" پچکلیاں یعنے دونو ہاتھ، دونو پاؤں اور چہرہ وضو کے اثر سے منور رہے گا، پل صراط پر بجلی کی طرح گذر جائیں گے، پانچ وقت کی نمازیں پڑھیں گے، ٹخنوں کے اوپر پائجامہ یا تہبند ہو گا، آفتاب کے وقتوں کا لحاظ رکھیں گے، ان کا منادی ندا کرے گا ان کی نیکیوں کی شفاعت سے بدوں کو بخشوں گا، بہت صبر کرنے والے ہوں گے، انکے گناہ انکے وضو سے دھل جائیں گے، نماز کا ثواب زائد رہا۔ تیرے ذکر کی طرف ایسے رجوع ہوں گے جیسے چڑیا اپنے گھونسلے کی طرف۔ غصہ میں لا الہ الا اللہ پڑھیں گے اور جھگڑے کے

وقت سبحان اللہ کہیں گے‘ انکے اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے۔ ملائکہ انہیں بشارت دیں گے ان پر توصلوٰۃ بھیجے گا‘ ان کی نیکیاں بیحساب ہوں گی‘ متوسط‘ آسان سوال کے بعد جنت میں جائیں گے‘ گنہگاروں کی مغفرت ہو گی‘ ان پر قیامت میں آسانی ہو گی۔ انکی فضیلت کو کوئی امت نہیں پائے گی۔ اپنے گھروں میں مریں گے اور شہید ہونگے ‘دین کی باتوں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے ‘مومنوں کے سامنے عاجز‘ لیکن کافروں پر سخت ہوں گے‘ ان کے مولوی‘ عالم‘ نبیوں کے درجے کے ہوں گے‘ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: الہیٰ! یہ کون لوگ ہیں‘ ارشاد ہوا موسیٰ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں‘ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا‘ آہا کیا خوش تقدیر امت ہے‘ پروردگار مجھ کو اس امت میں بنا‘ حکم ہوا نہیں موسیٰ ابھی ان کو آنے میں بہت دن ہیں‘ تم کو میں نے رسول بنایا‘ اپنی باتیں سناتا ہوں کیا یہی بس نہیں۔

غرض اگر خدا کی طرف کا سیدھا راستہ چاہتے ہو کہ جس راستہ سے خدا کی رحمت تم پر آئے تو اس نبی کی اتباع کرو‘ ان کی اتباع سے سنگ دل‘ نرم دل ہو جاتا ہے فاسق و فاجر پرہیزگار کہلاتا ہے ‘ان کی پیروی سے پرلے درجہ کا خدا کا دشمن خدا کا پیارا دوست بن جاتا ہے۔ جس کی گردن میں لعنت کا طوق ہو‘ وہ اس نبی کی فرمانبرداری سے مولیٰ کی خلعت سے سرفراز ہوتا ہے‘ اسی واسطے حضرت فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جو میرے طریقہ کو تھام لے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ حضرت حاتم زاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بلا پرہیزگاری کے محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو بلا اتباع سنت نبوی صلی

اللہ علیہ وسلم کے حضرت کی محبت کا دم بھرے وہ بھی جھوٹا ہے۔

حکایت : -

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر میں نے عمل کیا' افسوس کہ ایک رہ گئی اس کے ادا کرنے کی بڑی آرزو تھی' وہ یہ کہ حضرت کو ایک لڑکی تھی' حضرت علی سے نکاح کر دیئے اور پھر بیٹی کے گھر میں بے تکلف آتے رہتے تھے' میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں مجھ کو بیٹی نہیں ہے' یہ ہیں پیروی کرنے والے۔

حدیث شریف : -

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ' دن بہ دن دبلے ہو رہے تھے' چہرہ سے رنج و غم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے' حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوچھے' کیوں ثوبانؓ کیا حالت ہے" عرض کئے کچھ نہیں حضور' جب سے ایک خیال دل میں آرہا ہے طبیعت بیٹھی جارہی ہے' فرمائے کہو ثوبان کیا خیال ہے عرض کئے" یا رسول اللہ جب آپ کو نہیں دیکھتا ہوں تو طبیعت دیوانی ہو جاتی ہے جنت میں گیا بھی تو آپ کہاں اور میں کہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بے آپ کے دیکھے کیسے تسکین ہو یارسول اللہ ' آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کی کیا تدبیر کروں اس وقت میرا کیا حال ہوگا' جنت دوزخ دکھائے دیگی یارسول اللہ ،اس عاشق کی خاطر یہ آیت اتری **من یطع اللہ والرسول فاؤلئک مع الذین انعم اللہ علیہم من**

النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ ان لوگوں کیساتھ رہیں گے جن کو اللہ نے نعمت دی ہے یعنی نبیوں کے صدیقوں کے شہیدوں کے اور صالحین کے (ساتھ رہیں گے) ان کی رفاقت بہترین رفاقت ہوگی۔

حدیث شریف : -

میری سنت کو دوست رکھنے والا میرا دوست ' میرا دوست میرے ساتھ جنت میں جائے گا۔

مسلمانو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی آرزو ہے تو چار دن تکلیف اٹھالو ' پھر ہمیشہ رسول اللہ کے ساتھ رہو ' حضرت کی تابعداری کرو ' حضرت کی سنتوں پر عمل کرو ' درود شریف کثرت سے پڑھو ' پھر ہمیشہ حضور کے ساتھ رہو۔

مسلمانو ! انصاف کرو ' کیا ہم رسول اللہ کی تابعداری کر رہے ہیں یا ہم اپنے نفس کی تابعداری کر رہے ہیں ' دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں ' آزما لیجئے دنیا وآخرت کا کام ہمارے سامنے ایسا آجائے کہ ایک کے کرنے سے دوسرا بگڑ جائے تو دنیا کو لیں گے آخرت کی پرواہ نہیں کریں گے 'اپنی رائے میں سڑے ہوئے ہیں کسی کی کوئی سنتا ہی نہیں ' کسی کو نماز کا یا جماعت کا اہتمام نہیں کسی کو رشوت و ظلم کرنے سے ڈر نہیں ' کوئی نشہ باز ہے ' نشہ کی چیزیں بیچ کر نفع اٹھا رہا ہے ' کوئی

شرک و بدعت کو دین سمجھ کر کر رہا ہے' سود کے معاملات ہو رہے ہیں' جھوٹی گواہی دی جارہی ہیں' جھوٹے تمسکات لکھے جارہے ہیں' خدا کے لئے سچ فرمائے کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے یا نفس کی' اپنی حالت کو سنبھالو' جلد خبر لو ہم میں تین قسم کے لوگ ہیں۔

ایک وہ ہیں جن کو صرف حضرت کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے نہ آپ کی تابعداری ہے نہ آپ کی دل میں تعظیم' سارے احکام میں حضرت کے خلاف اور پھر عاشق رسول' اچھے عاشق ہیں' ہائے بیوی' بچوں کی محبت سب کو ہوتی ہے۔ ان کیخلاف کرنے' ان کو ناراض کرنے دل نہیں چاہتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنے اور انکو ناراض کرنے کیسے دل چاہ رہا ہے۔ سر سے پیر تک خلاف رسول میں ڈوبے ہوئے ہیں' بھلا یہ بھی کہیں عاشقوں کا طریقہ ہوتا ہے' عجب محبت ہے کہ عاشق کو معشوق کے ناراض ہو جانے کی کچھ پرواہ نہیں' میں بہ قسم کہتا ہوں کہ جو برتاؤ محبت رسول کا دعوی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ساتھ کر رہے ہو۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ یہی زبان سے محب کا دعوی کر کے وہی برتاؤ کرے کوئی حکم بجا نہ لاوے وہ محبت کو منہ پر الٹے مار دیں گے' افسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی برتاؤ کر کے پھر خوش ہیں ذرا نہیں ڈرتے یہ محبت بھی اسی قابل ہے کہ الٹی منہ پر مار دی جائے کیا حضرت عبداللہ بن مبارک کے اشعار بھول گئے۔

تعصی الرسول وانت تظھر حبہ

ہذا العمری فی انفعال بدیع

لو کان حبک صادق لاطعتہ

ان المحب لمن یحب مطیع

نافرمانی کرتا ہے اللہ کے رسول کی، اور پھر انکی محبت کا دعوی کرتا ہے۔

یہ میرے جان کی قسم عجب نادر چیز ہے

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو، اطاعت کرتا رسول کی

بے شک محبت کرنے والا کہ جس سے محبت کرتا ہو تو اس کی ضرور اطاعت کرتا رہتا ہے۔

عاشق کی طرف سے محبوب کو تکلیف پہنچے اور پھر وہ چین سے رہے یہی محبت ہے۔ عاشق تو چاہتا ہے کہ اپنے معشوق کا ہمیشہ دل ٹھنڈا رہے یا معشوق کو ایذا پہنچتی رہے۔ سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت سے کتنی محبت تھی، یہ حالت تھی رات رات بھر کھڑے کھڑے قدم مبارک ورم کر جاتے صرف آپ امت کے لئے دعا کرتے رہتے تھے، ایک بار ساری رات اسی آیت کو

پڑھتے ہوئے گزر گئی۔

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیزا لحکیم۔

اگرآپ ان کو عذاب دینا چاہیں تو یہ آپ کے بندے ہیں آپ کو ہر طرح اختیار ہے۔آپ زبردست قادر بھی ہیں' اگرآپ ان کو بخش دیں تو کیا مشکل ہے ' ساری رات اسی میں گزر گئی ہم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ہائے ہمارے لئے آپ کی یہ حالت تھی' نہ ہم تھے نہ ہماری طرف سے مغفرت کی خواہش تھی' ہمارے بے کہے حضرت نے ہماری درخواست پیش کر دی' غرض حضرت کو ہم سے اس قدر محبت ہے۔اب ہم حضرت کواس محبت کا کیا بدلہ دے رہے ہیں۔ہر پیرو جمعرات کو ہمارے اعمال پیش ہوا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کیااور فلاں نے یہ' کوئی شراب سیندھی پی رہاہو' کوئی رشوت لیتا ہو' کوئی سود لے رہاہے' کوئی فسق وفجور میں مبتلاہے' کوئی بے نمازی ہے' کوئی نمازیوں پر الٹے ہنستا ہے' ان سب باتوں کی حضور کو اطلاع ہو رہی ہے' کس قدر آپ کو تکلیف ہوتی ہو گی۔

صاحبو! اس ضمن میں ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں سنو' صحابہ کو سب نفس کے تقاضے تھے۔مگر کس طرح وہ نفس کو دباتے تھے۔جب کہیں وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر سکتے تھے۔

حدیث :-

ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کچھ تکرار ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی باتوں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو غصہ آگیا۔ عمرؓ بھی خفا ہو کر چلے گئے۔ یہاں تک تو نفس کا لگاؤ تھا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری غلبہ کرتی ہے ارشاد ہے کہ دو بھائی مسلمان لڑ لیئے ہوں تو جو سبقت کر کے بات کرے گا اس کا یہ مرتبہ ہے' فوراً اسی وقت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے جاتے ہیں عمرؓ جانے دو' درگزر کرو' عمرؓ اپنے غصہ میں کب سنتے تھے' اپنے گھر جا کر دروازہ بند کر لئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار ابو بکرؓ کے چہرے سے پہچان لیا فرمائے **صاحبکم غامر** تمہارے ساتھی ابو بکرؓ کسی سے لڑے ہوئے آرہے ہیں' ادھر حضرت عمرؓ بھی اپنے نفس پر غالب آئے نادم ہو کر دربار حضور میں آئے' جاتے کہاں سب کا مرجع ایک ہی ہے۔ حضرت سے تمام قصہ عرض کئے سننا ہی تھا مزاج مبارک برہم ہوا' غصہ میں بھرے ہوئے فرمانے لگے لوگو! **ہل انتم تارکون لی صاحبی** کیا تم میری خاطر سے میرے دوست ابو بکر کو ستانہ نہ چھوڑو گے جب میں نے کہا" **یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم** (اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں) تو سب نے کہا کذاب جھوٹا اور ابو بکر نے کہا **صدقت** آپ سچ فرمارہے ہیں' ابو بکر بار بار کہتے تھے یا رسول اللہ میری خطا ہے میں نے زیادتی کی ہے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ نفس کے تابعدار نہیں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات اور عنایات امت کے حال پر ہیں' ان کے لحاظ سے حضرت کے اس قدر حقوق امت کی گردن

پر ہیں کہ قیامت تک امت حضرت کے حقوق کو ادا کر کے سبکدوش نہیں ہو سکتی ٬ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر ہزار ہا حق ہیں۔ ان میں تین بڑے حق ہیں اور حق کو تو امت کیا ادا کرتی ٬ اگر ان تین حق کو بھی ادا کر دے تو غنیمت ہے۔ صاحبو ! آپ سونچو کے آپ ان تینوں میں سے کونسا حق ادا کر رہے ہیں۔

(1) پہلا حق تابعداری کرنا ہے۔

(2) دوسرا حق آپ کی تعظیم کرنا ہے۔

(3) تیسرا حق آپ کی محبت رکھنا ہے۔

افسوس ہم میں کئی قسم کے لوگ ہیں کہ کسی نے ایک حق کو لے لیا اور دوسرے حق کو چھوڑ رہے ہیں ٬ اکثر وہ ہیں کہ ان کو حضرت کی محبت کا دعویٰ ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم حضرت کی حق محبت کو ادا کر رہے ہیں مگر وہ ذرا اپنے میں سونچیں کہ وہ دوسرے دو حق جو محبت کیلئے ضروری ہے کہ کس طرح ادا کر رہے ہیں کیا حضرت کی تابعداری ادا کر رہے ہیں ٬ اسی کو تفصیل سے عرض کر چکا ہوں ۔

محبت کی بڑی علامت یہ ہیکہ عاشق کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا جو معشوق کا ارادہ ہو وہی اس کا ارادہ ہوتا ہے ٬ اگر کسی عورت سے پکی محبت ہو جائے اور وہ کہے تمہاری تمام جائداد بیچ کر اتنا روپیہ لادو ٬ جب دیکھتا ہے کہ محبوبہ کا یہ ارادہ ہے کہ تو اب اس

کا کچھ ارادہ نہیں، اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور خوش ہوتا ہیکہ میری محبوبہ اپنے
راضی ہونے کی ایک صورت تو نکالی، ایک مردار عورت کی محبت میں تو یہ
تابعداری اور حضرت کی محبت صرف زبانی، تابعداری ضروری نہیں، سوچئے کیا
غضب کر رہے ہو۔ صاحبو! میں یہ نہیں کہتا کہ گناہ ہونا محبت کے خلاف ہے تا
بعداری کے خلاف ہے۔ صحابہ سے بھی گناہ ہوئے ہیں مگر انکو محبت بھی تھی اور
تابعداری بھی تھی پھر بات کیا ہے سنئے ایک تو وہ شخص جسکو ہر وقت اللہ اور رسول
کی ہی دھن ہے، خدا اور رسول کی محبت میں جان و مال و آبرو قربان کرنے میں ذرا
بھی تامل نہیں کرتا۔ پھر کسی وقت شیطان نے دھوکہ دیدیا یا نفس کی شرارت
غالب آ گئی اور گناہ ہو گیا، پھر گناہ کر کے چین سے نہیں بیٹھتا۔ جب گناہ سے فارغ
ہوا اور آنکھیں کھلیں تڑپ گیا اور بے قرار ہو گیا کہ ہائے کیا کروں، میرا خدا اور
رسول مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں گے، اب خدا اور رسول کو کس طرح راضی کرو
ں کیا اس شخص کی حالت ہی سے آپ کو پتہ نہیں لگتا کہ خدا اور رسول کی اس کو
کتنی محبت ہے تابعداری کے لئے۔ کس قدر تڑپ رہا ہے۔ ایک بات میں تابعداری
نہیں ہوئی کس قدر بے چینی ہے۔

حدیث شریف :-

حضرت ماعز رضی اللہ سے زنا کی حرکت ہو گئی فوراً بے قرار ہو کر حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں عرض کئے۔ **یا رسول اللہ
طہرنی فقد ہلکت** یا رسول اللہ میں تباہ ہو گیا، مجھ کو پاک کیجئے۔ تنہائی میں بھی نہیں
کہا۔ ایسے خدا کے خوف سے بے چین ہوئے کہ مجمع میں آ کر زنا کا اقرار کئے نہ آبرو کا

خیال نہ بدنامی کا۔ ع

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

تین بار حضرت ٹالتے رہے' اس خیال سے کہ مخفی توبہ کرے مگر خدااور رسول کی محبت رکھنے والاتابعدار کہیں ٹلتا ہے ان کو تو خدا پر جان قربان کرنے کی دھن لگی ہوئی تھی صاف صاف بیان کر دیا۔آپ نے رجم کا حکم دیدیا' ایک صحابی پر ماعز کے خون کے قطرے گرے انہوں نے کوئی برا لفظ کہا۔ حضرت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ماعزایسی توبہ کئے ہیں کہ اگر تمام مدینہ والوں کو بانٹ دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے جس مغفرت کے ہزارہا حصہ کرنے کے بعد بھی مغفرت ہو جاتی ہو تو خود ان کے لئے کس قدر مغفرت ہو گی۔ع

ایں خطااز صد ثواب اولیٰ تراست

یہ خطاہزاروں ثواب سے بہتر ہے

ایک ایسی محبت کرنے والا ہے کہ ذراتابعداری میں خلاف ہو گیاتو یوں تڑپ جاتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس کو کبھی خدااور رسول کا اٹھتے بیٹھتے بھی خیال نہیں آتا شریعت کو دو پیسے میں بیچ ڈالنا اس کو گوارا ہے' جس وقت جو جی میں آئے کر گزرتا ہے' ہر کام میں بے ڈر ہے' حلال وحرام کی تمیز نہیں' گناہ کرنے کے بعد بھی کچھ پریشان وپشمان نہیں ہوتا' کیاایسوں کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ ہم اللہ

رسول کے محب ہیں اچھی محبت ہے جن کی محبت کا دعوی ہے ان کی نافرمانی کر کے ان کو ایذا پہنچائی جائے۔

حکایت:

ایک شاعر تھے ان کے اشعار میں درد بہت تھا وہ فارسی اشعار لکھتے تھے ایران میں کوئی ان کے اشعار دیکھ کر بزرگ سمجھ کر ان سے ملنے کے لئے ایران سے ہندوستان آیا۔ آکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک حجام ان کے سامنے ہے اور استرے سے داڑھی صاف کر رہا تھا وہ آنے والا جھلا کر کہا آغا ریش می تراشی (کیوں صاحب داڑھی منڈھوا رہے ہو) شاعر صاحب نے کہا بلے ریش می تراشم مگر دل کس نمی خراشم یعنی داڑھی ترشواتا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں' بڑا گناہ دل دکھانا ہے اس آنے والے نے بے ساختہ جواب دیا' آرے آرے دل رسول اللہ می خراشی مطلب یہ ہے کہ حضرت کو جب اطلاع ہو گی کہ فلاں شخص میرا خلاف کر رہا ہے تو حضرت کو کیسی ایذا ہو گی' یہ سن کر شاعر صاحب کے آنکھیں کھل گئیں کہنے لگے۔

جزاک اللہ چشمم باز کردی

مرا با جان جاناں ہمراز کردی

جزاک اللہ کہ میری آنکھ آپ نے کھول دی

جان جاں کے ساتھ مجھ کو ہمراز کر دیئے

تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے میں تو اندھا تھا آج معلوم ہوا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ایذا پہنچ رہی ہے' ایک شخص طبیب کی بہت تعریف کیا کرتا ہے مگر جب نسخہ لکھ کر دے تو استعمال نہیں کرتا' کیا ایسے شخص کو اچھا سمجھیں گے ؟ ایسا ہی ایک شخص خود کو عاشق رسول کہے اور آپ کی بہت تعریف کرے مگر آپ کے کہنے پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کی محبت کا اعتبار کریں گے' محبت کا تو دعویٰ لیکن تابعداری کا یہ حال' عظمت کا دل میں نام و نشان نہیں' حالانکہ محبوب کی عظمت لوازم محبت سے ہے' بادشاہ کی عظمت' بادشاہ کے قانون کا خلاف نہیں کرنے دیتی' اگر رسول اللہ کی عظمت ہوتی تو سینکڑوں احکام کیوں برباد ہوتے' خوب سوچئے اشعار سے پتہ لگتا ہے کہ کیسے کیسے الفاظ آپ کی شان میں کہے گئے ہیں کیا عظمت والا ایسا ہی کرتا ہے' اسی واسطے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واتبعوہ (اتباع کرو آپ کی) رسول اللہ کی محبت کا دعوی کرنے والو' تمہاری محبت کی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو' ایک مقام پر فرمایا'' وعزروہ (اور عظمت کرو آپ کی) فلاح اسی کو ملے گی جو آپ کی تعظیم کرے بعض تو وہ ہیں کہ جو تابعداری تو کر رہے ہیں' تابعداری کا اہتمام بھی ہے مگر انمیں محبت نہیں' جس کے سبب تواضع و نرمی نہیں' تابعداری تو کرتے ہیں مگر تابعداری کا مزہ نہ ملا کیونکہ وہ تو محبت سے ملتا ہے' ان کے دل میں حضرت کی تعظیم کا نام نہیں' جن کی تابعداری کا دعوی ہے نہ ان کا نام مبارک ادب سے لیتے ہیں' نہ کبھی آپ کا ذکر مبارک شوق سے کرتے ہیں نہ کبھی ذکر مبارک سن کر دل پر کچھ اثر ہوتا ہے' نہ درود شریف کا کوئی معمول ٹھرائے

ہیں نہ آپ کے محبوبوں سے یعنی علماء ، اولیاء اللہ صحابہ واہل بیت وآئمہ سے ان کو کوئی تعلق ہے نہ محبت ہے نہ عزت واحترام۔ ایسوں کے لئے فرماتا ہے۔ **فامنوا باللہ ورسولہ** (ایمان لاؤاللہ پر اور اس کے رسول پر) اور تابعداری کرنے والو فقط تابعداری کچھ کام نہ آئیگی آپ کی محبت بھی رکھو اس لئے کہ ایمان کہتے ہیں گرویدن کو یعنی فریفتہ ہونے کو، دوسری آیت میں ہے" **والذین آمنوا اشد حبا للہ** (جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں) محبت خدا ور سول لازم وملزوم ہے۔

حدیث شریف :-

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و من ولدہ والدہ والناس اجمعین

(تم میں سے کوئی مومن نہ ہو گا جب تک کہ میں اس کے پاس اس کے ذات سے، اس کی اولاد سے، اس کے والدین سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں) مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میری محبت سب سے زیادہ نہ ہو۔

حدیث شریف :-

لن یؤمن احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما

ہر گز مومن نہ ہو گا تم سے کوئی جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے پاس زیادہ محبوب نہ ہو)

ایسا ہی تعظیم بھی ہونی چاہیئے اسلئے فرمایا" **وعزروہ** " (آپ کی عظمت کرو) تیسری جماعت وہ زمانہ کے نئے رنگ میں رنگی ہوئی ہے آپ کی اور آپ کے قانون کی عظمت بہت کچھ ان کے دل میں ہے ' دوسرے اقوام سے مقابلہ ہو جائے تو آپ کے اقوال و افعال کی حکمتیں بیان کر کے آپ کی عظمت دکھاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ نکل سکتا ہے کہ دوسری قوموں پر فائق ہو کر شوکت سے زندگی بسر کر سکیں۔ باقی نہ کوئی تابعداری کا خیال ہے نہ ہی محبت کو کوئی اثر پایا جاتا ہے چونکہ دنیا ان کے پیش نظر ہے۔ بس دنیا ہی کے متعلق آپ کی سلطنت رانی وغیرہ کے احوال تلاش کر کے آپ کی عظمت کرتے ہیں اس لئے فرماتا ہے۔ **فامنوا واتبعوہ** (ایمان لاؤ اور آپ کی اتباع کرو) حضرت کی عظمت کرنے والو ! صرف عظمت سے کام نہیں چلے گا۔ عظمت کے ساتھ تابعداری اور محبت بھی کرو ' غرض پورے پورے حقوق حضور کے ادا کرو ' ہم مدعیان محبت یا مدعیان عظمت یا مدعیان اطاعت کہیں کہ ہم سے اصلی محبت و اطاعت و عظمت کیا ہوتی ' ہم تو نقلی محبت و عظمت و تابعداری رکھتے ہیں ہم میں اصل کہاں۔ تو صاحبو ! نقل ہی سہی مگر نقل میں کم از کم وہی صورت اور ویسی ہیئت بنالینی چاہیئے۔

حکایت : -

عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کی تخت نشینی کا جلسہ ہوا' تمام کام کے لوگوں کو عطا یا دیئے گئے۔ ایک بہروپیہ بھی مانگنے آیا' مگر عالمگیرؒ بادشاہ عالم تھے کس مد سے دیتے' انکار کرنا بھی آداب شاہی کے خلاف تھا حیلے سے ٹالنا چاہے اس لئے فرمایا انعام تو کسی کمال پر ہونا چاہیئے' تمہارا کمال یہ ہے کہ ایسی صورت بنا کر آؤ کہ میں تم کو نہ پہچان سکوں' جب وہ بھیس بدل کر آتا عالمگیر پہچان لیتے کبھی دھوکا نہ کھاتے' دھوکا دے تو انعام ملنا ٹھرا تھا۔ اتفاق سے عالمگیرؒ کو سفر دکن در پیش ہوا' بہروپیہ داڑھی بڑھا کر مقدس لوگوں کی صورت بنا کر راستہ میں کسی گاؤں میں جا بیٹھا کچھ روز کے بعد شہرت ہو گئی' عالمگیرؒ کی عادت تھی جہاں جاتے وہاں کے علماء اور فقراء سے ملتے' جب وہاں پہنچے تو شہرت سن کر اول وزیر کو بھیجے' وزیر نے کچھ مسائل تصوف پوچھا سب کا جواب معقول دیا۔ بات یہ تھی کہ اس وقت کے بہروپئے ہر فن کو حاصل کرتے تھے۔ وزیر نے عالمگیرؒ سے آکر بہت تعریف کی' عالمگیرؒ خود ملنے گئے بہت دیر تک گفتگو رہی' عالمگیر سمجھ گئے کہ شاہ صاحب کامل شخص ہیں چلتے وقت ہزار اشرفیاں نذر پیش کیئے۔ اس نے لات ماردی اور کہا تو اپنی طرح ہم کو بھی دنیا کا کتا خیال کرتا ہے۔ اس سے اور بھی بادشاہ کا اعتقاد بڑھا' واقعی استغنا عجیب چیز ہے' عالمگیر لشکر میں واپس چلے آئے پیچھے پیچھے وہ بہروپیہ بھی پہنچا۔ عرض کیا' خدا حضور کو سلامت رکھے لایئے انعام" عالمگیرؒ نے کہا" ارے تو تھا" انعام دیئے اور کہا وہ اشرفیاں کیوں نہ لیا اس سے بڑھ کر تھیں۔ کیا میں تیرے سے واپس لے لیتا تھا' اس نے کہا حضور اگر میں لیتا تو نقل صحیح نہیں ہوتی کیونکہ فقیری کا روپ تھا لینا فقیری کی شان کے خلاف ہے۔ نقل اس کو کہتے ہیں اگر نقل کر رہے ہو تو پوری شکل بناؤ کہ تابعداری بھی ہو : عظمت بھی ہو اور

محبت بھی ہو۔

حکایت :-

حضرت سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں حدیث کی طرح سلسلہ وار سند سے لکھا ہے کہ سید احمد رفاعیؒ روضہ مبارک پر عرض کیئے **السلام علیکم یاجدی** (سلام عرض کرتا ہوں میں اے میرے جد) جواب عطا ہوا **وعلیک السلام یاولدی** (وعلیکم السلام اے میرے بچے) حضور سے جواب ملا جس کو تمام اہل مسجد نے سنا۔ سید احمد رفاعیؒ پر وجد کا شدید غلبہ ہوا' بڑی دیر تک روتے رہے' شدت شوق میں عرض کیئے نانا جان دور تھا تو اپنی روح کو حضور میں بھیج دیا کرتا تھا' وہ میری نائب بن کر زمین بوسی کرتی تھی' اب جسم کو لایا ہوں' ذرا سیدھا ہاتھ بڑھایئے کہ اس کے بوسہ سے مشرف ہوں' فوراً سیدھا ہاتھ دست مبارک چمک دمک سے قبر شریف سے نکلا' ہزاروں آدمیوں نے زیارت کی اور حضرت سید احمد رفاعیؒ نے بوسہ لیا پھر دوسرے سال حاضر ہوئے عرض کیئے کہ اگر لوگ پوچھیں گے تم زیارت کر کے آئے تو کیا لے کر آئے تو میں جواب میں کیا کہوں۔ قبر شریف سے آواز آئی جس کو تمام حاضرین نے سنا" تو یوں کہنا کہ ہم ہر طرح کی خیر و برکت لے کر آئے (فروع (سید احمد رفاعیؒ یعنی ولد) اصول (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جد) کے ساتھ جمع ہوئے اور بھی تو سادات ہیں' ان کو یہ بات کیوں حاصل نہ ہوئی۔ کمالِ اتباع' کمالِ محبت' کمال عظمت اس دولت کا سبب

تھی۔

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون

(اس میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے والے ایک دوسرے پر سبقت کریں)

خاتمہ

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جب سے کہ پیدا ہوا ہر وقت اور ہر مقام پر اپنی رحمتوں سے فیض یاب کرتا رہا اس سے متعلقہ تفصیلات ابتداء کتاب سے بیان ہو رہے ہیں اس خاتمہ میں اس نور مبارک کی رحمتوں کے قیامت تک مستفید کرتے رہنے یعنی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کیا جاتا ہے۔ ضمناً استدلالاً ذیل کا مضمون بھی آ رہا ہے۔

گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں جب بھی تعلیماتِ پیغمبر کا خلاف کیا جاتا تھا تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا تھا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کے باوجود ہم عذاب سے کیوں محفوظ ہیں ؟

صاحبو ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ زمانہ کا کیا رنگ ہے، کونسا گناہ ہے جو کثرت سے نہیں ہو رہا ہے وہ کونسی خدا کی نافرمانی ہے جو دل کھول کر نہیں کر رہے

ہیں، دنیا میں کس قدر ظلم ہو رہا ہے، نشہ بازی کی کچھ حد بھی ہے۔

ناصح جب نصیحت کرتا ہے کوئی سنتا ہی نہیں، الٹے اس کی ہنسی کی جاتی ہے نوح علیہ السلام کے قوم کی بھی یہی چالیں تھیں۔ پھر کیوں طوفان نہیں آتا کیوں سب نہیں ڈبو دیئے جاتے۔

غرور کس قدر کیا جا رہا ہے۔ خدا کو بھولے ہوئے کیا ہم شرک میں مبتلا نہیں ہیں ہم بے فائدہ نکمّے کام کس قدر کر رہے ہیں۔ نام پر مر رہے ہیں، نام کے واسطے کیا کیا کر رہے ہیں، کس طرح روپیہ برباد ہو رہا ہے۔

انصاف کا نام بھی باقی نہیں رہا، جس کو چاہا پیٹ ڈالا، جس کو چاہا لوٹ لیا، اور مار ڈالا، کسی کا کچھ دینا ہوا، دھمکایا، یا مار کر نکال دیا، زمین یا کوئی چیز اچھی معلوم ہوئی چھین لیا، کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکے، راستہ چلتی عورتوں کو چھیڑتے ہیں پھر لطف یہ کہ اپنے کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں، یہی چالیں ھود علیہ السلام کے قوم کی تھیں تو اس قوم کی طرح کیوں اس وقت آندھی کا عذاب نہیں آتا وہ آندھی آدمی جانور ہر چیز کو گزوں اوپر اٹھا کر زمین پر پٹک پٹک کر کیوں نہیں مار ڈالتی۔

ہر مجلس میں مسخرہ پن پھیل گیا ہے ہر وقت گالی زبان پر ہے۔ بدکاری، لواطت کی کثرت ہو رہی ہے۔ محفل نشاط کے رقعہ تو آپ کو یاد ہی ہیں افسوس مسلمان لونڈوں کا ناچ دیکھتے ہیں، کیا یہ لوط علیہ السلام کے قوم کی چالیں نہیں ہیں

۔ پھر کیوں بستیاں الٹ نہیں دیئے جاتے' کیوں پتھر نہیں برسائے جاتے۔

مال دیکھتے ہی کیا رال نہیں ٹپک رہی ہے' حلال و حرام کی تمیز باقی نہیں رہی ' دغا بازی کا عام دستور ہو گیا ہے ناپ تول میں بہت کمی ہو رہی ہے۔ کیا یہ شعیب علیہ السلام کے قوم کی چالیں نہیں ہیں' پھر کیوں زمین کو زلزلہ نہیں آتا کیوں آگ نہیں برسائی جاتی۔

کیا کوئی مالدار زکواۃ دے رہا ہے' پھر کیوں قارون کی طرح زمین میں نہیں دھنسا دیئے جاتے۔

قوم داؤد علیہ السلام ہفتہ کے روز کی عظمت نہیں کرتی' ہفتہ کے روز ان کو شکار منع تھا مگر وہ شکار کھیلا کرتی تھی۔

جس طرح قوم داؤد کے لئے ہفتہ تبرک تھا مسلمانوں کے لئے جمعہ ہے کیا مسلمانوں کے دل میں جمعہ کی عظمت ہے' اور دنوں میں اور جمعہ کے دن میں کچھ فرق کرتے ہیں' کیا جمعہ کے دن بغیر گناہ کے رہتے ہیں اور اس دن کونسے نیکیاں زیادہ کر رہے ہیں بعض تو جمعہ کی نماز تک نہیں پڑھتے' کیا یہ قوم داؤد علیہ السلام کے طرح نہیں ہیں تو پھر قوم داؤد کی طرح بندر' سور کیوں نہیں بنا دیئے جاتے۔

غرض کہاں تک بیان کیا جائے' خلاصہ یہ ہے کہ اگلی امتوں کی سب باتیں اس امت میں جمع ہو گئی ہیں' پھر اگلی امتوں کی طرح عذاب کیوں نہیں آتا عذاب نہ

آنے کی وجہ یہ ہے کہ :

وماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (پ 9 ع 4 سورۃالانفال)

(آپ کے ہوتے ہوئے انہیں عذاب کیسا آئے گا)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو عذاب کو روکنے والی کونسی چیز تھی' عذاب تو آہی جاتا مگر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عذاب رکا ہوا ہے ذرا کفار مکہ پر نظر ڈالئے' میں نے جو عرض کیا یہ ساری باتیں ان میں تھیں' اس کے سوا یہ باتیں بھی کفار مکہ میں تھیں۔

وہم یصدون عن المسجد الحرام (پ 9 ع 4 سورۃالانفال)

ایمانداروں کو مکہ شریف میں آنے سے روکتے تھے اگر کبھی موقع مل گیا آ گئے تو سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی نمازی کے پیٹھ پر رکھ کر مسخری کرتے تھے۔

وماکانوا اولیاءہ ان اولیاؤہ الا المتقون ولکن اکثرہم لایعلمون (پ 9 ع 4 سورۃالانفال)

وہ ظالم مکہ کے اہل نہیں' مکہ کے اہل تو ایمان دار ہیں مگر وہ بے سمجھ سمجھتے نہیں' نمونہ کے طور پر کفار مکہ کے دو واقعہ خدائے تعالیٰ خود سناتا ہے' اس سے

آپ خود فیصلہ کر لیجئے۔ جس قوم کی یہ حرکات ہوں ان پر کیوں نہ عذاب آئے۔
کعبہ شریف کے اس وقت کے مجاوروں نے اپنے نفع کے لئے یہ رسم جاری کی تھی کہ جو کعبہ شریف کا طواف کرے وہ اپنے کپڑوں سے طواف نہ کرے` اس لئے کہ جن کپڑوں میں رات دن گناہ کئے گئے ہوں وہ طواف کے قابل نہیں مجاور کعبہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس کے کپڑے کرایہ سے لے کر پہن کر طواف کرو` ورنہ برہنہ طواف کرو` ہر وقت کون پیسے خرچ کرتا` اسلئے مرد و عورت ننگے طواف کرتے تھے اور منہ سے سیٹیاں ہاتھ سے تالیاں بجاتے جاتے` اس کو بڑی عبادت سمجھتے تھے۔

مسئلہ : -

سیٹیاں اور تالیاں بجانا مکروہ ہے۔

فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون (پ 9 ع 4 سورۃ الانفال)

وہ تو اس لائق تھے کہ ان پر عذاب اتار کر کہا جاتا اب چکھو عذاب کا مزہ` یہ عذاب ہمارے چالوں کا بدلہ ہے مگر حضور کی وجہ سے عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔

ان کفار مکہ کی ایک اور بیہودہ حرکت اللہ تعالیٰ سناتا ہے۔

نضر بن حارث ایک سخت کافر تھا' وہ ایران تک تجارت کے لئے جایا کرتا تھا وہاں سے رستم واسفندریار کے قصہ سن لرآیا کرتا تھا۔

واذا تتلی علیہم ایاتنا قالوا قد سمعنا لو نشآء لقلنا مثل ہذا (پ 9 ع 4 سورۃ الاانفال)

جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو نضر بن حارث وغیرہ کہتے ہیں' بس بس سن لئے یہ بھی کچھ معجزہ ہے اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی ہم بھی بنا سکتے ہیں۔

ان ہذا الا اساطیر الاولین (پ 9 ع 4 سورۃ الاانفال)

اس میں ہے کیا اگلوں کے قصے ہیں۔

ہم تو ان پر احسان کریں' نبی بھجیں' کتاب دیں اور وہ اس کا یہ بدلہ کریں' کیا اب بھی وہ عذاب کے مستحق نہیں ہیں' ضرور عذاب آجاتا' بے مانگے آتا اور جب وہ خود منہ سے مانگے۔

واذ قالوا اللھم ان کان ہذا ہو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السمآء اوئتنا بعذاب الیم (پ 9 ع 4 سورۃ الاانفال)

یہ کہتے ہیں الہیٰ ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو اس کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر برسا' یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج۔

جب وہ خود منہ سے مانگیں تو عذاب نہ آنے کے لئے کونسی چیز روکنے والی ہے۔

عذاب روکنے والی چیز یہ ہے۔

وماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (پ 9 ع 4 سورۃ الاانفال)

(آپ کے ہوتے ہوئے عذاب کیسا آئے گا)

ان کی شوخ چشمی اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے سے کبھی کے عذاب آجاتا مگر پیارے نبی آپ کے موجود ہوتے ہوئے کیسے ان پر عذاب کریں' کیونکہ

ومارسلنک الارحمتہ للعالمین (پ 17 ع 7 سورۃ الانبیاء)

تمام جہاں کے لئے آپ رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے آپ فرماتے ہیں۔

انارحمتہ مہداۃ

میں ایک رحمت ہوں جو خدا کی طرف سے بطور ہدیہ کے بھیجا گیا ہوں رحمت کے ہوتے ہوئے کیسے عذاب آئے' آج سے نہیں پیارے نبی' آپ ازل سے رحمت عالم ہیں۔ تمام عالم کا وجود آپ کی برکت سے ہوا۔آپ کے نور کے شعاعوں کی برکت سے تمام عالم کا مادہ بنا پیارے نبی آپ پر دل و جان قربان' میثاق کا واقعہ ہم کو یاد ہے' جب خدا تعالیٰ نے سب مخلوق سے پوچھا **الست بربکم** سب کے سب آپ ہی کے چہرہ مبارک کو تکنے لگے دیکھیں آپ کیا جواب دیتے ہیں سب سے پہلے حضور ہی فرمائے ''**بلی**'' بے شک آپ ہمارے پروردگار ہیں آپ کی اقتدا کر کے سب نے '' **بلی**'' ہائے یہ کیسی رحمت تھی آپ کی' ورنہ سب اسی وقت برباد ہو جاتے کیوں پیارے نبی ! آپ کا نور کشتی میں نہ ہوتا تو نوح علیہ السلام کی کشتی کیسے بچتی۔

حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں' سارا عالم حضرت نوح کی اولاد ہے اس لئے بھی تو آپ رحمت عالم ہیں۔

انسان تو انسان کشتی میں تمام جانور بھی تو تھے اس وقت کے تمام جانور' کشتی کے جانوروں کی اولاد ہیں۔اس لئے تمام عالم کے جانوروں کے لئے آپ رحمت ہیں ۔

کثرت سے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آپ کی اولاد بھی کثرت سے موجود ہے' حضرت ابراہیم کا فیض ایک عالم کو پہنچا' اور حضرت ابراہیم کو نمرود کی آگ سے کس نے بچایا' پیارے نبی ! آپ ہی کی رحمت کا

صدقہ تھا۔آپ ہی کے نور کی برکت تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام عمر بھر روتے تو توبہ قبول نہ ہوتی اور نہ حضرت حوا علیہا السلام سے ملتے نہ اولاد ہوتی نہ عالم بستا۔آپ ہی کے نام کی برکت ہے آپ ہی کی رحمت ہے' اس لحاظ سے بھی آپ عالم کیلئے رحمت ہیں۔

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی شان میں سچ فرمایا۔

من قبلہا طبت فی الظلال وفی
مستودع حین یخصف الورق

قبل ازیں ایسے زمانہ (ازل) میں جبکہ عریانی کی وجہ سے پتوں سے جسم ڈھانکہ جارہا تھا آپ جنت میں سایوں کے نیچے خوش وخرم تھے۔

ثم ہبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغتہ ولا علق

پھر وہاں سے آپ کا نزول اجلاس ایسی حالت میں ہوا کہ نہ تو آپ کو اس وقت بشر کہا جاسکتا تھا نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ خون کا لوتھڑا

بل نطفۃ ترکب السفین وقد
الجم نسرا واھلہ الغرق

بلکہ بہ شکل نطفہ سوار بہ سفینہ نوح محفوظ تھے جبکہ بزمانہ سیدنا نوحؑ نسر نامی بت اور اس کے متبعین کو غرقابی نے گرفت میں لے لیا تھا۔

تنقل من صالب الی رحم
اذا مضی عالم بدا طبق

جب قومیں یکے بعد دیگر آتی اور جاتی تھیں آپ پشت سے رحم میں منتقل ہوتے رہے ۔

وردت نار الخلیل مکتتما
فی صلبہ انت کیف یحترق

پھر آتش نمرود پر آپ جلوہ فگن ہوئے لیکن صلب خلیل اللہ میں چھپ کر تو بھلاوہ آگ سے کیسے جل سکتے تھے۔

حتی احتوی بیتک المھیمن من
خندف علیاء تحتھا النطق

آخر کار آپ کے عالی خاندان نے جو نسب میں خندف سے تعلق رکھتا ہے ایسا اونچا شرف حاصل کر لیا جس کے نیچے دیگر عالی خاندان بمنزلہ نطاق ہو گئے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض
وضاءت بنورک الافق

اور جب آپ منصۂ وجود پر تشریف فرما ہوئے تو آپ سے زمین اور آسمان منور ہو گئے

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور
لسبل الرشاد نخترق

پس اب ہم اس روشنی اور نور میں رشد وہدایت کی راہیں طے کر رہے ہیں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی تو آپ کی رحمت ہے کہ جو کوئی آپ کی امت میں سے ایک نیکی کرے' اس کو کم سے کم دس گنا ثواب ضرور ملے گا' اگر زیادہ خلوص ہو تو سات سو تک بلکہ اس سے زیادہ۔

کیا یہ آپ کی رحمت نہیں ہے کہ کافر جب مسلمان ہوتا ہے تو اس کو گزشتہ نیکیاں مضاعف ہو کر ملتے ہیں۔

یہ بھی تو آپ کی رحمت ہے اس امت پر پچھلی امتوں کے سخت احکام نازل نہیں ہوئے کہ مجرم جان دیئے تک توبہ قبول نہیں ہوتی تھی' کپڑا ناپاک ہو جائے تو بجز کترنے کے پاک نہیں ہوتا تھا۔ اب احکام ایسے آسان کہ کچھ دقت ہی نہیں۔

کفار ابدالآباد' دوزخ میں رہیں گے ان کے لئے آپ رحمت کیسے

اگر کسی شخص کو قید بامشقت ہو' اس کو کسی کی سفارش سے سادہ قید ہو جائے تو یہ بھی احسان ہے یا نہیں۔

کفار کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے' ابدالآباد میں تو کمی نہیں ہو گی' مگر کیفیت عذاب میں تخفیف ہو گی چنانچہ ایک کافر کو حضرت کی شفاعت کے سبب عذاب اٹھالیا جاکر صرف آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس کے اثر سے دماغ ابلنے لگے گا یہ **فلا یخفف عنہم العذاب** (پ 1 ع 10 سورۃ البقرہ) کے مخالف نہیں' عذاب کی ایک حد قائم ہونے کے بعد پھر شفاعت سے تخفیف ہو گی۔

یہ بھی رحمت عالم کا صدقہ ہے کہ وہ سخت سخت عذاب جو اگلی قوموں پر آئے تھے اس امت پر سے خواہ کافر ہوں یا مسلمان ٹل گئے۔ یہ بھی رحمت عالم کا صدقہ ہے کہ گناہ کر کے پھر عافیت میں ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کیلیئے رحمت ہیں یہاں تک کہ کفار کے لئے بھی رحمت ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لئے اب یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

دوستاں را کجا کی محروم

توکہ بادشمناں نظر داری

آپ کے دوست کیسے محروم رہیں گے جب آپ کے دشمن آپ کی رحمت سے نفع اٹھا رہے ہیں۔

اور یہ بھی کہنے کو جی چاہتا ہے۔

نماند بعصیاں کسی در گرو

کردار وچنیں سید پیشرو

گناہوں کے سبب سے کوئی گرفتار رہے گا اسلئے آپ جیسے سردار راہ دکھانے والے ہیں۔

طوبیٰ لنا معشر الاسلام ان لنا

من العنایۃ رکنا غیر مندھم

مبارک ہو تم کو اے مسلمانوں کی جماعت، اللہ کی عنایت
سے ہم کو ایسا وسیلہ ملا ہے جو کبھی منہدم ہونے والا نہیں ہے

رحمت عامہ کے سوا مسلمانوں پر حضور کی رحمت خاصہ بھی ہے۔ **بالمومنین رؤف رحیم** جسکا ثمرہ ہے رضائے حق، قرب حق، نجات ابدی جو خاص مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں آپ کے ہوتے ہوئے کیسے عذاب آئے اللہ رے شان عالی حضور کی، اللہ کو آپ کی کیا خاطر منظور ہے خدا کے پاس آپ کی کیا عزت ہے ایک عقلی بات ہے اس پر غور فرمایئے کسی قوم پر جب بھی عذاب آیا ہے تو نبی کو اس قوم سے علحدہ کر لیا گیا ہے۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام دنیا کے نبی ہیں تو آپ کو دنیا سے کیسے علحدہ کریں نہ آپ علحدہ ہو سکتے اور نہ عذاب آ سکتا ہے۔

آپ کو شبہ ہو رہا ہو گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جانے سے آپ دنیا سے علحدہ ہو جاتے ہیں پھر عذاب آ جانا چاہیئے۔ صاحبو! بات یہ ہے کہ

حضرت کا دنیا سے جانا ہمارے جیسا جانا نہیں، حضور کا جسم تو دنیا میں رہے گا اور حضرت حیات النبی ہیں آپ زندہ ہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان نقل فرمائے ہیں۔

اسی واسطے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کی زیارت کیا کہنا مکروہ ہے، اس لئے کہ قبر تو ہوتی ہے مردہ کی، حضرت زندہ ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا، کیونکہ حضرت زندہ ہیں۔

ثابت ہے کہ نبی کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، مردہ کے جسم کو کھاتی ہے نہ کہ زندہ کے، مردہ کی بیوی سے نکاح کر سکتے ہیں، حضرت کی بیبیوں سے نکاح ناجائز ہے، اس لئے کہ آپ زندہ ہیں، مردہ کی میراث بٹتی ہے، حضرت کی میراث باٹنا ناجائز، اس پر حدیث ہے اس لئے کہ آپ زندہ ہیں۔ اجی حضرت تو پیدا ہونے سے پہلے بھی زندہ تھے۔

کنت نبیا وادم بین الروح والجسد

(میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام کی روح ابھی جسد میں نہیں گئی تھی)

آپ کی حیات ہی ساری مخلوق کی حیات ہے، اس لئے اس حیات کی خدا خود قسم کھاتا ہے، **لعمرک**

(آپ کی زندگی کی قسم)

یوں تو ہر چیز آپ کی نرالی ہے اور خدا تعالیٰ کے پاس محترم ہے، ، **والعصر** (آپ کے زمانے کی قسم)

لااقسم بہذاالبلد وانت حل بہذاالبلد

(قسم کھاتا ہوں میں اس شہر مکہ کی جس میں آپ تشریف فرما ہیں)

آپ کی ایسی زندگی ہے کہ آپ سینکڑوں دلوں کو زندہ کر دئے۔آپ کی مثال بارش کی جیسی ہے۔**التحیات** ، پڑھے تو حضور کا زندہ ہونا نمازی کے سامنے جلوہ فرمانا پیش نظر ہوگا۔

السلام علیک ایہاالنبی ورحمۃاللہ وبرکاتہ

حدیث : -

جو درود عوام پڑھیں تو فرشتے پہنچاتے ہیں کوئی دل جلا پڑھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اسلئے کہ آپ زندہ ہیں۔

الغرض کچھ ہی ہو آپ کے کلمہ پڑھنے والے کہیں ہوں آپ کے قدموں کے تلے ہیں' کیا یہ چند میدان اور سمندر کی لہریں' درختوں کے آڑ' پہاڑوں کا آسرا' تڑپنے والے دلوں کو بے قرار جانوں کو' صاحب مدینہ کے جمال سے روک سکتے ہیں' **استغفر اللہ** دریا کو کیا حباب چھپا سکتا ہے آفتاب کو ذرہ آڑ ہو سکتے ہیں۔ غرض آپ حیات النبی ہیں آپ دنیا میں رہیں یا نہ رہیں' ہم عذاب سے امان ہے ۔آپ توآپ ۔آپ کا ذکر بھی عذاب سے امان ہے

حکایت : -

ایک بزرگ فرماتے ہیں ہمارے گاؤں میں طاعون تھا' ان دنوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ایک کتاب لکھ رہا تھا تو میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کوئی حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ طاعونی اموات کا نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز وہ ناغہ ہوتا تھا اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں' ابتداء میں تو میں اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال کوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت ہے' آخر میں میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ کچھ حصہ اس کا ضرور لکھ لیتا تھا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت عیسی علیہ السلام کیطرح آپ کے جسد اطہر کو بھی عرش پر لے جانے کا مژدہ لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے میری امت کے جسد کہاں دفن ہوں گے۔ حضرت جبرئیل فرمائے وہ تو زمین میں ہی دفن ہوں گے۔ حضرت ارشاد فرمائے جبرئیل ! خدائے تعالیٰ سے عرض کرو جہاں میری امت رہے گی میں بھی وہیں رہنا چاہتا ہوں تاکہ میری امت عذاب سے محفوظ رہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ماکان اللہ لیعذ بہم وانت فیہم** (آپ کے ہوتے ہوئے عذاب کیسے آئے گا۔

مسلمانو ! مرنے سے گھبراؤمت' مدینہ کا چاند ساری زمین روشن کر دیا ہے' قبر میں آرام و چین ہی ہے مگر کچھ تعلق پیدا کر کے چلو' تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف قدم بوسی کے وقت شرمندگی نہ ہو۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں تشریف لے گئے تو عرش اعظم قدموں سے لپٹا اور عرض کیا حضور ! آپ تو چلے کچھ مجھ کو بھی آپ سے حصہ ملنا چاہیئے۔ اور فرشتے بھی گذارش کرنے لگے' حضور تو چلے ہماری تسلی کا کچھ سامان کرتے جایئے۔ حضور کی ذات سے کچھ حصہ ملنا چاہیئے۔ ادھر مومنوں کی ارواح عرض کرنے لگے حضور کہیں عرش اعظم کے ہی نہ ہو جائیں ہم کو نہ بھولیں۔

خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا' پیارے نبی اپنے نور سے چھ حصہ عرش کو دیجئے تا کہ وہ اس سے برکت لیتا رہے۔ سایہ فرشتوں کو دیجئے تا کہ وہ اس سے تسلی لیتے رہیں۔ اس لئے ان سے تو کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے ان کو یہی کافی ہے' انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اپنا جسم مطہر زمین والوں کو دیجئے تا کہ وہ عذاب سے محفوظ رہیں آپ کی شان میں یہ حکم ہو چکا ہے :

ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم

(آپ کے ہوتے ہوئے انہیں عذاب نہیں آئے گا)

جامیا واقف دم باش عزیزاں رفتند

فکرِ عقبٰی بکن آخر کہ تو ہم مہمانی

از طفیلِ خواجگان نقشبند

کارِ دنیا عاقبت محمود باد

(1) " حضرت جامی رحمتہ اللہ اپنے نفس سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے جامی اپنی عارضی اور فنا ہو جانے والی زندگی کو پہچان" کہ سارے دوست احباب تو

گزر چکے۔ آخرت کی فکر کر کہ تو بھی یہاں مہمان ہی ہے۔

(2) خواجگان نقشبند کے صدقے اور واسطے سے دنیا کے تمام امور کا انجام بہتر ہو۔

--------------- *** --------------